فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ؀

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: العلم خزائن ومفاتیحها السؤال
ثمّ فاسئلوا فانه یؤجر فیه اربعة: السائل والعالم
والمستمع والمحب لهم (احیاء العلوم ج۱)

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے،
سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے: اول مسئلہ دریافت کرنے والے کو،
دوم مسئلہ بتانے والے عالم کو، سوم سننے والے کو، چہارم اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہے

فتاویٰ رحیمیہ

جلد ششم

افادات:

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

ناشر ۱۴۰۲ھ ملنے کا پتہ

(حافظ) سید عبدالحکیم قادری
(مولوی حافظ) سید عبدالاحد قادری

مکتبہ رحیمیہ
منشی اسٹریٹ۔ راندیر۔ سورت گجرات

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ط

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: العلم خزائن ومفاتیحها السوال،
الا فاسئلوا فانہ یوجر فیہ اربعۃ، السائل، والعالم،
والمستمع والمحب لهم (احیاء العلوم ص۱۶ ج۱)

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے،
سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے، اوّل مسئلہ دریافت کرنے والے کو،
دوم مسئلہ بتانے والے عالم کو، سوم سننے والے کو، چہارم اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

فتاویٰ رحیمیہ

جلد ششم

افادات:

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم
سابق خطیب بڑی جامع مسجد، راندیر، سورت

ناشر

مکتبۂ رحیمیہ

منشی اسٹریٹ۔ راندیر۔ سورت۔ گجرات۔ انڈیا

MAKTABA - E - RAHIMIYAH

MUNSHI STREET, RANDER, SURAT. (GUJ.) INDIA. PIN. 395005

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ؕ

قال علیہ الصلوٰة والسلام؛ العلم خزائن ومفاتیحها السوال۔
الا فاسئلوا فانہ یوجر فیہ اربعة، السائل، والعالم،
والمستمع والمحب لهم (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۶)

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے،
سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے، اول مسئلہ دریافت کرنے والے کو،
دوم مسئلہ بتانے والے عالم کو، سوم سننے والے کو، چہارم اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

فتاویٰ رحیمیہ

جلد ششم

افادات:

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم
سابق خطیب بڑی جامع مسجد، راندیر۔ سورت

:- ناشر :-
مکتبہ رحیمیہ
منشی اسٹریٹ ۔ راندیر ۔ سورت ۔ گجرات ۔ انڈیا

دُعَاء

از صاحبِ فتاویٰ

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْکِتَابَ وَسِیْلَتِیْ اِلَیْكَ وَفِیْ مَغْفِرَتِكَ الْوُسْعَةُ حِیْلَتِیْ لَدَیْكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ فَاغْفِرْ اَللّٰهُمَّ وَارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً عَامَّةً اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْكَ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ بَلَاغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝ حٰمٓ اَلْاَمْرُ وَجَاءَ النَّصْرُ فَعَلَیْنَا لَا یُنْصَرُوْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ :- اے اللہ! میں اس کتاب کو تیری طرف پہنچنے کا وسیلہ بناتا ہوں! اور تیری کشادہ بخشش میں میری نجات کا ذریعہ ہے تو ہی میرا معبود ہے، تیری ذات پاک ہے میں تیری عبادت کیلئے ہر وقت حاضر ہوں، اے اللہ تو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام مہربانی اور بخشش فرما، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور اے ہمارے رب. ہم تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اور ہمارے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اس طرح کا پہنچانا کہ صرف فاسق ہلاک ہوں۔ حٰمٓ اَلْاَمْرُ وَجَاءَ النَّصْرُ فَعَلَیْنَا لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ اے اللہ اپنی بہترین مخلوق یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل واصحاب پر رحمت و درود نازل فرما! آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف ابتدار

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

اما بعد! اس قادر مطلق کا لکھو کھا شکر و احسان ہے کہ جس نے "فتاویٰ رحیمیہ" جیسی مہتم بالشان کتاب کی طباعت واشاعت کی ہمیں توفیق واستطاعت بخشی۔ اور ہم جیسے بے مایہ و تہی سرمایہ کے لئے ہماری توقعات کے برخلاف ایسے اسباب ووسائل فراہم کرتا چلا گیا کہ فتاویٰ رحیمیہ کی طباعت واشاعت کا سلسلہ آگے بڑھتا ہی چلا گیا، چنانچہ تیسری جلد کے بعد چوتھی پھر پانچویں اور اب یہ چھٹی جلد بھی زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق وسعادت حاصل کر رہے ہیں جو ہم جیسے ہیچمدانوں کے لئے انتہائی طمانینت ومسرت کا مقام ہے۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی پیرانہ سالی، ضعف اور طبیعت کی ناسازگی کے پیش نظر اب حضرت موصوف کو آرام ہی کرنا چاہیئے، مگر حضرت مفتی صاحب کے پیش نظر بعض اہم مسائل کی تکمیل ہے، ناظرین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی اس تمنا کو پوری فرمائے۔ اور فتاوی رحیمیہ کی اشاعت کا مبارک سلسلہ جاری رہے۔

اس چھٹی جلد کی ترتیب وتبویب وغیرہ میں بھی مولوی اکرام الحق ابن مولانا اسلام الحق سلمہٗ نے نہایت چستی دل جمعی اور جانفشانی سے کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم میں برکت اور اجر عظیم عطا فرمائے اور رضاء الٰہی کا ذریعہ بنائے آمین۔

اسی طرح محترم ومکرم الحاج حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم (استاذ حدیث دار العلوم دیوبند) نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور ذمہ دارانہ مشغولیتوں کے باوجود اس چھٹی جلد کی کتابت وتصحیح جیسے مشکل کاموں میں خاص دلچسپی لے کر گراں قدر تعاون فرمایا ہے۔

نیز حضرت مولانا سید انیس الحسن صاحب بی، اے (مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے پرائیوٹ سکریٹری) نے اس جلد کی طباعت وتجلید میں خاص توجہ فرما کر بڑا کرم فرمایا ہے۔ —— اس کے علاوہ جن جن حضرات نے بھی اس کام میں تعاون فرمایا ہے ہم ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

کاغذ، کتابت، طباعت وتجلید وغیرہ میں گرانی پر تو ماتم کرنا عبث اور فضول معلوم ہوتا ہے، اللہ ہی کی مدد اور اس کی توفیق سے یہ مبارک سلسلہ جاری ہے اللہ محض اپنے فضل اور غیبی نصرتوں سے جاری وساری رکھے۔ آمین۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سابقہ پانچ جلدوں کی طرح اس چھٹی جلد کو بھی نافع بنا کر قبول فرمائے آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

سید عبد الحکیم قادری - سید عبد الاحد قادری

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم

عنوانات	صفحات

کتاب الربوا

کتاب الہبہ

کتاب الاجارۃ

کتاب الشرکۃ

کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ والذبائح

عنوانات	صفحات
اتوار اور منگل کے دن غسل کرنا اور ناخن تراشنا کیسا ہے؟	۳۰۵
حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زلیخا سے نکاح ہوا یا نہیں؟	۳۰۶
قبر پر کتبہ لگانا بہتر ہے یا کار خیر میں خرچ کرنا	۳۰۷
مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے	۳۰۸
خواب کی حقیقت کیا ہے؟	۳۱۳
برادری کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے سے قطع تعلق کا قانون بنانا کیسا ہے؟	۳۱۴
حکومت بطور امداد رقم دے تو لینا کیسا ہے؟	۳۱۲
بذریعہ پارسل قرآن شریف بھیجنا	۳۱۰
شاعر کو فنی معلومات کی بنا پر "مفتی سخن" کا خطاب دینا	۳۱۰
ملازمین نماز روزہ کی پابندی نہ کریں تو مالک اسکا ذمہ دار ہے یا نہیں	۳۱۶
رمضان و غیر رمضان میں ڈاڑھی منڈانا	۳۱۸
قصص الانبیاء معتبر کتاب ہے یا نہیں؟	۳۱۹
منگنی چھوٹنے کے بعد ایک دوسرے کے گھر کھانا پینا	۳۲۰
بچوں کی سالگرہ منانا	۳۲۰
نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا	۳۲۰
دار الکفر میں زنا کے ارتکاب پر سزا کی کیا صورت ہو گی؟	۳۲۱
مرتد ہونے کے بعد اسلام قبول کرنا	۳۲۳
نیلام میں رشوت کی ایک صورت	۳۲۴
مدرسہ کی تعلیم شروع ہونے سے پہلے بچوں سے دعائیہ نظم پڑھوانا	۳۲۴
صحابہ کرامؓ سے بدظنی سے احتراز	۳۲۸
نعل شریف سے متعلق فتوی پر اشکال اور اسکا حل	۳۳۰
مسجد کو سیمنٹ قرض دیا اس کی وصولی کی صورت کیا ہو گی؟	۳۳۴
کھانے کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا	۳۳۵
گوبر گیس اور پاخانہ کا گیس پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟	۳۳۵
خصی اور ہیجڑے کے پیچھے نماز کیوں مکروہ ہے جب کہ وہ کلمہ گو ہے؟	۳۳۶
مچھلی بغیر ذبح کئے کیوں حلال ہے؟	۳۳۷
شراب کی حرمت کا ثبوت	۳۳۷

ماخذ و مراجع فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
الف			
القرآن المجید			
ابوداؤد	سلیمان بن الاشعث سجستانیؒ	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ
ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینیؒ	۲۰۹ھ	۲۷۳ھ
الجامع الصغیر	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	۸۴۹ھ	۹۱۱ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	۹۵۸ھ	۱۰۵۲ھ
التعلیق الصبیح	شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ		۱۳۹۴ھ
احیاء العلوم	امام محمد بن محمد غزالی طوسیؒ	۴۵۰ھ	۵۰۵ھ
ابن کثیر	اسماعیل بن عمر بن کثیر معروف بہ علامہ ابن کثیرؒ	۷۰۰ھ	۷۷۴ھ
الاختیار شرح المختار	امام عبداللہ بن محمود مودود الموصلی حنفیؒ	۵۹۹ھ	۶۸۳ھ
الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصریؒ	۹۲۶ھ	۹۷۰ھ
البحر الرائق	"	"	"
الاعتصام	ابو اسحاق شاطبی غرناطیؒ	•	۷۹۰ھ
ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۱۱۱۴ھ	۱۱۷۶ھ
ارشاد الطالبین	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
امداد الفتاویٰ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۲۸۰ھ	۱۳۶۲ھ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
امداد الاحکام	(۱) مولانا مفتی ظفر احمد تھانویؒ	سنہ ۱۳۱۰ھ	سنہ ۱۳۹۴ھ
"	(۲) مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلویؒ	سنہ ۱۳۱۵ھ	سنہ ۱۳۶۸ھ
احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد لدھیانوی		مدظلہم
القول الجمیل	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	سنہ ۱۱۱۴ھ	سنہ ۱۱۷۶ھ
الفتح الربانی	محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ	سنہ ۴۷۰ھ	سنہ ۵۶۱ھ
المنہاج الواضح	ابو الزاہد مولانا محمد سرفراز خان صفدر	.	.
التصدیقات لدفع التلبیسات المعروف بہ المہند	مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ	سنہ ۱۲۶۹ھ	سنہ ۱۳۴۶ھ
الختم علی لسان الخصم	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ	سنہ ۱۲۷۵ھ	سنہ ۱۳۴۷ھ
الشہاب الثاقب	شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ	سنہ ۱۲۹۶ھ	سنہ ۱۳۷۷ھ
السحاب المدرار	مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری سن تصنیف سنہ ۱۳۳۰ھ		سنہ ۱۳۷۱ھ
امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل	مولانا عبد الحیؒ	.	.
الرفیق فی سواء الطریق	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سنہ ۱۲۸۰ھ	سنہ ۱۳۶۲ھ
البصائر فی تذکیر العشائر	مولانا عبد الحی کفلیتوی سورتیؒ	سنہ ۱۲۶۴ھ	سنہ ۱۳۰۴ھ
الطرائف والظرائف	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سنہ ۱۲۸۰ھ	سنہ ۱۳۶۲ھ
اصح السیر	مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف دانا پوریؒ	.	.
اقامۃ الحجۃ	ابو الحسنات علامہ عبد الحی لکھنویؒ	سنہ ۱۲۶۴ھ	سنہ ۱۳۰۴ھ
القول الجازم فی بیان الحکم	بحر العلوم علامہ سعید احمد صاحب لکھنویؒ	.	.
الجبل انوار الرضا	مولوی حکیم محمد حشمت علی	.	.

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
الجمودیہ	علامہ ابن تیمیہؒ	سنہ ۶۶۱ھ	سنہ ۷۲۸ھ
انوار الباری شرح صحیح بخاری	حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری	.	مدظلہ
التشبہ فی الاسلام	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	.	سنہ ۱۴۰۳ھ
افسانۂ عبرت	حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولیؒ	.	.
الجوابات السنیہ	مولوی حکیم محمد حشمت علی	.	.
النکک رواں	محمد شریف الحق امجدی	.	.
الفرقان (ماہنامہ)	زیر ادارت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	.	مدظلہ
انقلاب (روزنامہ)	ایڈیٹر خالد انصاری	.	.
المنبر	لوئیس معلوف		
ب			
بخاری شریف	امام محمد ابن اسمٰعیل بخاریؒ	سنہ ۱۹۴ھ	سنہ ۲۵۶ھ
بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سنہ ۱۲۸۰ھ	سنہ ۱۳۶۲ھ
بیہقی	امام بیہقی احمد بن حسینؒ	سنہ ۳۸۴ھ	سنہ ۴۵۸ھ
بہشتی زیور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	سنہ ۱۲۸۰ھ	سنہ ۱۳۶۲ھ
بہشتی گوہر	.	.	.
بسط البنان مع حفظ الایمان	.	.	.
ت			
تفسیر جلالین شریف	امام جلال الدین محلیؒ	سنہ ۷۹۱ھ	سنہ ۸۶۴ھ
	امام جلال الدین سیوطیؒ	سنہ ۸۴۹ھ	سنہ ۹۱۱ھ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازیؒ	سنہ ۵۴۴ھ	سنہ ۶۰۶ھ
تفسیر روح البیان	الشیخ اسماعیل حقی البروسویؒ	.	سنہ ۱۱۳۷ھ
تفسیر مواہب الرحمٰن	مولانا مولوی سید امیر علی (مترجم فتاوی عالمگیری)	.	.
تفسیر حقانی	حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق حقانیؒ	.	.
ترجمہ شیخ الہند	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	.	سنہ ۱۳۳۹ھ
ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	سنہ ۲۰۹ھ	سنہ ۲۷۹ھ
ترجمان السنہ	مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ	.	سنہ ۱۲۹۵ھ
تکملہ البحر الرائق	علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری حنفیؒ	سنہ ۹۲۶ھ	سنہ ۹۷۰ھ
تنقیح الفتاوی الحامدیہ	سید محمد امین ابن عابدین معروف بہ علامہ شامیؒ	سنہ ۱۱۹۸ھ	سنہ ۱۲۵۲ھ
تلبیس ابلیس	شیخ امام جمال الدین ابن جوزیؒ	سنہ ۵۱۱ھ	سنہ ۵۹۷ھ
تعلیم الاسلام	مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ	سنہ ۱۲۹۲ھ	سنہ ۱۳۷۲ھ
تنقیحات	سید ابو الاعلیٰ مودودی	سنہ ۱۳۲۱ھ	سنہ ۱۳۹۹ھ
تفہیم القرآن		.	.
تذکرۃ الخلیل	مرتب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی	سنہ [illegible]	سنہ [illegible]
تنبیہ اہل السنۃ عن اہل الفتنہ	ابو العلاء عبید البرکات محمد طیب برکاتی بدایونی	.	.
ج			
جمع الفوائد	علامہ محمد بن محمد بن سلیمان رودانی	.	.

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
الجامع الصغیر	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	سنہ ۸۴۹ھ	سنہ ۹۱۱ھ
الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد مصریؒ	.	سنہ ۸۰۰ھ
جامع بیان العلم	علامہ ابن عبد البر قرطبی اندلسیؒ	.	سنہ ۴۶۳ھ
جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور ان کے جوابات	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ مہاجر مدنیؒ	سنہ ۱۳۱۵ھ	سنہ ۱۴۰۲ھ

ح

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
حصن حصین	علامہ جزریؒ	سنہ ۷۵۱ھ	سنہ ۸۳۳ھ
حجۃ اللہ البالغۃ	الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	سنہ ۱۱۱۴ھ	سنہ ۱۱۷۶ھ
حیوٰۃ الحیوان	الشیخ کمال الدین الدمیریؒ	.	.

خ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن احمد بن عبد اللہ بخاری سرخسیؒ	.	سنہ ۵۴۲ھ
خطبات حکیم الاسلام	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	.	سنہ ۱۴۰۳ھ
خلافت و ملوکیت	سید ابو الاعلیٰ مودودی	سنہ ۱۳۲۱ھ	سنہ ۱۳۹۹ھ

د

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
درمختار شرح تنویر الابصار	محمد بن علاء الدین حصکفی دمشقیؒ	سنہ ۱۰۲۵ھ	سنہ ۱۰۱۱
درر البحار	شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف قونوی دمشقیؒ	.	سنہ ۷۸۸ھ
در منثور	امام جلال الدین سیوطیؒ	سنہ ۸۴۹ھ	سنہ ۹۱۱ھ

ڈ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
ڈاڑھی کا وجوب	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی	سنہ ۱۳۱۵ھ	سنہ ۱۴۰۲ھ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری	سنہ ۱۹۴۲ء	مد ظلہم
ر			
ردالمحتار علی الدرالمختار معروف بہ شامی	علامہ ابن عابدین شامیؒ	سنہ ۱۱۹۸ھ	سنہ ۱۲۵۲ھ
رسالۃ العبودیہ	علامہ ابن تیمیہؒ	سنہ ۶۶۱ھ	سنہ ۷۲۸ھ
روح المعانی	ابوالفضل علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادیؒ	۔	سنہ ۱۲۷۰ھ
روح البیان	الشیخ اسمٰعیل حقی البروسوی	۔	سنہ ۱۱۳۷ھ
رضاخانی مذہب	مولانا ریاض احمد قاسمی فیض آبادی	۔	مد ظلہم
ز			
زاد المعاد	حافظ ابن قیم حنبلیؒ	۔	۔
زبدۃ المناسک	قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	سنہ ۱۲۴۴ھ	سنہ ۱۳۲۳ھ
زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک (جدید)	مولانا الحاج شیر محمد صاحب سندھیؒ	۔	۔
س			
سنن بیہقی	امام بیہقی احمد بن حسین	سنہ ۳۸۴ھ	سنہ ۴۵۸ھ
سراجی	امام سراج الدین محمد بن محمد بن عبدالرشید السجاوندی	۔	۔
سیرت مصطفےٰ	شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	۔	سنہ ۱۳۹۴ھ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
ستر با ادب	حکیم مولوی حشمت علی	.	.
ش			
شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی	۲۲۹ھ	۳۲۱ھ
شامی (رد المحتار مسمّی الدر المختار)	سید محمد امین المعروف بہ ابن عابد بن شامی	۱۱۹۸ھ	۱۲۵۲ھ
شرح شرعۃ الاسلام	رکن الاسلام امام زادہ محمد بن ابوبکر جوغی	.	.
شمیم الریاض ترجمہ شفاء قاضی عیاض	مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی (سن ترجمہ ۱۳۲۶ھ)	.	.
شرح سفر السعادت	شاہ عبد الحق محدث دہلوی	۹۵۸ھ	۱۰۵۲ھ
شمس الضحٰی فی اعفاء اللحٰی			
ص			
صدق جدید (ہفتہ وار)	ایڈیٹر مولانا حکیم عبد القوی صاحب		دامت برکاتہم
ط			
طحاوی شریف	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی	۲۲۹ھ	۳۲۱ھ
طحطاوی علی الدر المختار	سید احمد طحطاوی	.	۱۲۳۳ھ
طحطاوی علی مراقی الفلاح		.	.
ظ			
ظفر الاسلام	. . .	.	.

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
ع			
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ	سنہ ۷۶۲ھ	سنہ ۸۵۵ھ
عین الہدایہ	مولانا السید امیر علی (مترجم فتاویٰ عالمگیری)		
عمدۃ الفقہ	مولانا شاہ زوار حسین پاکستانی (سن تالیف جلد اول سنہ ۱۳۹۴ھ)	.	.
عالمگیری	شاہ اورنگ زیبؒ عالمگیر کے حکم سے مجلس علماء ہند نے مرتب کیا	.	.
عمدۃ الانام	مولانا مولوی محمد یار حسین حنفی گوپامئوی	.	.
غ			
غایۃ الاوطار	مولانا احمد حسن نانوتویؒ	.	سنہ ۱۳۱۲ھ
غنیۃ الطالبین	محبوب سبحانی شاہ عبد القادر جیلانیؒ	سنہ ۴۷۰ھ	سنہ ۵۶۱ھ
غنیۃ الناسک	مولانا الحاج حسن شاہ محدث رامپوری مہاجر مکیؒ	.	.
ف			
فتح الباری شرح صحیح بخاری	علامہ ابن حجر عسقلانی	سنہ ۷۷۳ھ	سنہ ۸۵۲ھ
فیض الباری شرح صحیح بخاری	المحدث الکبیر السید مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ	سنہ ۱۲۹۲ھ	سنہ ۱۳۵۲ھ
فتح ربانی	پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ	سنہ ۴۷۰ھ	سنہ ۵۶۱ھ
فتح القدیر (شرح ہدایہ)	علامہ ابن ہمامؒ	سنہ ۷۸۸ھ	سنہ ۸۶۱ھ
فتاویٰ قاضی خان	امام فخر الدین حسن ابن منصور اوزجندیؒ		سنہ ۵۹۲ھ
فتاویٰ سراجیہ	علامہ سراج الدین اوشیؒ	.	.

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
فتاوی عالمگیری	اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے علمائے ہند نے مرتب کیا	۔	۔
فتوح الغیب	پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی	سنہ ۴۷۰ھ	سنہ ۵۶۱ھ
فتح المغیث	امام شمس الدین محمد سخاوی	۔	۔
فتاوی دارالعلوم قدیم	۱۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی	سنہ ۱۲۷۵ھ	سنہ ۱۳۴۷ھ
	۲۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی	سنہ ۱۳۱۴ھ	سنہ ۱۳۹۶ھ
فتاوی دارالعلوم مدلل و مکمل	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی	سنہ ۱۲۷۵ھ	سنہ ۱۳۴۷ھ
	مرتب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم		
فوائد عثمانی	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی	۔	سنہ ۱۳۶۹ھ
فیصلہ خصومات از محکمہ دارالقضاۃ	مولانا عبدالرؤف صاحب جگنپوری (سن طباعت سنہ ۱۳۵۲ھ)		
فضائل درود شریف	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی	سنہ ۱۳۱۵ھ	سنہ ۱۴۰۲ھ
فضائل حج	" " " "	"	"
فضائل نکاح	حضرت مولانا صدیق احمد بن سید احمد باندوی	۔	مدظلہم
فتاوی اہل السنن لہدم الفتن	مرتب ناظم نشر و اشاعت اہل سنت مارہرہ البریلوی	۔	۔

ق

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
القاموس المحیط	امام مجد الدین محمد بن یعقوب	۔	۔
قہر القہار علی اصول الکفار و عوبۃ الکفار	حکیم مولوی حشمت علی	۔	۔

ک

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
کفایہ شرح ہدایہ	سید جلال الدین کرلانی خوارزمی	۔	۔
کتاب الاذکار	شیخ الاسلام محی الدین نووی	سنہ ۶۳۰ھ	سنہ ۶۷۷ھ

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
کتاب الاعتصام	علامہ ابو اسحاق شاطبی غرناطیؒ	۔	سنہ ۷۹۰ھ
کتاب المدخل	علامہ ابن الحاج مالکیؒ	۔	۔
کفایۃ المفتی	مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ	سنہ ۱۲۹۲ھ	سنہ ۱۳۷۲ھ
م			
مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوریؒ	سنہ ۲۰۴ھ	سنہ ۲۶۱ھ
موطا امام مالکؒ	امام دار الہجرہ امام مالکؒ	سنہ ۹۳ھ	سنہ ۱۷۹ھ
موطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانیؒ	سنہ ۱۳۵ھ	سنہ ۱۸۹ھ
مسند امام احمد	امام احمد بن حنبلؒ	سنہ ۱۶۴ھ	سنہ ۲۴۱ھ
مسند دارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمیؒ	سنہ ۱۸۱	سنہ ۲۵۵ھ
مشکوۃ شریف	شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب عمری تبریزیؒ	۔	سنہ ۷۴۰ھ
مرقاۃ شرح مشکوۃ	علی بن سلطان محمد ہروی المعروف بہ ملا علی قاریؒ	۔	سنہ ۱۰۱۴ھ
مظاہر حق	نواب قطب الدین محدث دہلویؒ	سنہ ۱۲۱۹ھ	سنہ ۱۲۸۹ھ
مجمع بحار الانوار	علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنیؒ	سنہ ۹۱۳ھ یا سنہ ۹۱۰ھ	سنہ ۹۸۶ھ
معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	سنہ ۱۳۱۳ھ	سنہ ۱۳۹۶ھ
معارف القرآن	شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	۔	سنہ ۱۳۹۴ھ
مجمع الانہر	عبد الرحمن بن شیخ محمد آفندیؒ	۔	۔
مراقی الفلاح	ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفیؒ	سنہ ۹۹۴ھ	سنہ ۱۰۶۹ھ
مجالس الابرار	شہاب الدین احمد آفندی رومی حنفیؒ	۔	۔
ما لا بد منہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	سنہ ۱۱۴۳ھ	سنہ ۱۲۲۵ھ
مدارج النبوۃ			

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	.	۱۳۱۲ھ
مجموعہ کمالات عزیزی	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ	۱۲۳۹ھ
مأتہ مسائل	شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی	۱۱۹۶ھ یا ۱۱۹۷ھ	۱۲۶۲ھ
علیۃ المساجد فی آداب المساجد	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی	۱۳۱۳ھ	۱۳۹۶ھ
مجموعہ فتاوی قدیم	ابو الحسنات علامہ عبد الحی لکھنوی	۱۲۶۴ھ	۱۳۰۴ھ
مجموعہ فتاوی مترجم	مترجم مولانا خورشید عالم دیوبندی	.	.
مسلم الحجاج	مولانا مفتی سعید احمد سابق مفتی اعظم سہارنپور	.	.
مفید الوارثین	مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندی	.	۱۳۶۴ھ
مکتوبات خواجہ معصوم سرہندی	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	۹۷۱ھ	۱۰۳۴ھ
مکتوبات	خواجہ محمد معصوم سرہندی ابن امام ربانی مجدد الف ثانی	.	.
ملفوظات حضرت تھانوی	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۲۸۰ھ	۱۳۶۲ھ
مناجات مقبول			.
معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	.	مدظلہم
مقدمہ الشہاب الثاقب	جناب انوار احمد ایم کام ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور پاکستان		زید مجدہ
مودودی مذہب	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب پاکستانی	.	مدظلہم
مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری	اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی	.	.
منتہی الارب فی لغۃ العرب	شیخ الطاہر	.	.

اسمار کتب	اسمائے مصنفین	سن ولادت	سن وفات
مخزن المفردات	.	.	.
مصباح اللغات	.	.	.
ن			
نسائی شریف	ابو عبدالرحمن احمد ابن شعیب خراسانی نسائیؒ	سنہ ٢١٥ھ	سنہ ٣٠٣ھ
نووی شرح مسلم	شیخ الاسلام محی الدین نوویؒ	سنہ ٦٣٠ھ	سنہ ٦٧٧ھ
نصب الرایہ	جمال الدین یوسف زیلعی	.	سنہ ٧٦٢ھ
نصاب الاحتساب	ضیاء الدین محمد بن عمر سنامیؒ	.	سنہ ٧٢٥ھ
نور الایضاح	ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالیؒ	سنہ ٩٩٤ھ	سنہ ١٠٦٩ھ
نفع المفتی والسائل	ابو الحسنات علامہ عبدالحیٔ لکھنوی	سنہ ١٢٦٤ھ	سنہ ١٣٠٤ھ
نشر الطیب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سنہ ١٢٨٠ھ	سنہ ١٣٦٢ھ
ماہنامہ نظام	از کانپور		
و			
وعظ الطہور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سنہ ١٢٨٠ھ	سنہ ١٣٦٢ھ
وعظ العلم والخشیۃ	" " " "	"	"
وعظ الہدیٰ والمغفرۃ	" " " "	"	"
ھ			
ہدایہ اولین	امام ابو الحسن برہان الدین علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانیؒ	سنہ ٥١١ھ	سنہ ٥٩٣ھ
ہدایہ آخرین	" " " "	"	"
	(تمت)		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ العَقائد

مودودی صاحب کی سبائی ذہنیت

سوال (۱۶۴۱) ہمارے شہر میں ایک امام اور خطیب صاحب مودودی جماعت کی طرف میلان اور رجحان رکھتے ہیں اور ان کی تائید کرتے ہیں، کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، ان کی امامت کیسی ہے؟ مودودی صاحب کے نظریات کے متعلق معلوم ہوا کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ ان کی امامت کیسی ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائینگے، بینوا توجروا۔

الجواب:- حامداً ومصلیاً ومسلماً، آپ کی مسجد کے امام اور خطیب صاحب مودودی جماعت کو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی تنقیص اور ان کی شان میں صریح گستاخی کے بعد بھی حق پر سمجھتے ہیں اور ان کی جماعت کو اہل حق کی جماعت قرار دیتے ہوئے ان کا تعاون کرتے ہیں، یہ افسوسناک ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے

راضی ہوئے) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہ بڑی کامیابی ہے) نیز ارشاد فرمایا أُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں) أُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی کی) أُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (یہ لوگ راہِ راست پر ہیں) أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے (قرآن مجید) وغیرہ وغیرہ کامیابی کی سندیں خدا کی جانب سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عطا کی گئی ہیں اس کے بعد بھی ان پر تنقید کرنے کا کس کو حق ہے؟

ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ قبول کرلیا کرو اور جس چیز سے تم کو روکدیں تم رک جایا کرو) (سورۂ حشر) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جس چیز کا میں تم کو حکم دوں اس پر عمل کرو، اور جس چیز سے منع کردوں اس سے رک جاؤ (ابن ماجہ ص۳)

اب ملاحظہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ (میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو) اگر کوئی حقیقی معنی میں مومن ہو تو اس کے لئے یہی ایک جملہ کافی ہے کہ وہ صحابہ کے معاملہ میں اپنی زبان نہ کھولے مگر کیا مودودی صاحب نے اس پر عمل کیا ہے؟ اور کیا ان کو اس کا پاس

ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ مزید ارشاد فرمایا
لَا تَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا (میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا)
کیا اس فرمان کی مودودی صاحب نے خلاف ورزی نہیں کی ہے؟ آگے مزید
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فمن احبّهم فبحبّی احبّهم ومن
ابغضهم فببغضی ابغضهم (جس نے ان سے محبت کی پس میری محبت
کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض
رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا) سچے مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ان
دو شقوں میں سے پہلی شق کا مصداق بنے اور صحابہؓ سے محبت کا ثبوت دے
مگر مودودی صاحب بجائے اس کے صحابۂ کرام رضؓ کی شان میں گستاخی کرکے
دوسری شق کا مصداق بنتے ہیں۔ پھر آگے مزید حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں ومن آذاهم فقد آذانی (جس نے ان کو ایذا پہونچائی
اس نے مجھے ایذا پہونچائی) کیا یہ معمولی بات ہے؟ ومن آذانی فقد اذی
اللہ (جس نے مجھے ایذا پہونچائی اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی) یہ اس سے
بھی سخت وعید ہے۔ آگے اور سنئے! ومن آذی اللہ فیوشك ان
یاخذہ (اور جو اللہ کو ایذا پہونچائے قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑلے)
کیا ایسی سخت وعید کے بعد بھی کوئی ادنیٰ درجہ کا مسلمان صحابہؓ کی شان میں
گستاخی کی جسارت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں کرسکتا! مگر مودودی صاحب نے خوب
دل کھول کر جسارت کی ہے۔ اس کے کچھ نمونے آگے آرہے ہیں۔ اس حدیث
کی تائید میں ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (بے شک
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں

لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) نیز فرمان خداوندی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں)

ان آیتوں کے مضمون پر غور کیجئے کہ یہ کتنی سخت وعید ہے، کیا مودودی صاحب متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کر کے اس وعید کے مستحق نہیں بنے؟

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا رأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرّکم (جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم میں برا ہو) (ترمذی شریف ۲۲۶/۲) (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴)

ظاہر ہے کہ صحابی کے مقابلہ میں غیر صحابی ہی برا ہو سکتا ہے اور اس وعید کا وہی مستحق ہوگا

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں و قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی ومن سبّھم فعلیہ لعنۃ اللہ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے (غنیۃ الطالبین ص۱۶۵/۱ عربی)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں من ابغض الصحابۃ وسبّھم فلیس لہ فی المسلمین حق۔ جو صحابہؓ سے بغض رکھے اور ان کو برا کہے تو اس کا مسلمانوں میں کوئی حق نہیں۔ (مظاہر حق ص۲۹۶/۴)

امام ابو زرعہ رازیؒ جو امام مسلمؒ کے اجلّہ شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں

اذا رأیت الرجل ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق و ذلک ان القرآن حق والرسول حق و ماجاءبہ حق وما ادّی ذلک الینا کُلّہ الا الصحابۃ فمن جرحہم انما اراد ابطال الکتاب والسنۃ فیکون الجرح بہ الیق والحکم علیہ بالزندقۃ والضلالۃ اقوم واحق۔

یعنی! جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابۂ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اس لئے کہ قرآن حق ہے، رسولؐ حق ہیں، اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ سب برحق ہے، اور یہ چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہی ہیں تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے لہذا خود اسی کو مجروح کرنا زیادہ بہتر ہے اور اسی پر گمراہی و زندقہ کا حکم لگانا زیادہ مناسب ہے اور وہی اس کا زیادہ حقدار ہے (فتح المغیث ص ۳۷۵ ۔ مظاہر حق ج ۴ ص ۲۲)

شیخ طریقت حضرت شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ما آمن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر نہیں کی وہ (گویا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۲۷ مکتوب ص ۱۲ فارسی)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں من نطق فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ فہو صاحب ھوی۔ جس نے صحابہؓ کے بارے میں ایک بات بھی کہی تو وہ بدعتی اور گمراہ ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۵۵ عربی)

ان وعیدوں اور علماء حقہ کی ان ہدایات کے بعد بھی کیا کوئی شخص یہ ہمت کرسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں زبان درازی کرے

اور ان کو برا بھلا کہے جس سے لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت و محبت گھٹ جائے مگر مودودی صاحب نے بڑی جسارت سے صحابہؓ کی شان میں زبان درازی کی ہے اور ان کا تقدس و عظمت کم کرنے کی ناکام سعی کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

(١) چونکہ احد کے میدان میں مسلمانوں کی شکست کا سبب ہی یہ ہوا کہ ان کے اندر صبر کی بھی کمی تھی اور ان کے افراد سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئی تھیں جو خدا ترسی کے خلاف تھیں (تفہیم القرآن ص ۲۸۲ ج ۱)

(۲) احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقعہ پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے (تفہیم القرآن ص ۲۸۷ ج ۱)

(۳) سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، سود لینے والوں میں حرص و طمع، بخل اور خود غرضی، اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض و حسد - احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا (تفہیم القرآن ص ۲۸۸ ج ۱)

مودودی صاحب کے ایک رفیق مولوی صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں :-

برسوں کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میدان جنگ میں لائے اور باوجودیکہ ان کی ذہنیت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے (ترجمان القرآن ۱۳۵۵ھ ص ۲۹۳ بحوالہ مودودی مذہب ص ۵۹)

(۴) امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضہ ہے نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے (خلافت و ملوکیت، ص۱۱۰ بار سوم)

کیا یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی ...... الخ سے بغاوت نہیں ہے۔

(۵) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے" ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھار کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتے دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے، کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔

(خلافت و ملوکیت ص۱۶۴ بار سوم)

یہ حضرت معاویہؓ پر سراسر بہتان ہے، مودودی صاحب نے اس موقعہ پر پانچ حوالے دیکر یہ باور کرانا چاہا ہے کہ مندرجہ بالا بات بالکل صحیح ہے، حالانکہ یہ حوالے قطعاً غلط ہیں، یہ کس قدر بددیانتی اور شدید بہتان ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان بابت جون ۱۹۷۹ء مطابق رجب ۱۳۹۹ھ

مجلہ ۲۴ شمارہ ۶)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بے بنیاد اور غلط باتیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے ان کی سخت ہتک کی ہے، حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خصوصی طور پر دعا فرمائی ہے اللّٰھم اجعله ھادیًا مھدیًا واھدِبهِ (اے اللہ معاویہ کو ہادی (ہدایت دینے والا) اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت نصیب فرما) (ترمذی شریف ص ۲۲۵ ج ۲) آپ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اس اعتبار سے آپ تمام مسلمانوں کے ماموں ہوتے، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں اور ادر ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے اسلئے حضرت معاویہؓ خال المومنین ہوئے اور جس طرح اہل بیت ذوی القربیٰ سے محبت رکھنا مومن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتے داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے (سیرت المصطفیٰ ص ۵۳ ج ۳)

ناظرین غور کریں! جو کچھ مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کی شان میں لکھا ہے اس کے ذریعہ انھوں نے محبت کا ثبوت دیا ہے یا بغض کا؟

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ومن یکون یطعن فی معاویة ذاك کلب من کلاب الھاویة

ترجمہ: جو شخص حضرت معاویہ پر طعن کرتا ہے تو وہ ھاویہ (یعنی جہنم) کے کتوں میں کا ایک کتا ہے (نسیم الریاض)

مودودی صاحب نے اسی پر بس نہیں کیا اس سے ایک قدم آگے بڑھکر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام (جو کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک معصوم ہیں) پر بھی رکیک حملے کئے ہیں اور ان کی شان میں کبھی نازیبا الفاظ لکھے ہیں، ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرماں روا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن صفحہ ۳۲۷/۴)

(۲) اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں چنانچہ حضرت داؤد علیہ السّلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقعہ پر تنبیہ کی گئی کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۂ ص) ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی (تفہیمات ص۱۶۱ طبع پنجم)

(۳) حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق لکھا ہے :- اصل بات یہ ہے کہ انبیاء بھی انسان ہی ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے جو مؤمن کے لئے مقرر کیا گیا ہے، بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقعہ پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کیلئے اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ الیٰ قولہ۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ انھیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمھاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔

(تفہیم القرآن ص۳۴۳، ۳۴۴ جلد دوم۔ سورۂ ہود)

(۴) سیدنا یوسف علیہ السّلام کے اس ارشاد: اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ "مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگراں مقرر کر دیجئے" کے متعلق مودودی صاحب نے لکھا ہے: "یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ (DICTATORSHIP) کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص۱۲۹ طبع سوم۔ ص۱۲۲ طبع پنجم)

(۵) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے: "قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ اور غالباً انھوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔"

(تفہیم القرآن ص۳۱۲ طبع سوم)

مودودی صاحب کی یہ عبارت تیسرے ایڈیشن کی ہے جسے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن (ص ۵۴۸، ج ۴) میں نقل فرمایا ہے بعد کے ایڈیشنوں میں یہ عبارت اس طرح باقی نہیں ہے مگر اس کا کوئی اعلان نہیں کیا کہ لوگوں کو صحیح صورت حال معلوم ہو جاتی۔ کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتے اور اس کا اعلان کر دیتے کہ میں نے یہ بات غلط لکھی ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے اس طرح نہیں کیا۔ ہاں یہ تو ہوا کہ جب ان کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا تو بعد کے ایڈیشن میں وہ عبارت نکال دی گئی لیکن رجوع کا اعلان نہیں کیا۔ اگر اعلان کر دیا جاتا تو وہ لوگ جن کے پاس سابقہ

ایڈیشن ہے اپنی کتاب کی اصلاح کر لیتے اور گمراہ نہ ہوتے۔

(۲) سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے :- یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی بس ایک فوری جذبہ نے جو شیطانی تحریض کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔ (تفہیم القرآن ص ۱۳۳ / ۳۲)

سرور دو عالم فخر موجودات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے۔

(الف) رسول اللہ نہ فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے، کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے .... الخ (ترجمان القرآن جلد ۸۵ شمارہ اپریل ۱۹۷۶ء بعنوان " اسلام کس چیز کا علمبردار ہے " بحوالہ مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں ص ۲۹)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :- " آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر اور انسانوں کے مانند نہیں بلکہ انسانوں میں ایسے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت " یعنی انسانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں زمین و آسمان کا فرق ہے، آپ سب سے اعلیٰ وارفع ہیں، آپ کی طرف بشری کمزوریاں کو منسوب کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی اور فساد عقیدہ کی طرف مشیر ہے۔

(ب) اور ایک جگہ مودودی صاحب نے لکھا ہے :- حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔

(ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء بحوالہ مودودی مذہب ص ۱۱)

اس عبارت میں بھی ترمیمات کی ہیں جو مودودی مذہب میں درج ہے مگر اسکے بعد بھی توہین علیٰ حالہ باقی رہتی ہے جیسا کہ مودودی مذہب کے مصنف نے لکھا ہے، تفصیل کے لئے مودودی مذہب کا مطالعہ کیا جائے ۔

مودودی صاحب کا ایک انوکھا اور غیر اسلامی دعویٰ ملاحظہ ہو:- انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، الٰہ، رب، دین اور عبادت کے اصلی معنی اور مفہوم اور ان کی صحیح مراد ایک محدود مدت کو چھوڑ کر تقریباً تیرہ سو برس تک علمار کرام، مجتہدین، محدثین، مفسرین، مجددین فقہاء اور مشائخ طریقت پر مخفی رہی، اور ان میں سے (الٰہ، رب، دین، عبادت) ہر ایک اپنی وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہمات کیلئے خاص ہوگئے اور ان بنیادی اصطلاحات پر پردہ پڑجانے کی وجہ سے قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہوگئی، اور اب طویل عرصہ کے بعد ان اصطلاحات کا اصلی مفہوم اور ان کی حقیقی روح براہ راست مودودی صاحب کے قلب و دماغ پر نازل ہوئی ہے گویا ان پر وحی آئی (معاذ اللہ) بدیں عقل و دانش بباید گریست

اور کسی نے خوب کہا ہے

بدگوہر را علم و فن آموختن ۔۔۔ دادن تیغ است بدست راہزن

ان کے اس دعوئی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تیرہ سو برس تک پوری امت غلط چیز پر عمل پیرا اور گمراہ رہی ہے، اور قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم کی حقیقی روح سے ناواقف رہی ہے، اور کسی نے اس روح کو سمجھا ہی نہیں چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ ہوں کہ امام شافعی، امام مالک ہوں یا امام احمد، امام بخاری ہوں یا امام مسلم، امام ترمذی ہوں یا امام ابوداؤد، امام نسائی

ہوں یا ابن ماجہ، شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں یا خواجہ معین الدین چشتی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوں یا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ اور اب صدیوں بعد وہ حقیقت مودودی صاحب پر منکشف ہوئی ہے، ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں:-

"عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا تھا، اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ الٰہ کے کیا معنی ہیں اور رب کسے کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ ان کی بول چال میں پہلے سے مستعمل تھے انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے، اسی طرح عبادت اور دین کے الفاظ بھی ان کی بولی میں پہلے سے رائج تھے ان کو معلوم تھا کہ عبد کسے کہتے ہیں، عبودیت کس حالت کا نام ہے، عبادت سے کونسا رویہ مراد ہے اور دین کا کیا مفہوم ہے .... لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا ...... نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصلی مدعا ہی سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا ......

پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کے عقائد و اعمال میں جو نقائص نظر آ رہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۸-۹-۱۰)

ان کے اس غیر اسلامی دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے حضرت مولانا ابو الحسن

علی ندوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں :۔ ان الفاظ کے معنی و مفہوم متعین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ان کی تشریح اور اپنے عمل سے ان کی تعیین کر دی ہے، یہ معنی و مفہوم امت میں عملی و لفظی طور پر تواتر و تسلسل سے چلے آ رہے ہیں اور ساری امت اس کو جانتی اور مانتی ہے (عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح ص۲۳)

نیز فرماتے ہیں :۔ سورۂ حجر میں فرمایا گیا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن مجید) اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، فضل و احسان جتانے کے موقعہ پر حفاظت کے وعدے کے اعلان میں اس کے مطالب کا فہم ان کی تشریح، اس کی تعلیمات پر عمل، اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہے، ایسی کتاب کی کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے، اور اس کی حفاظت کا کیا فائدہ اور نتیجہ ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے نہ سمجھی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی تفسیر کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی معرکۃ الآراء کتاب "ازالۃ الخفاء" میں لکھتے ہیں۔

اللہ فرماتا ہے کہ قرآن مجید کی توضیح ہمارے ذمہ ہے، ہم ہر زمانہ میں ایک جماعت کثیر کو قرآن مجید کی وضاحت غریب الفاظ کی تشریح اور اسباب نزول کے بیان کی توفیق دیتے رہیں گے تاکہ ان کا صحیح مصداق لوگوں کے

سامنے آجائے، اس کا نمبر حفظ قرآن و تبلیغ قرآن کے بعد ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تشریح و تفسیر کرنے والے تھے، قرآن مجید کے مصاحف میں محفوظ و مدوّن ہو جانے اور اس کی تلاوت کا رواج عام ہو جانے کے بعد تفسیر کی باری آئی اور عملی طور پر ایسا ہی ہوا، چنانچہ حضرت ابن عباس سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

"إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ" کے واضح اور مؤکد وعدۂ الٰہی کے بعد یہ سمجھنا کہ قرآن مجید کے ایسے کلیدی الفاظ جن کے بغیر اس کے مطالب و معانی احکام و مطالبات تک رسائی ممکن نہیں صدیوں تک مغلق و مقفل رہے، آیت کے مفہوم و منشا کے خلاف ہے

(عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح ص۱۷ تا ص۲۹)

ایسے فاسد العقیدہ امیر اور ان کے معتقدین و متبعین کو اہل حق سمجھنے والے اور ان کا بھرپور تعاون کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہونا چاہئے، وہ ظاہر ہے، عیاں راچہ بیاں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا اکابر علماء دیوبند پر کذب و افتراء اور اس کا مفصل جواب

(سوال ۱۲۲) ہماری مسجد کے امام صاحب بدعت نواز ہیں بلکہ اپنے اقوال و افعال سے بدعتوں کی ترویج اور اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں، اور رضا خانی علماء کی طرح وہ بھی اکابر علماء دیوبند حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت سہارنپوری، حضرت تھانوی کو برا بھلا بلکہ کافر و مرتد تک کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور وہ اس بات پر بڑی پختگی سے قائم ہیں اس وجہ سے مسجد میں اختلاف ہو گیا ہے اور دو فریق

بن گئے ہیں ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے اکابر کی طرف جو باتیں منسوب کرکے کفر کے فتوے دیتے ہیں ان باتوں کی حقیقت کیا ہے ؟ ایسا معلوم ہوا ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے ان تمام باتوں کو اپنے اوپر الزام قرار دیتے ہوئے ان غلط باتوں سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو آپ ان تمام باتوں کو مفصل تحریر فرمادیں امید ہے کہ آپ کا فتویٰ آنے پر انشاء اللہ بہت سے مسلمان ان کی دھوکہ دہی اور فریب کاری سے بچ جائیں گے اور اصل حقیقت ان کے سامنے آجائے گی، نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء عرب نے بھی علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے، کیا یہ صحیح ہے ؟ امید ہے کہ آپ مفصل جواب تحریر فرمائیں گے بینوا توجروا ۔

الجواب :۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً، اکابر علماء دیوبند کی طرف جو عقائد منسوب کئے گئے ہیں وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں، وہ حضرات ان عقائد باطلہ سے بالکل بری ہیں، بلکہ ان حضرات نے ان عقائد باطلہ سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور زبانی وتحریری اعلان کیا ہے کہ رضاخانی ہماری طرف جو عقائد منسوب کرتے ہیں وہ ہمارے عقائد نہیں ہیں اور ہم خود ایسے شخص کو جو یہ عقائد باطلہ رکھتا ہو کافر سمجھتے ہیں۔ ان اعلانات اور براءت کے بعد بھی ان کی طرف یہ عقائد منسوب کرنا اور معاذ اللہ ایسے خاصان خدا کو کافر ومرتد کہنا کسی طرح ایک امام مسجد بلکہ ایک کلمہ گو کے شایان شان نہیں ہوسکتا ۔

حقیقت یہ ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی جن جن عبارتوں کو نقل کرکے ان پر اعتراضات کئے ہیں اور کفر کے فتوی لگائے ہیں ان تمام عبارتوں کے نقل کرنے اور ان کی تشریح میں صریح خیانت سے کام لیا گیا ہے اور ان کو لعنۃ اللہ علیٰ

الکاذبین کا بھی خیال نہیں رہا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم یہاں صرف حضرت نانوتوی کی تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے اس کو واضح کرینگے اور حضرت نانوتوی کی عبارت کا صحیح مطلب اختصار کے ساتھ پیش کرینگے اور خود حضرت نانوتوی کا بیان نقل کرینگے، بقیہ تین حضرات نے جو بیانات دیئے ہیں صرف انہی کے نقل پر اکتفا کریں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ آپ (معاذ اللہ) ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں، چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے:۔

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اس نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا، عوام کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ" (حسام الحرمین مع تمہید ایمانی ص ۱۰۱)

تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں بے انتہا خیانت سے کام لیا گیا ہے، جو عبارت حسام الحرمین میں مسلسل پیش کی گئی ہے، درحقیقت یہ پوری عبارت کتاب کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی ہے، چنانچہ اس عبارت میں

(۱) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" یہ فقرہ صفحہ ۱۴ سطر ۱۵-۱۶-۱۷ کا ہے
(تحذیر الناس مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند)

(۲) بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق

نہ آئے گا'' یہ عبارت صفحہ ۲۸ سطر ۔۔ کی ہے۔

(۳) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یہ عبارت صفحہ ۳ سطر ۲-۵ کی ہے

ناظرین ملاحظہ کریں کتنی صریح خیانت ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا بھی خیال نہیں ہے۔ حضرت نانوتوی پر افتراء کرنے اور کفریہ مضمون بنانے کے لئے کتاب کے متفرق صفحات سے عبارت اخذ کرکے اس طرح پیش کی گئی ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ پوری عبارت تحذیر الناس کی ہے حالانکہ یہ مسلسل عبارت تحذیر الناس میں نہیں ہے، مزید خیانت یہ کی کہ فقروں کی ترتیب بھی بدل ڈالی ہے اس طرح کہ صفحہ ۱۴ کا فقرہ پہلے لکھا ہے اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا پھر صفحہ ۳ کا کیا مجدد ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان کے ایسے کارنامے ہوتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ایسے تصرف سے ہر ایک کے کلام میں بلکہ کلام اللہ میں بھی معانی کفریہ پیدا کئے جا سکتے ہیں، کوئی بددین معاذ اللہ تصرف کرکے یوں کہہ سکتا ہے ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون (معاذ اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تینوں قسم کی خاتمیت ثابت فرماتے ہیں، خاتمیت ذاتی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی۔

خاتمیت زمانی:- یعنی آپ کا زمانۂ نبوت اس عالم مشاہدہ میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آخر میں ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر عمل کریں گے ان کے تشریف لانے سے آپ کے آخری نبی اور نبی آخر الزماں ہونے پر کوئی اثر

نہیں پڑسکتا) آپ کا آخری نبی ہونا ایسا مسلم اور اجماعی عقیدہ ہے کہ اس کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی انکار کرے بلکہ شبہ کرے تو وہ بلا شبہ کافر ہے۔

خاتمیت مکانی: یعنی یہ زمین جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے وہ تمام زمینوں میں بالاتر اور آخری ہے اس کے اوپر کوئی زمین نہیں تو مکانی اعتبار سے بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم ہیں۔

خاتمیت ذاتی جس کو خاتمیت مرتبی بھی کہتے ہیں یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موصوف بالعرض ۔۔۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس قدر کمالات اور مراتب قرب الٰہیہ ہیں وہ سب آپ میں بالذات موجود ہیں اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام بلکہ جملہ مخلوقات کو جو کمالات حاصل ہوئے وہ آپ ہی کی ذات اقدس کے واسطہ سے حاصل ہوئے، تو آپ اس حیثیت سے بھی خاتم ہیں کہ تمام کمالات اور مراتب قرب و کمال آپ پر ختم ہیں۔ جو مضمون حضرت نانوتوی قدس سرہ بیان فرماتے ہیں یہی مضمون مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے ۔۔۔

وعظ "الظہور" میں ہے۔ ؎

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود ❊ مثل او نے بود و نے خواہند بود

آپ اس سبب سے خاتم ہوئے ہیں کہ فیوض و علوم کے جود و عطا میں آپ کا مثل نہ ہوا اور نہ ہوگا، کمالات کے تمام مراتب آپ پر ختم ہوگئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ (صرف) خاتم زمانی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ خاتم مطلق ہیں زماناً بھی اور کمالاً بھی۔ اور خاتمیت کے یہ معنی جو اس شعر میں مع شعر مابعد کے مذکور

ہیں وہ وہ ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں بیان فرمائے ہیں جس پر مبتدعین نے مولانا کے خلاف بے حد شور مچایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار مولانا کو ملے نہیں ورنہ سہولت کے ساتھ فرما دیتے کہ خاتمیت کے یہ معنی بیان کرنے میں میں تنہا نہیں ہوں ، مولانا روم نے بھی اس کو لیا ہے۔

قال رحمہ

چونکہ در صنعت برد استاد دست ۔۔۔ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ست

تمثیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو جب کسی صنعت (فن) میں استاد سبقت لیجاتا ہے تو تم اسکو کہتے نہیں یعنی یہ کہتے ہو کہ صنعت تجھ پر ختم ہے ، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم کمالات ہیں یعنی آپ کا مثل کمالات میں کوئی نہیں ہے ، پس یہ معنی ہیں ذاتی خاتمیت کے ، یعنی ختم زمانہ کے ساتھ آپ اس طرح بھی خاتم ہیں۔

(وعظ الظہور ص ۴۵ حضرت تھانویؒ)

جب آپ کیلئے نبوت بالذات ثابت ہے تو یہ وصف آپ کیلئے لازم ہوا آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ، چنانچہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کُنتُ نبیاً و آدم بین الماء والطین اور سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا ، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لانبی بعدی ، لیکن بطریق فرض سمجھو کہ اگر بفرض محال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ خاتم ذاتی ہونے کی حیثیت سے خاتم النبیین رہیں گے ، اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ کے لئے ختم زمانی ثابت نہیں بلکہ ختم زمانی تو آپ کیلئے قرآن احادیث اور اجماع سے ثابت ہے ، یہاں تو صرف یہ بیان کرنا مقصود

ہے کہ آپ کا منبع الکمالات ہونا ایسا وصف ہے کہ اگر کسی محال اور ناممکن بات کو بھی فرض کرلو جب بھی وہ وصف آپ کے لئے بدستور باقی رہتا ہے، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ نے جو تعبیر اختیار فرمائی ہے، قرآن مجید میں بھی اسی کی نظیر یہ تعبیر موجود ہے ارشاد خداوندی ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ، آپ کہئے اگر خدائے رحمٰن کے ولد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ فوائد عثمانی میں ہے: یعنی اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کیلئے بیٹے بیٹیاں تجویز کی جائیں، آپ کہہ دیجئے اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہو تو پہلا شخص میں ہوں جو اس کی اولاد کی پرستش کرے۔ (فوائد عثمانی) اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کے لئے ولد کا ہونا بالکل محال ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ میں صاف اعلان ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں، اسی طرح حضرت نانوتویؒ کے مضمون کا مقصود ہے۔

یہ مختصر مضمون تحذیر الناس کی اس تقریر کا خلاصہ ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت ذاتی کو ثابت فرمایا ہے، اب حضرت نانوتویؒ کی عبارت "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" کا مطلب اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس عبارت میں خاتمیت سے مراد خاتمیت ذاتی ہے، اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ خاتمیت زمانی کا انکار فرما رہے ہیں۔ خاتمیت زمانی تو آپ کا عقیدہ ہے اور آپ خود ایسے شخص کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین زمانی نہ مانے، اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز سمجھے، تحذیر الناس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے بلکہ تحذیر الناس کا موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی کی حمایت وحفاظت ہے

بالخصوص ختم نبوت زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں، اس کی عبارتیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، اور پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی بکثرت اس قسم کی تصریحات موجود ہیں، بعض بطور نمونہ مناظرۂ عجیبہ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اوّل المخلوقات ہیں۔
(مناظرۂ عجیبہ ص۳۹)

(۲) خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں
(مناظرۂ عجیبہ ص۳۹)

(۳) خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کیلئے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا (مناظرۂ عجیبہ ص۵۰)

(۴) ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیتِ زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔
(مناظرۂ عجیبہ ص۴۰)

(۵) بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تأمل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (مناظرۂ عجیبہ ص۱۰۳)

ان تمام عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمائیے، کیا اس کے بعد بھی آپ کی طرف یہ غلط عقیدہ منسوب کرنا صحیح ہوسکتا ہے ؟۔

✣ ✣ ✣

(٢)

قطب العالم حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ آپ نے یہ فتوی دیا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کذب (جھوٹ) بولتا ہے۔

آپ پر یہ صراحۃً بہتان و الزام ہے، آپ اپنی زندگی میں اس کا انکار فرماتے رہے ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص یہ ناپاک عقیدہ رکھے یا زبان سے یہ ناپاک جملے کہے وہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ میں ہے

استفتاء :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں، اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :- ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جائے معاذ اللہ تعالیٰ اسکے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا وہ ہرگز مومن نہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ الخ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳/۱۱)

(۲۷)

تاج المحدثین، سراج المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ پر یہ افترار کیا گیا ہے کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ شیطان لعین کا علم (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔

یہ اعتراض بھی بالکل بے حقیقت اور سراسر بہتان ہے۔ اس اعتراض کے متعلق خود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تھا، آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے، وہ سوال و جواب الشّہابُ المِدرار میں شائع ہو چکا ہے، کچھ اختصار کے ساتھ اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف مخدوم و مکرم جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دامت برکاتہم۔

بعد عرض تحیۂ ماثورہ عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حسام الحرمین میں آپ کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے (معاذ اللہ) امور ذیل دریافت طلب ہیں

(۱) کیا اس مضمون کی آپ نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے؟ (۲) اگر تصریح نہیں کی تو بطریق لزوم کے اشارۃً یا کنایۃً بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳) اگر آپ نے یہ مضمون نہ صراحۃً بیان فرمایا نہ اشارۃً نہ کنایۃً آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر؟ (۴) جس عبارت

کہ خان صاحب بریلوی براہین قاطعہ سے نقل کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیاہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الوصول الی الصواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بندہ پر جو الزام لگایا ہے وہ بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے، چنانچہ براہین قاطعہ ص۲ میں یہ عبارت موجود ہے، بس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب اور شرف و کمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا، خانصاحب بریلوی نے یہ مجھ پر اتہام لگایا ہے اس کا حساب توروز جزا ہوگا۔ یہ کفری مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحۃً ہے نہ کنایۃً —— الی قولہ ——
غرض خان صاحب بریلوی نے محض اتہام اور کذب بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی اور فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کرسکے، چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ خانصاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیاہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہوگا، میں اس سے بالکل بری اور پاک۔ وکفیٰ باللہ شہیداً۔

اہلِ اسلام عبارات براہین قاطعہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب صاف اور واضح ہے۔

حررہ خلیل احمد مہر | خلیل احمد |

(از۔ السحاب المدرار)

(۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے حفظ الایمان میں یہ لکھا ہے۔ "غیب کی باتوں کا علم جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ ہر پاگل بلکہ ہر جانور ہر چارپایہ کو حاصل ہے" (نعوذ باللہ)

یہ بھی حضرت تھانوی پر اتہام اور الزام ہے۔ حفظ الایمان پر اس اعتراض کے متعلق خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے استفتاء کیا گیا، حضرت نے جو جواب دیا وہ بسط البنان اور السحاب المدرار میں طبع ہو چکا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب دامت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اسلئے امور ذیل دریافت طلب ہیں

۱۔ آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں کی تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے۔

۳۔ آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

۳۔ اگر آپ نے ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے تو آپ
کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ
مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ ۔ بینوا توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی اللہ عنہ۔

الجواب ـــــ مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ ـــــ السلام علیکم

آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے یہ خبیث مضمون (غیب
کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور
ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور
لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔ چنانچہ اخیر میں عرض کرونگا

۳۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں کبھی اس
کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر عرض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے؟

۴۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں
اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور
تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا
آپ کے سوالات کا ـــ الی قولہ ـــــ میرا میرے سب بزرگوں کا عقیدہ
اور قول ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے
کے باب میں یہ ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(البسط البنان مع حفظ الایمان ص ۹-۱۰)

مولوی نذیر احمد خان رام پوری نے براہین قاطعہ کی عبارات سے غلط مطلب
نکال کر ایک خط مع چند اعتراضات سید الطائفہ حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر

مکی قدس سرہٗ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس میں بہت کچھ سب و شتم تکفیر و تضلیل کے الفاظ لکھے۔ ہم یہاں ان میں سے چند اعتراضات اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا جواب موقع کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض :۔ براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے، یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں، اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے

دوسرا اعتراض :۔ براہین قاطعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت میں جملہ مخلوقات کے برابر کہہ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے برابر کر دیا۔ اور ہامان و فرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو گئے، یہ کفر کی بات ہے۔

تیسرا اعتراض :۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا ہے الخ

نقل خط حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

نحمد اللہ الحلیم القدیر الدیان الذی کشف بمحض فضلہ علیٰ من اصطفیٰ من عبادہ حقائق العلوم والبیان و نصلی و نسلم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسیما علیٰ اشرف الرسل والانبیاء سیدنا محمد ن المصطفیٰ والہ و صحبہ النجباء الاتقیاء: اما بعد ــــ

از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفا اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد سلام تحیۃ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ

سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح و توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

جواب اول: واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے، اور خلاف ہے نص صریح کی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ــــ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ــــ وغیرہا آیات کہ وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص و کذب وغیرہ سے رہا خلاف علماء کا جو دربارۂ وقوع یا عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے، اس کی تحقیق میں طول ہے ــــــــ الی ان قال، امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرۃ باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شئی ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل حق پر مخفی نہیں ــــ پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیاء کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہوگئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے بھی اسی طرح تحریر فرمایا ہے ــــ ملاحظہ ہو ــــ الطاعۃ عمل الجنۃ ۔ والمعصیۃ عمل النار ۔ وبعد ذلک الامر الیہ ان شاء اثاب ولعذبنا منا بغیر عمل ۔ وذالک الغیب ۔ فعال لما یرید ۔ لا یسئل عما یفعل وھم

یسألون - لو ادخل واحداً من الانبیاء والصالحین النار کان عدلاً و کان ذلک الحجۃ البالغۃ - یجب علینا ان نقول صدق الامیر - ولا نقول بلم و کیف - ھذا یجوز ان یکون ولو کان لکان عن عدل وحق - وھو شیٔ لا یکون ولا یفعل شیئاً من ذالک -

یعنی - جنت (حاصل ہونے) کا عمل طاعت ہی ہے اور دوزخ کا عمل معصیت۔ اس کے بعد اختیار خدا کو ہے کہ اگر چاہے تو عمل کے بغیر ہی کسی کو ثواب دیدے اور چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو عذاب دے ۔ وہ مالک و مختار ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے کئے کی اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی، اور دوسروں سے باز پرس ہوگی، اگر وہ انبیاء اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں ڈالدے تب بھی وہ عادل ہی رہے گا اور یہ حجت بالغہ ہوگی (کہ مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے) ہمارے اوپر واجب ہے کہ یوں کہیں کہ حاکم بہرحال سچا ہے اور ہم چون وچرا نہیں کرسکتے۔ ایسا ہونا (کہ حق تعالیٰ مستحق جنت کو دوزخ میں ڈالدے) امکان اور جواز کے درجہ میں ضرور داخل ہے اور اگر ایسا ہو تو عین انصاف اور حق ہو گا (ظلم یا کذب نہ ہوگا) البتہ یہ ایسی بات ہے کہ وقوع میں نہ آئے گی اور وہ ایسی بات کرے گا نہیں۔ (الفتح الربانی ص۱۴۴ مجلس ۱۶)

نیز فرماتے ہیں و ذالک لان اللہ عزوجل لایجب علیہ لاحد حق ولا یلزمہ الوفاء بالعھد .... الخ۔ یہ بات اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں اور نہ کسی وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے جسے چاہے نعمت دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کرکے رہتا ہے جو کرتا ہے اس سے اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی اور بندوں سے باز پرس ہوتی ہے۔

(فتوح الغیب ص۱۱۱ مقالہ ۱۶)

جواب ثانی :- مثل ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشریت میں شریک و مثل ہونا جولوث کے بنص قرآنی ثابت ہے اس کا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف میں مثل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع اوصاف میں مثل ہوا کریں سو برابری کا دعویٰ کوئی نہیں کرتا، خود براہین قاطعہ میں آیت انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھدیا ہے کہ جملہ یوحیٰ الیّ سے علو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امتیاز معلوم ہوگیا، شاید آپ نے براہین کی اگلی عبارت کو بنظر انصاف نہیں دیکھا اس لئے تکفیر علماء وصلحاء پر مبادرت کرکے اپنا خیال نہ کیا۔ یہ طعن تو در پردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات تک پہنچتا ہے کیونکہ انما انا بشر مثلکم کے اظہار و بیان کا ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب باری جل وعلیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب ثالث :- اسی طرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا بلکہ قیود وات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر و قیام کرنے والوں کو مبتدع و روافض لکھا بلکہ عقیدہ یا عمل پر یہ حکم حرمت و مشابہت روافض و ہنود کا لگایا ہے، چنانچہ خود فتویٰ جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ میں یہ امر صریح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں بھی اسی کو ظاہر کیا ہے۔ انصاف شرط ہے۔

(از افسانہ عبرت ص۵۵ تا ص۵۸ مصنفہ جناب مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب چرتھاولی)

رہا یہ دعویٰ کہ عرب کے علماء نے بھی ان حضرات کی تکفیر کی ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علماء دیوبند کی جن جن کتابوں کے حوالے

سے رسالہ مرتب کر کے علماء عرب کے سامنے پیش کیا تھا وہ سب کتابیں (مثلاً تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان) اردو میں تھیں اور علماء عرب اردو نہیں جانتے تھے جیسا کہ خود ان علماء عرب نے جب علماء دیو بند پر چھبیس ۲۶ سوالات بھیجے تو اس کے شروع میں لکھا ہے ——

ایہا العلماء الکرام والجہابذۃ العظام قد نسبہ الی ساحتکم الکریمۃ اناس عقائد الوہابیۃ واتوا باوراق ورسائل لا نعرف معانیہا لاختلاف اللسان فنرجوا ان تخبرونا بحقیقۃ الحال ومرادات المقال، یعنی اے علماء کرام اور سرداران عظام تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے اس لئے امید کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت حال سے مطلع کرو گے۔

(التصدیقات لدفع التلبیسات ص ـ)

علماء عرب کی اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے طور پر جو کچھ مرتب کر کے ان کے سامنے پیش کیا ان علماء نے خاں صاحب پر اعتماد کر کے اس کی تصدیق کر دی، لیکن جب ان علماء عرب کے سامنے اصل حقیقت پیش ہوئی تو وہ سخت نادم ہوئے اور اپنے فتووں سے رجوع کیا اور علماء دیو بند پر چھبیس ۲۶ سوالات لکھ کر بھیجے جن کے جوابات محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (مصنف بذل المجہود شرح ابی داؤد) نے لکھے اور اس زمانہ میں ہندوستان کے اکابر علماء نے ان جوابات کی تصدیق کی اور لکھا کہ ہمارے یہی عقائد ہیں۔ وہ جوابات علماء حرمین شریفین (زادہما اللہ عزاً وکرامۃً) اور دیگر علماء عرب کے سامنے پیش ہوئے تو ان حضرات نے جوابات ملاحظہ کر کے ان جوابات کی تصدیق اور علماء دیو بند کو صحیح العقیدہ بتایا، چنانچہ ان جوابات کی

تصدیق کرتے ہوئے کسی نے لکھا "جو کچھ مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اس میں شک نہیں ہے" تو کسی نے لکھا "کہ جو کچھ اس میں ہے اس کو بالکل مذہب اہل سنت کے مطابق پایا اور کسی مسئلہ میں گفتگو کی گنجائش نہ پائی۔"

چھبیس (۲۶) سوالات اور ان کے جوابات اور عرب علماء کی تصدیقات اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکی ہے جس کا نام "المہند علی المفند معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات" ہے

تفصیل دیکھنا ہو تو مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کیا جائے۔

موقع کی مناسبت سے شیخ العرب والعجم مولانا حاجی شاہ امداد اللہ چشتی فاروقی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کا والا نامہ ملاحظہ ہو (حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو رضا خانی بھی اپنا بڑا مانتے ہیں، چنانچہ رضا خوانی مولوی عبدالسمیع ساکن رامپور ضلع سہارنپور نے اپنی کتاب "انوار ساطعہ" کے صفحہ ۲ پر حاجی صاحب کے متعلق یہ القاب لکھے ہیں۔ جناب مرشدی و مولائی حضرت حاجی شاہ امداد اللہ عم فیوضہم" حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے اس مکتوب گرامی سے ان بزرگان دین کی حقانیت و علو مرتبت و عاشق رسول ہونے پر اچھے طریقہ سے روشنی پڑتی ہے)

نقل والا نامہ عنبر شمامہ اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم مولانا المحترم الحاج الحافظ امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ چشتی ۔ بخدمت محبان عموماً ۔ ان دنوں بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے اس میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوء ظن رکھتے ہیں کہ ہم مولوی صاحب کو کیسا سمجھیں، لہٰذا فقیر کی جانب

سے مشتہر کرادو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی اور فاضل حقانی ہیں سلف صالحین کا نمونہ ہیں جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ہیں شب وروز خدا اور اس کے رسول کی رضامندی میں مشغول رہتے ہیں، حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں مولانا مولوی اسحاق صاحب کے بعد ہیں اس قسم کا فیض علم دین کا مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے، ہندوستان میں مولوی صاحب فرد واحد ہیں، مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے، ہر سال میں پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر ان سے سند لیتے ہیں، اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہیں محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں، حق گو ہیں لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہیں، خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہیں، اشاعت سنت اللہ پیشہ ہے بدعقیدوں کو خوش عقیدہ بنانا ان کا حرفہ ہے، ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیمیا اور اکسیر اعظم ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے، یہی اللہ والوں کی علامت ہے، متقی اور تارک الدنیا ہیں، راغب الی الآخرۃ ہیں، تصوف اور سلوک میں کامل ہیں، امیر وغریب ان کے نزدیک یکساں ہیں سب کی طرف توجہ برابر ہے لاحق ہیں، فقیر نے جو کچھ ان کی شان میں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق ہے۔

(ضیاء القلوب کی عبارت یہ ہے: مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند، اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ او شان بجائے من و من بمقام او شان و صحبت او شان را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند ——— یعنی ——— مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ جو کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں [illegible] ان کو

مجھ سے بڑھ کر سمجھیں، اگرچہ بظاہر معاملہ الٹا ہوگیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوگیا (یعنی وہ میرے مرشد ہوتے برعکس میں ان کا مرشد ہوگیا) ایسی شخصیتیں اس زمانہ میں نایاب ہیں، ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں۔ ضیاء القلوب ص ۲۲)

اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے کے ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے، میرے دو بازو ہیں ایک مولوی محمد قاسم مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک جو باقی ہے اس کو بھی نظر لگاتے ہیں، میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے میں بھی بدعات کو برا سمجھتا ہوں جو مولوی صاحب کا امور وغیرہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا و رسول کا مخالف ہے، اور بعض جہلا جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے طریقت بغیر شریعت خدا کے نزدیک مقبول نہیں۔ صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے، قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کے پہچاننے کے واسطے اتباع سنت کسوٹی ہے جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو شخص بیہودہ ہے خرق عادت تو دجال سے بھی بہت ہوں گی خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو نہیں ہے اور مروج بدعات ہے وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں یہ امر باعث اتباع سنت کے ہے کسی کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں ع آپ ایسے ہیں جو معتقد میرے نہیں۔ مولوی صاحب وہ شخص ہیں کہ خواص کو چاہئے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں۔

اور ان کی صحبت کو خیر کثیر سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سنا دے اور نہ تحریر کرے، مجھ کو ان امور سے سخت ایذاء ہوتی ہے، عجب بات ہے کہ میرے لخت جگر کو ایذاء پہونچا دیں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں، ہرگز نہیں، مولوی صاحب حنفی المذہب صوفی المشرب باخدا ولی کامل ہیں ان کی ذات کو غنیمت سمجھیں۔ مہر حاجی امداد اللہ بمکہ معظمہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

امداد اللہ فاروقی

(از الشہاب الثاقب)

(فیصلہ خصومات ص۴۲ ص۴۳ ص۴۴) (براءۃ الابرار ص۴۲، ص۴۵)

موقع کی مناسبت سے دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور اس فتویٰ پر محدث کبیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصدیق اور دیگر علماء کبار کی تحریر ملاحظہ کیجئے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و ہادیان شرع متین اس بارہ میں کہ جو شخص ان بزرگان دین کو کہ جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں (نعوذ باللہ منہ) وہابی یا کافر بتلا دے تو اس شخص کو کہ فرکہنا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔ فقط

عاصی محمد نور الحق عباسی امروہوی ملازم محکمہ پیمائش خاص
ضلع ہزاری باغ صوبہ بہار بانا مورخہ ۲ مئی ۱۹۱۷ء

(۱) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
(۲) جناب مولانا سید احمد صاحب شہید رحمہ
(۳) جناب مولانا امانت اللہ صاحب غازی پوری رحمہ

(۴) جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی
(۵) جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری
(۶) جناب مولانا محمد علی صاحب مونگیری
(۷) جناب مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی مہاجر مکی
(۸) جناب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی مفتی ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
(۹) جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی
(۱۰) جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی
(۱۱) جناب مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی
(۱۲) جناب مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھی
(۱۳) شمس العلماء مولانا عبدالحق صاحب حقانی سابق ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ
(۱۴) شمس العلماء جناب مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ
(۱۵) جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
(۱۶) جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی
(۱۷) جناب مولانا ظہیر احسن صاحب محدث نیموی ضلع پٹنہ
(۱۸) جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری ضلع بجنور۔

الجواب

حدیث شریف میں ہے من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جس نے میرے دوست اور ولی سے دشمنی کی اس کو میں اطلاع دیتا ہوں اپنی لڑائی کی۔ یعنی اس کا مقابلہ مجھ سے ہے، پس ظاہر ہے کہ جس مردود کا مقابلہ اللہ و رسول سے ہو اس کا کہاں ٹھکانہ ہے سوائے جہنم کے ــــ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

الحدیث، اہم ایسے مردود کے پیچھے جو علماء ربانیین اور اولیاء اللہ کی توہین کرے اور ان کو کافر کہے نماز درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

مہر

۵ رمضان المبارک [illegible]ھ

(۲) تحریر شریف عمدۃ الفقہاء و اسوۃ الاصفیاء جناب مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند

الجواب صواب۔ ایسا شخص کہ جو سوال میں مذکور ہے خود خوفِ کفر ہے، اور انشاء اللہ دنیا سے بے ایمان جائیگا۔ فقط

محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

(۳) تحریر شریف شمس فلک الشریعت و بدر سماء الطریقت حضرت مولانا الحاج مولوی حافظ سید غلام محی الدین صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

ان حضرات پر کلمہ کافر کا کہنا خود اسی پر عائد ہوتا ہے، توبہ کرے، بدون توبہ کے نماز اس کے پیچھے جائز نہیں، اس لئے کہ ان حضرات کی تصدیق جناب علماء حرمین شریفین کے یہاں سے ہو کر آئی ہے کہ نہ کافر ہیں نہ بدعتی ہیں نہ غیر مقلد۔ فقط

حررہ العبد الراجی غلام محی الدین عفی عنہ۔

(۴) تحریر شریف فاضل عصر کامل دہر زبدۃ الفہوم جناب مخدوم حاجی عبداللہ صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی ان بزرگوار مذکورہ صاحبان کو کافر کہے یا کہ بدگمانی کرے وہ مسلمان نہیں بلکہ وہ کافر، مرتد ہو جاتا ہے۔

الراقم مخدوم حاجی عبداللہ سکنہ دولت ضلع جہلم۔

(۵) تصدیق احق محقق سید العلماء امام الفضلاء حضرت میر عبداللہ بادشاہ خراسانی

رحمۃ اللہ علیہ۔

اگر ہر کسے ایں علمائے دین را حرف سبّ دکذب بگوید بقرار مرکتاب اللہ خود آں شخص کافر و مرتدی باشد۔ فقط

دستخط۔ میر عبداللہ بادشاہ خراسانی۔

(۲) تحریر شریف قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین ہادی راہ طریقت واقف رموز حقیقت جناب مولانا محمد بدرالدین شاہ صاحب پھلواروی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام مسنون! سلام کے بعد واضح ہو کہ اس سوال میں جتنے لوگوں کا نام لکھا ہوا ہے اور ان کی نسبت میرا خیال اور میری سمجھ سے سوال کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں ان میں سے کسی کو بھی کافر نہیں جانتا، خاص کر شیخ احمد سرہندی کابلی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کو تو اولیاء اللہ میں بڑے عالی درجہ کا ولی سمجھتا ہوں اور ایک میں ہی نہیں، ہندوستان سے لے کر عرب، مصر، شام و روم تک لاکھوں آدمی ان کی ولایت کے قائل ہیں، یہ بزرگ علوم دین میں عالم تھے سنت نبوی کے رواج دینے والے، بدعات کو دور کرنے والے تھے، ان کے بعد کثیر اولیاء اللہ نے جو دوسرے طریقوں کے تھے ان کی ولایت کو تسلیم کیا ہے، تو ان کو کافر کہنے والا مرنے تک اپنے اس قول سے توبہ نہ کرے تو اسکے خاتمہ خراب ہونے کا خوف ہے۔

علماء اسلام دینی مسائل میں صحیح جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، گو مقتضائے بشریت کبھی کبھی ان سے اس میں خطا ہو جاتی ہے، اس سوال میں جتنے لوگوں کا نام لکھا گیا ہے ان سے بھی مسائل کے جواب میں کبھی کبھی لغزشیں صرزد ہوئی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی معصوم نہیں، لیکن ان لغزشوں کے سبب سے میں انھیں

اہل ایمان کے زمرہ سے خارج نہیں کرتا اور کافر نہیں جانتا، اور ان سے بغض نہیں رکھتا ہوں، بلکہ میں دعا کرتا ہوں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

رقمہ العبد المسکین محمد بدر الدین القادری الفلواروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷ شعبان دوشنبہ ۱۳۳۵ھ

(۷) الجواب :- جامع علوم نقلیہ جمیع فنون عقلیہ حامی سنت بیضاء ماحی بدعت ظلماء مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کلکتہ علیہ الرحمہ۔

ان بزرگان دین کو اگر وہ شخص بلا تاویل کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے بلکہ اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(ماخوذ از شہابِ الحق مطبوعہ مبارک پریس مراد آباد ۱۳۳۲ھ)

(بحوالہ رضا خانی مذہب ص ۲۱۹ تا ص ۲۲۳)

مزید ایک اور فتویٰ عارف باللہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند مع دیگر اکابر علماء کے جوابات و تصدیقات پر مشتمل ہے پیش کیا جاتا ہے، یہ فتویٰ اس زمانہ میں رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے جس کا نام "الختم علی لسان الخصم" ہے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی رسالہ سے جوابات و تصدیقات نقل کئے جاتے ہیں، جس کو تفصیل دیکھنا ہو وہ مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دیوبند [illegible] دیوبند وتلامذہ ومعتقدین حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز حجۃ اللہ فی الارض فخر الاسلام والمسلمین وحضرت مولانا مولوی

رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز رشید الحق والملّۃ والدین امور حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نانوتوی قدست اسرارہم نے تحذیر الناس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمِ زمانی کا انکار فرمایا ہے۔

(۲) خان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدست اسرارہم اللہ تعالیٰ کے کذب بالفعل کو جائز کہتے ہیں اور معاذ اللہ جو خدا کو جھوٹا کہے اور اس عیب کا صدور اس سے جائز کہے وہ کافر و فاسق نہیں۔

(۳) نیز خان صاحب مولانا خلیل احمد صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔

(۴) خان صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ جیسا علمِ غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور کو حاصل ہے اور ان تمام مضامین کو حسام الحرمین میں لکھا ہے اور علمائے حرمین شریفین سے تکفیر کا فتویٰ حاصل کیا ہے۔ اب امور ذیل دریافت طلب ہیں

(۵) آیا امور مذکورہ واقعی حضرات موصوفین نے صراحۃً یا اشارۃً بیان فرمائے ہیں، اگر بیان نہیں فرمائے تو آپ حضرات کا ان امور کی نسبت کیا اعتقاد ہے؟ اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ آپ حضرات کے اور آپ کے اساتذہ کرام کے نزدیک کیسا شخص ہے صاف صاف بیان فرمایئے تاکہ حق واضح ہو جائے۔

(۶) جن عبارات کو خان صاحب نقل فرما کر ان مضامین مذکورہ کی صراحت کا دعویٰ

فرماتے ہیں وہ مضامین ان عبارات سے اگر صراحۃً نہیں تو لزوماً بھی نکل سکتے ہیں یا نہیں
(۵) اگر لزوماً بھی ان عبارات کا مفاد وہ مضامین کفریہ نہیں ہیں تو کسی اور جگہ ان مضامین کو صراحۃً یا ضمناً بیان کیا ہے، بینوا توجروا۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے ان سوالات کے جوابات بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، اور جواب ختم کرتے ہوئے ان سوالات کا نمبر وار اختصاراً کے ساتھ بھی جواب تحریر فرمایا ہے یہاں اسی کے نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"اب ہم کو اور مستفسرہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہی مگر بغرض توضیح و تحقیق ہر سوال کے متعلق نمبر وار موافقت دیانتداری سے کچھ عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) تحذیر الناس میں ختم زمانی کا انکار کہیں نہیں کیا بلکہ اس کا ثبوت مدلل تحذیر الناس اور دیگر تحریرات حضرت مولانا قدس سرہ میں بوضاحت موجود ہے اور منکر ختم زمانی کو کافر کہا ہے۔

(۲) حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں جس میں کذب بالفعل باری تعالیٰ نعوذ باللہ واقع یا ممکن الوقوع فرمایا ہے بلکہ ایسے عقیدہ کو اپنے فتوی میں صریح کفر تحریر فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے

(۳) مولانا خلیل احمد صاحب نے ہرگز ہرگز اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ علم ابلیس نعوذ باللہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اور بڑھ کر ہے اور نہ ان کا یہ عقیدہ ہے ایسے عقیدہ کو مولانا مسلمہ باطل اور کفر فرماتے ہیں۔

(۴) مولانا اشرف علی صاحب نے یہ مضمون صریح غلط اور کفر کسی تحریر میں نہیں لکھا کہ نعوذ باللہ آپ کا علم غیب بچہ اور پاگل بلکہ ہر جانور کے برابر ہے ایسے مضامین علماء حرمین شریفین کو لکھنا اور فتوی حاصل کرنا سخت بے حیائی اور سراسر

افترار ہے۔

(۵) یہ مضامین کاذبہ کفریہ حضرات موصوفین نے کسی کتاب میں صراحۃً یا اشارۃً کبھی ہرگز بیان نہیں فرمائے جو ایسا عقیدہ رکھے وہ ہمارے بزرگوں کے اعتقاد میں دجال و مضل ملعون کافر زندیق ملحد اور اس شیطان کا بھی استاد ہے جو اکابر دین اور اولیاء اللہ کی تکفیر کا دلدادہ ہو۔

(۶) جن عبارات سے مجدد البدعات اپنے مضامین افترار اور اختراع کردہ کو بالتصریح ثابت کہتے ہیں ان سے اشارۃً اور لزوماً بھی قیامت تک وہ مضامین اہل فہم وانصاف کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتے۔

(اگر تفصیل منظور ہو تو السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار اور توضیح البیان فی حفظ الایمان ملاحظہ کی جائے۔ اس میں نہایت وضاحت سے ان عبارات کا مطلب بیان کیا گیا ہے ۱۲۔)

(۷) ان مضامین مستفسرہ کفریہ کا اثر نہ تحریرات مسئولہ میں ہے اور نہ ان حضرات کی تحریرات باقیہ اور دیگر تالیفات میں کہیں پتہ اور نشان صراحۃً یا ضمناً اصالۃً یا تبعاً کہیں ایسے مضامین خبیثہ کا کسی تقریر و تحریر میں اصلاً اثر نہیں اور نہ ان کے اتباع میں ان صریح کفریات کا کوئی معتقد — ان حضرات پر ایسے لغویات کا افترار اس قدر بے اصل اور جھوٹ ہے کہ نادان جاہل معتقدین بریلوی کو تو میں نہیں کہہ سکتا مگر بریلوی خان صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ یاروں کی کارسازی ہے جس کی اصل کچھ بھی نہیں ہے جس کا نتیجہ انشاء اللہ دنیا میں ناکامیابی اور آخرت میں خسران ہے اعاذنا اللہ و المسلمین من ذلک واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین۔

یا الٰہ! ہمارے اکابر پر اور ہم پر اہل بدعات کے یہ وہ اتہامات ہیں جن سے ہم بفضلہ تعالیٰ بالکل بری ہیں ......الخ۔

کتبہ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی تصدیق

جن حضرات اربعہ کے متعلق یہ استفسارات ہیں بندہ بحمد اللہ ان حضرات کے علم و عقائد و اقوال اور حالات سے پورا واقف ہے اور بلا واسطہ ان حضرات کے مقالات و حالات کو بکثرت سنا اور دیکھا ہے مجھ کو پورا یقین اور اطمینان ہے کہ جو باتیں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ ایسی تہمت بے اصل ہیں کہ مفتری کا تو ذکر کیا ہے ان امور کی تصدیق کرنے والوں پر بھی مجھکو سوء عاقبت کا اندیشہ ہے۔ اعاذنا اللہ والمسلمین من ذلک ان حضرات کے علماً و عملاً اور متبع سنت اور اہل حق ہونے میں ادنیٰ تأمل اہل ایمان اور اہل انصاف کا کام نہیں جو حضرات ان میں سے موجود ہیں ان کو دیکھ لو اور جن کی جا بجا تصانیف ملاحظہ فرما لو انشاء اللہ ناواقفیت سے جو بھی کسی کو خلجان ہوگا وہ جاتا رہے گا اسلئے بندہ اس فتوی کی لفظاً لفظاً تصدیق کرتا ہے۔

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند کی تصدیق

خدائے ذوالجلال کو شاہد بنا کر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے موجودہ اکابر و اصاغر و حضرت والد ماجد فخر الاسلام والمسلمین مولانا مولوی الحاج الحافظ محمد قاسم نانوتوی و حضرت رشید الاسلام والمسلمین استاذنا و مرشدنا مولانا مولوی الحاج

رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما اور جس قدر مدرسین و منتظمین و ممبران مدرسہ عالیہ دیوبند ہیں سب کے یہی عقائد ہیں، جو فتویٰ میں مذکور ہوئے، ہمارے مخالفین نے جو ہم پر بلاوجہ بہتان بندی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے اور جن عبارات تحذیر الناس و براہین قاطعہ و حفظ الایمان کی نسبت خان صاحب بریلوی نے افترا کیا ہے ان کا صحیح مطلب رسالہ السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار، و توضیح البیان فی حفظ الایمان میں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد احمد مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز

"ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے۔"

محمد مسعود احمد عفی عنہ ابن حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہ العزیز گنگوہی

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی کا بیان

کفیٰ باللہ شہیدًا اگر ہم زید و عمرو درکنار ان بزرگوں کی عظمت کے منکر ہوں، خدائے ذوالجلال کے حضرت کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ادنیٰ خیال کریں، حضور سرور عالم کی شان علم و فضل میں کسی مخلوق کو مساوی کہنے والے [illegible] کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اہل اسلام ہماری جانب سے بالکل مطمئن ہو جائیں مدرسہ عالیہ دیوبند کے جملہ منتظمین و مدرسین اصولاً و فروعاً بفضلہ تعالیٰ حنفی ہیں۔ خان بریلوی نے خلاف علم و دیانت جن عبارات کا غلط مطلب بیان کر کے مخلوق کو گمراہ کیا ہے ان کا صحیح مطلب السحاب المدرار، توضیح البیان میں ملاحظہ فرمائیں، ان رسائل کے مطالعہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ہر طالب حق کے اطمینان کی امید ہے واللہ تم ھذا الہادی الی الصواب۔

احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند

حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری کی تصدیق

بندہ نے خان بریلوی کے تمام الزامات کو بغور دیکھا ان کی بنا محض نفسانیت پر پائی چنانچہ عبارات منقولہ تحذیر الناس و مناظرہ عجیبہ سے ظاہر ہے اسکے علاوہ قبلہ نما جو ۱۲۹۵ھ میں تحریر ہوا گویا حضرت مولانا نانوتوی مرحوم و مغفور کی آخر التصانیف ہے اس کی بھی چند عبارتیں نقل کرتا ہوں جن سے ختم زمانی صراحۃً ثابت ہوتی ہے — الیٰ قولہ —

بالجملہ اہل اسلام بالکل مطمئن ہوجاویں کہ خانصاحب اور اہل بدعت نے جو اتہامات اکابر اہل اسلام دیوبند کی طرف منسوب کئے ہیں بالکل بے اصل اور لغو ہیں علمائے دیوبند سچے اور پکے حنفی ہیں بزرگان دین کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ خود بفضلہ تعالیٰ بزرگ اور اولیاء کبار میں داخل اور سلاسل اولیاء میں شامل ہی نہیں بلکہ خود صاحب سلسلہ ہیں یہاں جیسے سلسلہ علم ظاہری ہے اسی طرح تعلیم باطنی کا فیض بھی ویسے ہی جاری ہے .... اھ

محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ ابن شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

خادم الطلباء دارالعلوم دیوبند ادامہ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان

بندۂ ہیچمدان نے بحمد اللہ ان حضرات قدسی صفات کی تصانیف کا بجرات و مرات مطالعہ کیا اور جہاں تک فہم نے یاری دی ہم نے ان کو خوب سمجھنے کی کوشش کی اور معاصر مخالفین کے اعتراضات کو بغور دیکھے اور سنے لیکن خدا کا ہزار ہزار

شکر ہے کہ ان حضرات کے دامن تقدس کو ان خرافات سے پاک پایا جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جس قدر مخالفین کی نکتہ چینیاں سنیں اسی قدر اپنے حضرات سے عقیدت بڑھتی گئی چنانچہ (بحول اللہ وقوتہ) بندہ اپنے دائرۂ فہم کے موافق اُن مضامین کا مطلب بتلانے کے واسطے ہر شخص کے مواجہ تیار ہے جن کو مخالفین نے اپنی سفاہت سے مخدوش ٹھہرایا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ ان حضرات کی نسبت جس طرح کی بہتان بندیاں کی گئی ہیں ان سے پہلے بھی اسی طرح کے لغو عقائد حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق حاسدوں نے مشہور کئے ہیں جن کا دھندلا سا نشان کتاب الیواقیت والجواہر وغیرہ میں مل سکتا ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ نہ ان کو اس قسم کے حملوں سے کچھ گزند پہنچ سکا اور نہ ہمارے اکابر کو، نعم الوفاق واللہ الموفق۔

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

دیگر اکابر علماء دیوبند کے بیانات و تصدیقات

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے بندہ غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند	ہمارا اور ہمارے مقتدر بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے احقر الزمان – گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند
ہمارا یہی اعتقاد ہے بندہ محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	ہمارا اور ہمارے مقدس بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے ننگ اسلاف حسین احمد حسنی حنفی مدرس دارالعلوم دیوبند

اشہدان انہ معتقدنا ومعتقد مشائخنا ۔

بندہ سید حسن عفی اللہ عنہ چاند پوری مدرس دارالعلوم دیوبند

(الختم علی لسان الخصم)

مزید ایک اور فیصلہ ملاحظہ ہو۔

اس زمانہ میں ایک مشہور اسلامی ریاست " ریاست بھوپال " تھی اس کے ماتحت دارالافتاء، دارالقضاء، مجلس العلماء اور محکمہ دینیات قائم تھے۔
رنگون سے فرقۂ رضاخانی کی طرف سے اکابر علماء دیوبند کی تکفیر کے متعلق ایک استفتاء ریاست بھوپال بھیجا گیا اس کا جواب ریاست بھوپال کے دارالافتاء کی جانب سے دیا گیا جو ستر صفحات پر مشتمل ہے، جس میں تفصیل سے غیر جانبدارانہ طور پر مشارالیہ عبارات کا صحیح مطلب بیان کیا گیا ہے اور جواب کے آخر میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے: "یہ علماء کرام الزامات سے بالکل صاف اور پاک ہیں جو کہ مندرجۂ استفتاء ہیں لہٰذا ان حضرات کی تکفیر کسی طرح نہیں ہو سکتی" یہ پورا فتویٰ قابل مطالعہ ہے، طوالت کے خوف سے اسے یہاں نقل نہیں کیا جاتا، البتہ جواب سے پہلے چند تمہیدی کلمات درج ہیں ان کو ذیل میں نقل کیا جائیگا، اس فتویٰ پر ریاست بھوپال کے مجلس العلماء، محکمۂ دینیات اور دارالقضاء کے اراکین کے تصدیقی دستخط ہیں اور ان کے علاوہ تقریباً ۹۸۵ علمائے کرام ومشائخ عظام ومفتیان کرام کے تصدیقی دستخط ہیں، یہ پورا فتویٰ مع تصدیقات کے مورخہ ۲۳ شوال ۱۳۵۲ھ میں "فیصلہ خصومات از محکمۂ دارالقضاۃ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اب وہ تمہیدی کلمات ملاحظہ ہوں۔

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

آپ کے استفسارات کے جوابات حوالۂ قلم ہیں حسب ہدایت جناب والا

کتب مندرجہ استفتاء بغور دیکھیں، ان سب کتب میں وہ مضامین جو کہ بعض متعصبین پیش کرتے ہیں کسی جگہ نہ پائے۔ تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، فتاوی رشیدیہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کافر کہنا اور ان کی طرف ان عقائد فاسدہ کو منسوب کرنا جن سے ان حضرات کا دامن تقدس پاک ہے درحقیقت ایک باطل اور بے بنیاد بات ہے، ان حضرات کی بعض عبارات میں تقدیم و تاخیر، حذف و ابدال کر کے ان کے خلاف مراد عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے یہ عقائد کفریہ گھڑے گئے ہیں اور ان مصنفین کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، حالانکہ یہ حضرات خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو ان خیالات فاسدہ کو اپنے دماغ میں جگہ دے، عنقریب ہر جواب کے تحت میں خود ان کتب کے مصنفین کی عبارات پیش کر کے بتلا دیا جائیگا کہ یہ لوگ ان عقائد باطلہ کی پرزور تردید کر رہے ہیں جو کہ ان کی طرف محض تعصب و عناد کی وجہ سے منسوب کئے جا رہے ہیں ـــــ استفتاء میں پانچ سوالات ہیں جن کے جوابات بطور اختصار عرض کئے جاتے ہیں ـــــــ جواب کے آخر کی عبارت پھر ملاحظہ فرمائیے ـــــ یہ علماء کرام الزامات سے بالکل صاف اور پاک ہیں جو کہ مندرجہ استفتاء ہیں لہٰذا ان حضرات کی تکفیر کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔ فقط

کتبہ العبد الاحقر سید عزیز احمد عفی عنہ الحنفی النقشبندی الچشتی القادری السہروردی، رئیس جامعہ احمدیہ عربیہ رضیہ دار الاقبال بھوپال۔

(فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضاۃ ص ۷ تا ص ۱۱)

خلاصۂ کلام:۔ اکابرین علماء دیوبند کی اپنی تحریر کی برائت اور علماء عرب کی تصدیقات، اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ

مہاجر مکی قدس سرہ کی شہادت اور عارف باللہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ کے فتوی اور رأس المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، محدث کبیر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندؒ، اور متکلم اسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ وغیرہ پوری جماعت دیوبند کے جوابات و تصدیقات اور دیگر بے شمار علماء کبار و مشائخ عظام کے جوابات سے اور مزید برآں مشہور اسلامی ریاست، ریاست بھوپال کے دار الافتاء کے فتوی (جس پر ریاست کے مجلس العلماء، محکمہ دینیات اور دار القضاء کے معتبر ارکین اور مختلف مقامات کے ۵۸۹ علماء کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں) سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اکابر علماء دیوبند (حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ) تمام الزامات سے بالکل بری ہیں اور مکمل طور پر اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ہیں، جامع شریعت و طریقت ہیں۔

درحقیقت مذکورہ بزرگان دین اور علمائے دیوبند ہمیشہ سے جامعین شریعت و طریقت پکے حنفی اور اہل سنت والجماعت ہیں، سلسلہ تلمذ حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ثم المدنیؒ، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکیؒ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے رکھتے ہیں اور سلسلۂ ارادت حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے رکھتے ہیں، عقائد میں اہل سنت، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متبع اور اعمال و فروع میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، ان حضرات نے دار العلوم دیوبند و سہارنپور، مراد آباد، دہلی وغیرہ پورے ہندوستان و پاکستان میں قائم کرکے پوری دنیا کو اپنے علمی آغوش میں لے لیا ہے اور قرآن و حدیث اور فقہ کی بذریعۂ درس و تدریس و تصنیف و تالیف اس قدر

خدمت انجام دی ہے کہ اس کے مقابلہ میں فرقہ رضا خانی کسی شمار میں نہیں، ہند اور بیرون ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہبر سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں ایسے جلیل القدر بزرگوں کو (معاذ اللہ) کافر اور مرتد اور بددین کہنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے! بلکہ ان بزرگوں کی بدگوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کسی کو کافر کہے اور حقیقت میں اس میں کفر کی بات نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے (لا یرمی رجل رجلاً بالفسق والکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک رواہ البخاری (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱ باب حفظ اللسان عن الغیبۃ والشتم) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کلام تمہارے بھائی کی زبان سے نکلے جب تک اس کا اچھا مطلب نکل سکتا ہو اس وقت تک اس کو باطل پر محمول کرنے کی کوشش نہ کرو (درمنثور)

اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو اگر اس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال کفر کی نفی کرتا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اس کفر کی نفی کرنے والے احتمال پر عمل کرے، اور کفر کا فتویٰ نہ دے، وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی (شرح فقہ اکبر ص۱۹۹)

آخر میں ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے جو بہت ہی قابل عبرت اور سبق آموز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں ایک کافر پر حملہ کر دیا اس نے فوراً ہی لا الٰہ الا اللہ پڑھ دیا مگر حضرت اسامہ نے اسے قتل کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو حضرت

اسامہؓ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کردیا؟ جواب دیا حضور! اس نے فلاں فلاں کو قتل کیا تھا اور جب میں نے حملہ کیا تو جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھ دیا۔ صدق دل سے نہیں پڑھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ صدق دل سے پڑھا ہے یا خوف سے؟ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جب کہ اس کی طرف سے کلمۂ توحید مدعی بن کر آئے گا اس وقت تم کیا جواب دو گے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے، تو جواب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے ہے حضرت اسامہؓ کہتے تھے میں نے بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنکر تمنا کی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا کہ میرا اسلام اس گناہ کو محو کردیتا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف ج۱ ص۶۸)

الحاصل :- آپ کے امام اور خطیب صاحب تکفیر سازی سے توبہ کرلیں تو ان کی امامت بلا کراہت درست ہے ورنہ امامت جیسے عظیم و مقدس منصب کے شایان شان نہیں ہو سکتے ویلزم فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً (شامی ج۱ ص۵۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب وہو الہادی الی الصراط المستقیم اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

گنبد خضرا کی توہین کے متعلق رضاخانیوں کا غلط پروپیگنڈہ

سوال (۱۴۴۳) محترم و مکرم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلہم دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، عرض یہ ہے کہ آج کل رضا خانی علماء نے شور مچا رکھا ہے کہ سعودی حکومت گنبد خضرا کو گرانا چاہتی ہے، اور دیوبندی حضرات بھی اس میں شریک ہیں! کیا یہ بات صحیح ہے؟ حکومت سعودیہ کی یہ اسکیم ہے یا نہیں؟ بریلوی علماء دیوبندی حضرات کو بدنام کر رہے ہیں، اور یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ان کے اور ان کے علماء کے دلوں میں روضۂ اطہر اور گنبد خضراء کی عظمت نہیں ہے گستاخ رسول ہیں اور اس سلسلہ میں ایک جلسہ کر رہے ہیں چندہ بھی خوب ہو رہا ہے، آنجناب جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں اور واضح فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے؟ اور روضۂ اطہر، گنبد خضراء علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے متعلق ہمارے اکابرین کی طرف جو باتیں منسوب کی جا رہی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :- حامداً ومصلیاً ومسلماً. گنبد خضرا کے متعلق اہل بدعت حکومت سعودیہ اور جماعت دیوبند کو بلا وجہ بدنام کرنا چاہتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لئے شور مچا رہے ہیں کہ گنبد خضرا کو گرانا چاہتے ہیں یہ قطعاً غلط اور صریح بہتان ہے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی توسیع کا تو پروگرام ہے مگر اس نئی اسکیم میں گنبد خضرا کو منہدم کرنے کا پروگرام قطعاً نہیں ہے، سعودی حکومت کے مذہبی مقامات کے انتظامی امور کے سربراہ جناب سلیمان عبید نے مسجد نبوی کی توسیع کے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں انہوں نے واضح طور پر یہ بتایا ہے کہ نئے پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران گنبد خضراء کو ہاتھ نہیں لگایا جائیگا، روزنامہ انقلاب بمبئی، سنڈے ایڈیشن میں جناب ہارون رشید علیگ نے اسلامی دنیا کے عنوان کے ماتحت بھی عنوان سے یہ بیان شائع کیا ہے، ملاحظہ ہو

مسجد نبوی کی توسیع
ایک لاکھ ۶۵ ہزار نمازیوں کے لئے جگہ

گزشتہ دنوں سلیمان عبید نے جو سعودی عرب کے مذہبی مقامات کے انتظامی امور کے سربراہ ہیں یہ اعلان کیا ہے کہ مسجد نبوی کو مزید وسعت دی جائے گی تاکہ اس میں بیک وقت ایک لاکھ ۶۵ ہزار فرزندان توحید نماز ادا کر سکیں۔

یاد رہے کہ اس وقت یہ دنیا کی مقدس ترین مسجد ۱۶۵۰۰ مربع میٹر میں پھیلی ہوئی ہے جس میں ۲۸ ہزار مسلمان پروردگار کے حضور میں سر جھکاتے ہیں، اب نئے پروجیکٹ کے تحت مسجد نبوی ایک لاکھ مربع میٹر تک پھیل جائے گی

اس ضمن میں یہ بات قابل لحاظ اور اہم ہے کہ پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران گنبد خضرا کو ہاتھ نہیں لگایا جائیگا، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو نمازیوں کی سہولت کے لئے مسجد پر ایک منزل اور چڑھا دیا جائیگا

علاوہ ازیں مسجد کے صحن کو بھی وسعت دی جائے گی، فرش سنگ مرمر کا بنایا جائیگا اور عازمین حج اور زائرین کے لئے آرام گاہیں بھی بنائی جائینگی۔

(روزنامہ انقلاب بمبئی - ۲۵ نومبر [illegible] مطابق [illegible] ربیع الاول [illegible]
یوم اتوار جلد [illegible] شمارہ [illegible])

اکابر علمائے دیوبند کے عقائد

روضۂ مطہرہ، گنبد خضرا، اور مدینہ منورہ کی جو عظمت اور احترام ہمارے دلوں میں ہے وہ ہمارے علماء کی کتابوں اور ان کے اعمال سے ظاہر ہو رہا ہے اس کے ہزارویں حصہ سے بھی اہل بدعت محروم ہیں چنانچہ علماء حرمین شریفین نے جو چھبیس سوالات علماء دیوبند سے کئے تھے اور ان کے جوابات محدث جلیل

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے جو جوابات لکھے تھے اور ان جوابات پر اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں، وہ سوالات اور جوابات مع تصدیقات بنام "التصدیقات لدفع التلبیسات" معروف بہ المہند علی المفند شائع ہوچکے ہیں، ان میں سوال ۱۰ و ۱۱ کا جو جواب ہے اس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے

وهو مع الزيادة موجود في البقعة الشريفة فان البقعة الشريفة والرحبة المنيفة التي ضم اعضاءه صلى الله عليه وسلم افضل مطلقاً حتى من الكعبة ومن العرش والكرسي كما صرح به فقهاؤنا رضي الله عنهم

یعنی: اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعۂ شریفہ میں موجود ہے اسلئے کہ وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے چنانچہ ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(التصدیقات لدفع التلبیسات ص ۲۲)

رأس المحدثین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ زبدۃ المناسک میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب مدینہ منورہ کا عزم ہو تو بہتر یہ ہے کہ روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرکے جائے، تاکہ یہ اس حدیث میں داخل ہوجائے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی صرف میری زیارت کو آئے اس کی شفاعت کا مجھ پر حق ہوگیا۔

مدینہ منورہ روانگی کے آداب | جس وقت مدینہ منورہ روانہ ہو تو راستہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف کا ورد رکھے

جب وہ وہاں ایسی جگہ پہونچے کہ وہاں سے مدینہ کے درخت نظر آنے لگیں، تو اور زیادہ درود کی کثرت کرے اور جب عمارت نظر آنے لگے تو درود پڑھ کر کہے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ	اے اللہ یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا	کا حرم ہے لہٰذا تو اس کو میرے لئے
مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔	جہنم سے پناہ بنادے اور عذاب
	اور برے حساب سے امن وامان بنادے

مدینہ میں داخلے کے آداب

مستحب یہ ہے کہ غسل کرے ورنہ کم از کم وضو اور کپڑے پاک وصاف اور عمدہ (حسب حیثیت) لباس زیب تن کرے نئے کپڑے ہوں تو اور اچھا ہے، پھر خوشبو لگائے اور پیادہ پا ہوجائے اور خشوع وخضوع اور تواضع جس قدر کرسکتا ہے کرے کوئی کوتاہی نہ ہونے دے، اور عظمت کا دھیان کرتے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا روانہ ہو اور مدینہ میں داخل ہوتا ہوا پڑھے۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ	اے اللہ مجھے خوبی کے ساتھ داخل فرما
اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ	اور خوبی کے ساتھ نکال، اور تو میرے
لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا	لئے اپنے پاس سے غلبہ دے جس کے
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ	ساتھ مدد ہو، اے اللہ میرے لئے
رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ	اپنی رحمت کے دروازے کھولدے
رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَاءَكَ	زیارت نصیب فرما ایسی کہ زیارت جو
وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْلِيْ	تونے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں
وَارْحَمْنِيْ يَاخَيْرَ مَسْئُوْلٍ	کو عطا کی اور میرے گناہوں کو بخش دے

اور مجھ پر رحم و کرم فرما، اے بہترین دعا سننے والے۔

حرمت مدینہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد پورے ادب اور حضور قلب کے ساتھ دعاء درود شریف پڑھتا رہے، مدینہ منورہ کی بہت سی جگہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے کہ شرم آتی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے اس سرزمین کو پامال کروں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہیں

مسجد نبوی میں داخلہ جب مسجد نبوی میں داخل ہونے لگے تو پہلے دایاں پیر داخل کرے اور دعا پڑھے جو داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے اور درود شریف بھی اور باب جبرئیل سے داخل ہونا بہتر ہے، پھر ریاض الجنۃ میں جو قبر شریف اور منبر کے درمیان کی جگہ کا نام ہے اور جسے جنت کا حصہ کہا گیا ہے تحیۃ المسجد پڑھے اس طرح کہ منبر داہنے مونڈھے کی سیدھ میں ہو، اور وہ ستون جس کے نیچے صندوق ہے سامنے رہے اسلئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے تحیۃ المسجد کے بعد سجدۂ شکر کرے کہ حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی اور جو دعائیں کرنی چاہے خوب جی کھول کر کرے۔

روضۂ اطہر پر حاضری پھر روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرکے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو جائے تاکہ چہرۂ انور سے مواجہ خوب اچھی طرح ہو سکے اور پورے ادب اور خشوع کے ساتھ کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور نہ دیوار کو ہاتھ لگائے کہ یہ ادب و ہیبت

کی جگہ ہے اور پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی لحد میں قبلہ رو لیٹا ہوا تصور کر کے کہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ. وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ لِسَيِّدِنَا عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ

اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کی مخلوق کے بہترین فرد آپ پر سلامتی ہو، اے مخلوق خدا میں سب سے برگزیدہ آپ پر سلامتی ہو، اے اللہ کے محبوب آپ پر سلامتی ہو اے اولاد آدم کے سردار آپ پر سلامتی ہو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اسکی برکتیں ہوں اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اسکا کوئی شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیغام خداوندی پہنچا دیا اور امانت ادا کردی، اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور مصائب دور فرمائے پس اللہ آپ کو اسکا بدلہ سے افضل بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا ہوا ہے، اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ

إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ وَأَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ إِنَّكَ سُبْحَانَكَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمِ

وسلم کو وسیلہ فضیلہ اور بلند درجہ عطا فرما اور مقام محمود میں ان کو اٹھا جس کا تونے وعدہ کیا ہے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور ان کو اتار مقرب منزل میں اپنے پاس بے شک تو پاک ہے بڑے فضل والا ہے۔

توسل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرے اپنی شفاعت چاہے اور کہے۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللّٰهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ۔

اے اللہ کے رسول میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات کے لئے کہ میں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر مسلمان ہونے کی حالت میں جان دوں

اور ان الفاظ میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں، لیکن سلف فرماتے ہیں کہ اس موقعہ سے الفاظ جتنے کم ہوں مستحسن ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے بلکہ آہستہ آہستہ خضوع وادب کے ساتھ عرض کرے

(زبدۃ المناسک ص ۱۱۳ تا ص ۱۱۶)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا مندرجہ بالا مضمون غور سے پڑھئے لفظ لفظ سے عشق نبوی جھلک رہا ہے اور مدینہ منورہ کا احترام روضۂ اقدس صلی اللہ علی صاحبہا وسلم کی عظمت حتی کہ مدینہ منورہ کے درخت اور عمارتوں کا احترام لفظ لفظ

سے ٹپک رہا ہے پھر بھی اعتراض ہے کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں۔ معاذ اللہ! ہ
پھر بھی ہم سے یہ گلہ کہ وفادار نہیں۔

مزید ملاحظہ ہو۔ زبدۃ المناسک مصنفہ مولانا الحاج شیر محمد شاہ صاحب جو حضرت گنگوہی کی زبدۃ المناسک کی گویا شرح ہے، ملاحظہ ہو اسمیں مسئلہ ہے

مسئلہ:۔ حجرۂ شریف کی طرف بہت نظر کرنا چاہئے۔ قربت کی نیت سے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مطہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، پس مسجد شریف میں ہو یا اور کہیں باہر جہاں سے قبہ خضری پر نظر پڑے تو اس کی ہیبت وادب اور دل کے حضور سے دیکھنا چاہئے بلکہ ٹھیر کر صلاۃ وسلام کہے (جلدی) (زبدۃ المناسک ص۱۰۹ ج۲)

معلم الحجاج (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) میں ہے۔

مسئلہ:۔ جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو کمال عظمت اور اس کے بلند مرتبہ کا استحضار کرے کیونکہ یہ بزرگ ترین مقام ہے۔ (معلم الحجاج ص۲۴۵)

مسئلہ:۔ روضۂ شریف کی طرف دیکھنا ثواب ہے اور اگر مسجد کے باہر ہو تو قبہ کو دیکھنا بھی ثواب ہے (معلم الحجاج ص۲۵۲)

مسئلہ:۔ جب کبھی روضہ کے برابر سے گذرے حسب موقع تھوڑا بہت ٹھیر کر سلام پڑھے اگرچہ مسجد سے باہر ہی ہو۔ (معلم الحجاج ص۲۵۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے فضائل حج میں ایک فصل آداب زیارت کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے اسمیں زیارت کے اسّی آداب تحریر فرمائے ہیں اس میں ادب نمبر ۲۴ میں ہے۔

۲۴۔ جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت وہیبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی علوِ شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے، انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے، قبر شریف کی جگہ یعنی زمین کا وہ حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے بلکہ عرش سے افضل ہے کرسی سے افضل ہے حتی کہ آسمان و زمین کی ہر جگہ سے افضل ہے (لباب) (فضائل حج ص۱۱۰ و ص۱۱۱)

ادب نمبر ۱۵ - میں ہے:۔ مسجد شریف میں رہتے ہوئے حجرۂ شریفہ کی طرف اور مسجد سے جب باہر ہو تو قبہ شریف جہاں سے نظر آتا ہو بار بار اس کو دیکھنا اس پر نظر جمائے رکھنا بھی افضل ہے، اور ان شاء اللہ موجب ثواب ہے (شرح لباب و شرح مناسک نووی) نہایت ذوق و شوق کے ساتھ چپ چاپ والہانہ نظر جمائے رکھے۔

سکوت عشق کو ترجیح ہے اظہار الفت پر ؛ مری آہیں رسا نکلیں یہ نالے بے اثر نکلے
(فضائل حج ص۱۲۰)

ادب نمبر ۴۹ میں ہے:۔ بلاضرورت شدیدہ قبر شریف کی طرف پشت نہ کرے نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے (شرح لباب) بلکہ نماز میں ایسی جگہ کھڑا ہونے کی سعی کرے کہ نہ اس جانب منہ ہو نہ پشت اور بلا نماز تو اس طرف پشت کرنے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ (فضائل حج ص۱۲۱)

ادب نمبر ۵۰ میں ہے:۔ اس کا لحاظ رکھے کہ جب قبر شریف کے مقابل سے گذرنا ہو تو کھڑے ہو کر سلام کرکے آگے بڑھے، حتی کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد سے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گذرے تو کھڑے ہو کر سلام کرکے آگے بڑھے، حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوحازم سے کہہ دینا کہ تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہو، کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے، اس کے بعد سے ابوحازم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب ادھر سے گذرتے تو کھڑے ہو کر سلام کرکے آگے بڑھتے۔

(شرح لباب) (فضائل حج ص۱۱۲)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند کے سفر حج کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ حضرت قدس سرہٗ کا قلب عشق نبوی اور احترام مدینہ منورہ و روضۂ اطہر سے کس قدر لبریز تھا۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند جب حج کے لیے گئے ہیں تو مدینہ منورہ کے قریب ایک منزل آتی ہے جس کو بیر علی کہتے ہیں ذرا سی پہاڑی ہے اس پر جب اونٹ یا کاریں چڑھتی ہیں تو ایک دم حرم شریف کے منارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے مدینہ منورہ تین چار میل کے فاصلہ پر ہے، یہ حضرات جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور سارے بزرگ جب بیر علی پر پہنچے اور حرم کے منارے نظر پڑے تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بے تاب ہو کر ایک دم اونٹ سے کودے اور ننگے پیر چل پڑے تھے، اور کچھ عاشقانہ اشعار زبان پر تھے جیسے معلوم ہو کہ اپنے ہوش میں نہیں، حالانکہ وہاں کی کنکریاں ایسی ہیں کہ جب وہ چبھتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھریاں چبھ رہی ہوں ..... الیٰ قولہ ..... چار پانچ میل اسی طرح ننگے پاؤں چلے پیر لہولہان ہو گئے مگر انہیں کچھ ہوش نہیں تھا۔ (خطبات حکیم الاسلام ص۸۸، ص$\frac{89}{220}$ وعظ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت اقدس مولانا نانوتوی قدس سرہ کا ایک مشہور قصیدہ بہاریہ ہے جو بہت طویل ہے موقع کی مناسبت سے اس میں سے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں، جس سے حضرت قدس سرہ کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے ۔۔

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے　　تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
یہ سنئے آپ شفیع گناہگاراں ہیں ۔　　کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
گناہ کیا ہیں اگر کچھ گناہ کئے میں نے　　تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا　　بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں　　تو سرورِ دو جہاں میں کمینہ خدمتگار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرض حال　　اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
مگر جہاں ہو فلک آستاں سے کمتر نیچا　　وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گذار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی　　کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
رجاء و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ　　کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں　　مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ　　کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا　　کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
غرض نہیں ہے مجھے اس سے کچھ رہی لیکن　　خدا کی اور تیری الفت سے میرا سینہ فگار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہو نحیف تنا　　کہ آنکھیں چشمۂ آبی ہے ہوں درون غبار
بس اب درود پڑھ اسیر اور اس کی آل پہ تو　　جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترت ابرار

الٰہی اسپر اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدو کر سکے نہ ان کو شمار

(بحوالہ الشہاب الثاقب۔ اور فضائل درود)

فقط واللہ اعلم بالصواب وصلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ
آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا
۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

بَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

ولی کے نام بکرا ذبح کرنے کی نذر ماننا

سوال (۱۶۴۳) ایک شخص نے اس طرح نذر مانی "اے بزرگ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو میں آپ کے نام پر بکرا ذبح کروں گا، آپ کے مزار پر الٹا لٹکوں گا، پھر اس کا کام ہو گیا تو اس نے مزار پر بکرا ذبح کیا اور خود کو کئی گھنٹے الٹا لٹکایا۔ اس کی بیوی اس کے ساتھ مزار پر نہیں جا رہی تھی لیکن اس کو بھی زبردستی لے گیا، اب سوال یہ ہے کہ ایسا آدمی مسلمان رہا یا نہیں؟ اس کی بیوی سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟ اگر نکاح نہیں رہا تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟ اگر نکاح نہیں ٹوٹا تو ایسے آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح کی نذر اور منت ماننا مزار پر بکرا ذبح کرنا، خود کو الٹا لٹکانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں نذر صحیح نہیں کیونکہ امور معصیت ہیں اور معصیت

کی نذر منعقد نہیں ہوتی، اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں، درمختار میں ہے وان لا یکون معصیۃ لذاتہ (درمختار ج ۳ ص ۱۴۹) شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سوال چہل ونہم :- نذر کردن بایں طور کہ اگر حاجت من برآرد بدرگاہ فلاں ولی ایں قدر از نقد وجنس طعام پختہ برسانم یا بنام اوشاں سبیل کنانم چہ حکم دارد۔ جائز یا گناہ کدام گناہ؟

جواب :- نذر کردن بایں طور کہ اگر حاجت من خدا برآرد بمزار فلاں ولی ایں قدر از نقد وجنس طعام پختہ برسانم درست نیست زیرا کہ در نذر کردن خدائے تعالیٰ چند شرط است اگر ہمہ متحقق شوند نذر لازم می شود والّا لازم نیست ... الی قولہ ... چہارم آنکہ منذور فی نفسہ گناہ نباشد اگر گناہ خواہد شد اصلاً در نذر کردن برو لازم نخواہد شد چنانچہ در فتاوی عالمگیری مرقوم است الاصل انّ النذر لا یصحّ الّا بشروط ... الی قولہ ..... والرابع ان لا یکون المنذور معصیۃ باعتبار نفسہ انتہیٰ چوں ازیں عبارت معلوم شد کہ در نذر کردن چند شروط ضرور است، پس در سوال کہ مرقوم است کہ بدرگاہ فلاں ایں قدر طعام پختہ برسانم رسانیدن طعام جائی عبادت نیست پس نذر صحیح نخواہد شد ..... الخ

(مائۃ مسائل ص ۸۱ تا ۸۹ فارسی)

ترجمہ :- سوال چہل ونہم ۴۹ :- اس طرح منت ماننا کہ اگر خدا میری حاجت بر لائیں تو فلاں ولی کے مزار پر اس قدر نقدی اور کھانا پہنچاؤں یا ان کے نام کی سبیل لگاؤں یہ کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ؟ اگر گناہ ہے تو کس قسم کا گناہ؟

جواب :- اس طرح منت ماننا کہ اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں ولی کے مزار پر اس قدر نقد وجنس اور پکا ہوا کھانا پہنچاؤں جائز نہیں

اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی منت ماننے میں چند شرطیں ہیں اگر تمام شرطیں پائی جائیں گی
تو نذر لازم ہوتی ہے ورنہ نہیں — الیٰ قولہ — چوتھی شرط یہ ہے کہ جو چیز منت میں
مانی جائے وہ فی نفسہ گناہ نہ ہو اگر وہ فعل گناہ ہو تو منت کا پورا کرنا اس پر کبھی بھی
لازم نہ ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ نذر صحیح نہیں ہوتی ہے
مگر چند شرطوں کے پائے جانے پر — الیٰ قولہ — چوتھی شرط یہ ہے کہ منذور فی
نفسہ گناہ نہ ہو۔ انتہیٰ۔ جب اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ نذر ماننے میں
چند شرطیں ضروری ہیں تو سوال میں جو صورت مرقوم ہے کہ فلاں ولی کے مزار پر اس
قدر کھانا پہنچاؤں گا، مزار پر کھانا پہنچانا عبادت نہیں ہے اسلئے اس صورت
میں نذر صحیح نہ ہوگی، اگر اس طرح کہا جائے کہ اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں
تو فلاں مزار کے فقیروں اور مجاوروں کو کھانا کھلاؤں گا تو نذر صحیح ہو جائے گی
اور اس کی وفا لازم ہوگی، لیکن فقراءِ مزار، مجاوروں کی تخصیص نذر کے پورا کرنے
میں ضروری نہیں جس فقیر کو بھی دیدے گا نذر پوری ہو جائے گی اور اگر اس طرح
کہے کہ اگر میری حاجت بر آئے تو فلاں ولی کیلئے یا فلاں ولی کے نام پر اس قدر
نقدی وغیرہ دوں گا تو ایسی منت ماننا بالاجماع باطل ہے۔ اور وہ کھانا حرام ہے
چنانچہ معتبر کتابوں کے حوالہ سے لکھا جائے گا، اور اسی قسم سے ہے اگر یہ کہے کہ یہ
چیز اس ولی اور سید کے نام کی ہے (تو یہ بھی حرام ہے) عالمگیری میں ہے وہ نذریں
جو اکثر عوام مانتے ہیں کہ صلحاء کی قبر پر جاتے ہیں اور غلاف اٹھا کر مثلاً یہ کہتے ہیں
کہ میں اس قدر مال اب قبر پر چڑھاؤں اے میرے سید اگر پوری فرمائیں میری
حاجت کو تو یہ بالاجماع باطل ہے — الیٰ قولہ — اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو یہ
بھی سمجھ لو کہ وہ مال اور اسکے مثل اور چیزیں جو اولیاء کے مزار پر ثواب کے لئے لیجایا
کرتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں۔ جب تک کہ زندہ محتاجوں پر خرچ کرنے کا ارادہ

نہ کیا جائے اور اس پر سب متفق ہیں اور اس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں (عالمگیری)
بحرالرائق میں ہے وہ نذریں جو اکثر عوام مانتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ کسی غائب
آدمی کیلئے یا کسی بیمار کیلئے یا خود اس کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ صلحاء کے مزار پر
پرجاتا ہے اور مزار کے غلاف کو سر پر رکھ کر کہتا ہے اے میرے فلاں سید اگر آجائے
میرا غائب آدمی یا اچھا ہو جائے میرا مریض یا پوری ہو جائے میری حاجت تو
آپ پر اس قدر مال اس قدر کھانا یا اس قدر پانی یا اس قدر تیل یا اس قدر
موم بتیاں یا اس قدر چراغ چڑھاؤں گا تو ایسی منت چند وجوہ سے باطل
باطل ہے۔ اول تو اس لئے کہ یہ منت مخلوق کیلئے ہے اور مخلوق کیلئے منت ماننا
کسی صورت میں جائز نہیں۔ اس لئے کہ منت عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے
لئے ہوتی ہی نہیں، اور اس وجہ سے بھی کہ منذور لہ میت ہے اور میت کسی شئی
کا مالک نہیں ہوتا۔ اور اس وجہ سے کہ اگر گمان ہو کہ اللہ کے سوا امور دنیاوی
میں میت بھی متصرف ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے ۔۔ الی آخرہ۔

(امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۹۰، ۹۱، ۹۲)

مالابدمنہ میں ہے :۔ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاء و طواف گرد
قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ
چیزہا ازاں بکفر می رسانند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برآنہا لعنت گفتہ۔ وازاں
منع فرمودہ و گفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔ یعنی ۔۔ انبیاء اور اولیاء کی قبروں
کی طرف سجدہ کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان کی نذر ماننا حرام ہے بلکہ بعض
چیزیں کفر تک پہنچانے والی ہیں، پیغمبر علیہ السلام نے ایسی چیزوں پر لعنت
فرمائی ہے اور فرمایا کہ میری قبر کو بت نہ بنانا۔

(مالابدمنہ ص ۸۴)

لہٰذا اس طرح منت ماننا کہ " اے بزرگ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو آپ کے نام پر بکرا ذبح کروں گا، آپ کے مزار پر الٹا لٹکوں گا " سخت گناہ اور حرام ہے، اور مشرکانہ فعل ہے، یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوتی، یہ چیز جہالت سے سرزد ہوتی ہے اس لئے توبہ و استغفار لازم ہے اور ایسی صورت میں احتیاطاً و زجراً تجدید نکاح کا حکم کیا جائیگا، شامی میں ہے نعم سیذکر الشارح ان ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل و النکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح وظاھرہ انہ امر احتیاط الخ (شامی ص۲۹۹ ج۳ باب المرتد) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس جانور کے ذبح کرنیکی نذر مانی کیا اس کو بدلا جا سکتا ہے؟

سوال:۔ (۱۲۴۵) بعد سلام مسنون! ایک مسئلہ دریافت طلب ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اپنے دو بکروں میں سے ایک کو صدقہ کردوں گا اور ابھی کام ہوا نہیں ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ وہ کام ہو جائے تو کیا ابھی اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے؟ اس کا خیال یہ ہے کہ بکرے کی قیمت لگا کر قیمت محفوظ رکھ لے اور جب کام پورا ہو جائے تو اس قیمت کا بکرا خرید کر صدقہ کر دے اور جو بکرا موجود ہے اس کی قربانی کر ڈالے. شرعاً اس کی اجازت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ دو بکروں میں سے جو اچھا ہو اسے رکھ لیا جائے، دوسرے کو فروخت کر دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں کو فروخت کر دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور جب کام پورا ہو جائے تو ایک بکرے کی قیمت صدقہ کر دی جائے، یا ایک بکرا خرید کر صدقہ کر دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اس قسم کے سوال

کے جواب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ارقام فرمایا ہے " یہ بھی اختیار ہے خواہ ذبح کرکے تصدق کردے یا بکری کی قیمت کا تصدق کردے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں کہ خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح و صدقہ کردے یا وہ قیمت صدقہ کردے (امداد الفتاوی ج۲ ص۴۹۶) فقط واللہ اعلم بالصواب ، یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۴ھ

سوال (۱۶۴۷) | روزہ کی نذر کی صورت میں فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

زید نے نذر مانی کہ اگر میرے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہوگئی تو میں تیس روزے رکھوں گا، زید کے بھائی کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوگئی ہے اور اب وہ اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہے لیکن زید تاجر ہے اس کو روزہ رکھنا مشکل ہوگا اور پابندی نہ ہوسکے گی تو وہ ان روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں ؟ یا روزہ ہی رکھنا ضروری ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- صورت مسئولہ میں برادر زید کی طبیعت ٹھیک ہوجانے پر زید پر ایک ماہ کے روزے رکھنا ضروری ہیں ، مسلسل رکھنا ضروری نہیں متفرق بھی رکھ سکتا ہے ، فتاوی عالمگیری میں ہے وقد روی عن محمد قال ان علق النذر بشرط یرید کونہ کقولہ ان شفی اللّٰہ مریضی او رد غائبی لا یخرج عنہ بالکفارۃ کذا فی المبسوط ویلزمہ عین ما سمی کذا فی فتاوی قاضیخان ۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں ۔ اگر نذر ایسی شرط کے ساتھ معلق کی جس کے پورا ہونے کی امید تمنا ہے جیسے یوں کہا " اگر اللہ تعالیٰ میرے بیمار کو شفا عطا کرے یا میرے گم شدہ کو واپس لوٹا دے تو میں یہ کام کروں گا ، تو کفارہ کافی نہ ہوگا اور جس چیز کی نذر مانی ہے وہ پورا کرنا لازم ہوگا (فتاوی عالمگیری ج۲ ص۶۲) (ہدایہ اولین ص۴۶۳)

دوسری جگہ ہے ولو قال للہ علیّ ان اصوم شہراً مثل شہر رمضان ان نوی المماثلۃ فی التتابع یلزمہ صوم شہر متتابعاً وان نوی المماثلۃ فی العدد او لم یکن لہ نیۃ یلزمہ ان یصوم ثلثین یوماً ان شاء صام متفرقاً وان شاء متتابعاً کذا فی المحیط ۔ یعنی — اگر اس طرح نذر مانی - میں ماہِ رمضان کی طرح ایک مہینہ کے روزے اللہ واسطے رکھوں گا، اگر اس سے یہ مراد ہو کہ رمضان کے مانند مسلسل ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو اس کو لگاتار ایک ماہ کے روزے لازم ہوں گے ۔ اور اگر یہ نیت ہو کہ رمضان کے روزوں کے عدد (گنتی) کے مطابق روزے رکھوں گا یا کچھ نیت نہ ہو تو اس کو تیس روزے لازم ہوں گے چاہے متفرق رکھے یا مسلسل ۔ کذا فی المحیط (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۱ کتاب الصوم - الباب السادس فی النذر) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

کتاب الوقف

قبرستان میں دوکانیں بنانا

سوال (۱۶۴۷) ہمارے شہر میں ایک مختصر سی قطعۂ زمین میں ایک چھوٹا سا باغیچہ اور چند قبور تھیں اور اس کے ارد گرد چہار دیواری تھی، سرکار نے یہ زمین شہر کی میونسپلٹی (کارپوریشن) کو اس شرط پر دیدی کہ وہ اسے باغیچہ ہی کے شکل میں برقرار رکھے، لیکن میونسپلٹی نے اس شرط کا خیال رکھے بغیر تقریباً دو ماہ پہلے اس قطعۂ زمین پر دوکانیں تعمیر کرنے کا کام شروع کر دیا جب سنگ بنیاد

رکھنے کیلئے کھدائی شروع ہوئی تو ہڈیاں نکلیں جس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور احتجاج کیا گیا اور عدالت میں دعویٰ دائر کرکے تعمیری کام رکوادیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ میونسپلٹی یا کوئی جماعت یا فرد ایسے قطعۂ زمین پر جس میں قبریں ہوں دوکان تعمیر کرواسکتا ہے؟ آج بھی اس مذکورہ زمین میں کچھ پرانی اور پختہ قبروں کے نشانات اور آثار موجود ہیں، شرع متین کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ مطلع فرماکر ممنون فرمائیں، یہ شہر کے مسلمانوں کا عام مسئلہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ قطعۂ زمین وقف ہوگا یا کسی مسلمان کی ملک ہوگی، اس لئے سرکار یا میونسپلٹی یا کسی فرد یا جماعت کو حق حاصل نہیں کہ اس پر دوکانیں تعمیر کرے، اموات کی بے حرمتی لازم آئے گی لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ پرزور احتجاج کریں اور مطالبہ کریں کہ قبروں کو باقی رکھتے ہوئے باغیچہ بنادیا جائے جیسا کہ پہلے تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۲۴۸) موقوفہ زمین کس صورت میں فروخت ہوسکتی ہے؟

ایک شخص نے بیالیس بیگھہ زمین مسجد کو وقف کی ہے، مسجد کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ آب پاشی کے لئے ٹیوب ویل کا انتظام کرسکے اس لئے فصل کا پورا مدار بارش کے پانی پر رہتا ہے اس بنا پر سالانہ آمدنی بہت ہی کم ہوتی ہے اور اس میں سے سو روپے ٹیکس میں نکل جاتے ہیں، اس لئے موجودہ منتظمین چاہتے ہیں کہ اس زمین کو بیچ کر ان پیسوں سے کوئی مکان بنوالیں یا خریدلیں کہ آمدنی زیادہ ہو اس نیت سے یہ موقوفہ زمین بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ واقف نے وقف نامہ میں فروخت کرنے کی اجازت دی

ہو یا وقف اس حالت میں ہو کہ اس سے کوئی نفع حاصل نہ ہو سکے تو فروخت کرنے کی اجازت ہے، اگر کچھ بھی نفع حاصل ہوتا ہو تو اسے فروخت کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ شامی میں ہے (قولہ وجاز شرط الاستبدال بہ الخ) اعلم ان الاستبدال علی ثلاثۃ وجوہ الاول ان یشرطہ الواقف لنفسہ اولغیرہ فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح وقیل اتفاقاً والثانی ان لا یشترطہ سواء شرط عدمہ اوسکت لکن صار بحیث لا ینتفع بہ بالکلیۃ بان لا یحصل منہ شیٔ اصلاً اولا یفی بمونتہ فھو ایضاً جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیہ المصلحۃ فیہ والثالث ان لا یشرطہ ایضاً ولکن فیہ نفع فی الجملۃ وبدلہ خیر منہ ریعاً ونفعاً وھذا لا یجوز استبدالہ علی الاصح المختار کذا حررہ العلامۃ قنالی زادہ فی رسالتہ الموضوعۃ فی الاستبدال الخ (شامی ص ۵۳۵ ج ۳ تحت مطلب فی استبدال الوقف وشروطہ)۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وقف علی الاولاد کی ایک صورت

سوال (۱۶۴۶) ایک شخص نے اپنا مکان وقف کیا اور کہا کہ یہ میری قریب آل واولاد کیلئے وقف ہے، تو اب اس موقوفہ مکان میں اس شخص کی لڑکیوں کا حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ قریب کی اولاد میں لڑکیاں بھی شامل ہوں گی۔ رجل قال ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ علی ولدی کانت الغلۃ لولد صلبہ یستوی فیہ الذکر والانثی۔ الخ (فتاوی عالمگیری ص ۲۰۶ ج ۲ کتاب الوقف الباب الثانی الفصل الثانی)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ

شیعہ آغا خانی فرقہ کو وقف کا منتظم بنانا

سوال :- (۱۲۵۰) ایک مرحوم صاحب خیر کی ملکیت سورت میں ہے مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، ان کی اس ملکیت میں سولہ کرایہ دار رہتے ہیں اور وہ خود بھی اسی میں رہتے تھے انھوں نے اپنی وفات سے پہلے عمارت کی آمدنی کیلئے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے اور وصیت کی ہے کہ اس کی جو آمدنی ہو پہلے اس سے مکان کی تعمیر و مرمت کی جائے اور پھر جو رقم بچا کرے وہ محلہ کی چار مسجدوں میں تقسیم کی جایا کرے، مذکورہ عمارت کے کل پانچ افراد ٹرسٹی ہیں ان میں ایک شخص شیعہ آغا خانی کھوجا بھی ہے، ہم اہل سنت والجماعت حنفی المسلک ایسے آدمی کو ٹرسٹی (منتظم) قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- واقف نے غلطی کی ہے کہ سنی ٹرسٹیوں کے ساتھ آغا خانی کو ٹرسٹی بنایا، اب اگر اس کی وجہ سے وقف کو نقصان پہنچتا ہو اور واقف کا مقصد فوت ہو جاتا ہو تو بدلا جا سکتا ہے، اگر قانونی طور پر اس کی منظوری ہو گئی ہو تو قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ کارروائی کی جائے تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ صورتِ مذکورہ میں سنی ٹرسٹیوں کی اکثریت ہے تو ایک نے اگر مخالفت کی تو وہ کامیاب نہ ہو گا کیونکہ فیصلہ اکثریت کی رائے سے ہو گا۔ بہرحال "نہ سانپ بچے نہ لاٹھی ٹوٹے" کے اصول پر کام کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۵ر ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

طلباء کے چندہ سے قائم کی ہوئی انجمن کی شرعی حیثیت

سوال (۱۲۵۱) ایک مدرسہ میں حالات خراب ہوئے اس وقت وہاں کی انجمن کی صدارت احقر کے ذمہ تھی، مدر

کی مجلس شوریٰ نے انجمن پر قبضہ کرنے کا حق مہتمم کو دیدیا ہے حالانکہ انجمن طلباء کی تھی اس میں کافی کتابیں ہیں اور دوسری چیزیں بھی ہیں، انجمن طلبہ کے پیسوں سے قائم ہوئی تھی، انجمن کا حساب کس کو دیا جائے؟ مجلس شوریٰ کا فیصلہ کہاں تک درست ہے؟ مجلس شوریٰ کا اعلان یہ ہے۔

۔ طلباء کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ۴ رجون ۱۹۷۶ء مجلس شوریٰ کی منعقدہ مجلس نے جامعہ کے طلباء کے نام سے جو انجمن قائم ہے اسے غیر قانونی ٹھہرایا جاتا ہے اسکے علاوہ کی بھی تمام انجمنیں غیر قانونی قرار دی جاتی ہیں، جمعیۃ الطلبہ کی کتابیں نقد اور سامان کو بھی ضبط کرنے کا اختیار مہتمم صاحب کو دیا جاتا ہے۔

۲ ـــــ میرا کچھ ذاتی مال بھی مدرسہ کے کمرہ میں ہے اس پر بھی مہتمم صاحب نے قبضہ کرلیا، کیا شرعاً ان کا قبضہ کرنا جائز ہے، جواب مرحمت فرماکر ممنون فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب: ۱۔ جمعیۃ الطلباء کی حیثیت عرفاً وقف کی ہوگئی، طلبہ کا ذاتی ادارہ اور ذاتی کتب خانہ شمار نہ ہوگا، جب طلباء فارغ ہوکر جاتے ہیں تو کتب خانہ کی کتابیں اور سامان ساتھ نہیں لے جاتے بلکہ بعد میں آنے والے طلبہ کے لئے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، انجمن کا یہ دستور اس پر دال ہے کہ کتابیں اور سامان ذاتی نہیں اس لئے طلباء کو مطالبہ کا کوئی حق نہ ہوگا بعد میں آنے والے طلبہ اس سے منتفع ہوتے رہینگے، اس سلسلہ کا حساب اب مہتمم کو دیدیا جائے۔ فقط۔

۲۔ کمرہ میں آپ کی ذاتی کتابیں اور سامان وغیرہ ہو اس کا آپ مطالبہ کرسکتے ہیں کہ وہ آپ کا حق ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر ان سے مسجد اور مدرسہ کی اینٹیں پکانا۔

سوال (۱۲۵۲) ایک قبرستان جس میں چار گاؤں مشترک ہیں اور وہ قبرستان صرف ایک گاؤں کی ملکیت کا ہے اس گاؤں کے باشندوں نے دیگر تین گاؤں کے باشندوں کو اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اس قبرستان میں بڑے بڑے درخت ہیں ان درختوں کو کاٹ کر مسجد اور مدرسہ کی اینٹیں پکانے کے لئے وہ گاؤں والے جو مالک ہیں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قبرستان وقف نہ ہو کسی کی ملک ہو تو اس کی اجازت سے درست ہے، اگر قبرستان وقف ہے تو غیر ضروری درختوں کو کٹوا کر اسکی قیمت قبرستان کا کمپاؤنڈ بنانے اور اسکی مرمت میں اور قبرستان کی صفائی اور سایہ دار درختوں کے لگانے وغیرہ کاموں میں صرف کرنا چاہئے، بلا قیمت دوسری جگہ دینے کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی وقف جگہ بغیر کرایہ کے کسی ادارہ کو دینا

سوال (۱۲۵۳) مسجد کی کچھ وقف جگہ ہے وہ بغیر معاوضہ لئے کسی ادارہ کو مدرسہ چلانے کیلئے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کی وقف جگہ مسجد کے مفاد کیلئے ہے لہذا کسی ادارہ کو مفت دینا جائز نہیں، کرایہ لیا جائے اور اسے مسجد کے مفاد میں استعمال کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد کے وقف قرآن فروخت کرنا | **سوال (۱۲۵۴)** ایک صاحب خیر نے مسجد میں تلاوت کے لئے قرآن وقف کئے، ایک دوسرے آدمی نے پیسے دے کر وہ قرآن لے لئے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ درست ہے براے کرم تحریر فرمائیں کہ مسجد کا قرآن اس طرح بیچا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کے وقف قرآن بیچنا جائز نہیں اگر ضرورت سے زائد ہوں اور کام میں نہ آتے ہوں تو قریب کی ضرورت مند مسجد میں اور مدرسے کو دے دئیے جائیں مسجد کو جب ضرورت نہ ہو تو لینا ہی نہیں چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرسہ کے پیسوں سے مہمان نوازی | **سوال (۱۲۵۵)** مدارس میں کبھی کبھی کسی عالم کو بلایا جاتا ہے، یا وہ خود تشریف لے آتے ہیں، اسی طرح کبھی مدرسہ کے کسی ہمدرد کو مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر دعوت دیکر بلایا جاتا ہے، تو ان مہمانوں پر مدرسہ کے خزانے میں سے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کبھی آنے والے بزرگ سے لوگ استفادہ کی نیت سے مدرسہ آجاتے ہیں تو آنے والوں کو مدرسہ کا کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ امداد الفتاویٰ میں ہے ۔ مدارس کا روپیہ وقف نہیں مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطیین اور آخذین کی طرف سے وکلاء ہیں، لہٰذا اس میں زکوۃ واجب ہوگی اور نہ معطیین واپس لے سکتے ہیں (امداد الفتاویٰ ج۲ ص۲۴۳)

دوسری جگہ ہے۔

سوال:۔ دروازہ مدرسہ مستقل پر ایک تختہ پر مدرسہ کا نام لکھ دیا گیا ہے

(ثانی قول) بعض صاحبان کی رائے ہے کہ یہ کام مدرسہ کا نہیں ہے اس واسطے اس کی قیمت مدرسہ کی آمدنی سے دینا جائز نہیں، جناب والا کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب:- فقہاء نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ مسجد کا نقش و نگار مال وقف سے جائز نہیں لیکن استحکام جائز ہے، پس اسی نظیر پر صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس گھنٹہ کی تعلیق سے مدرسہ کو کوئی معتد بہ نفع ہو تو مال مدرسہ کا لگانا بھی جائز ہے اور اگر کوئی معتد بہ مصلحت نہیں ہے محض تجمل ہی کا درجہ ہے تو اپنے پاس سے اس کا دام دینا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ج۲)

ان عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں اگر چندہ دہندگان کی اجازت اور رضامندی صراحۃً یا دلالۃً ہو تو ان مخصوص لوگوں کی مہمان نوازی جن کی آمد سے مدرسہ کو معتد بہ نفع کی توقع ہو درست ہے ورنہ مہتمم اور اہل شوریٰ اپنے پاس سے خرچ کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۵ جمادی الثانی [illegible]

مدرسہ کے غسلخانے استعمال کرنا

سوال (۱۲۵۶) ہمارے گاؤں کے کچھ طلباء دوسری جگہ پڑھتے ہیں، جب تعطیلات میں گھر آتے ہیں تو گاؤں میں جو مدرسہ ہے اس کے غسل خانے استعمال کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مدرسہ کی اشیاء کا استعمال انہی طلباء کے لئے جائز ہے جو مدرسہ میں داخل ہوں یا ایک دو دن کے لئے بطور مہمان آئے ہوں، مسافر خانہ کے طور پر ہر ایک استعمال کرے یہ جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سالانہ اجلاس میں مہمانوں کے طعام کا مسئلہ

سوال (۱۲۵۷)- مدرسہ میں سالانہ انعامی جلسہ ہوتا ہے اس میں شریک ہونے والے مہمانوں کو مدرسہ کے پیسوں سے کھلایا جاتا ہے اسکا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- واقف کی تصریح اور چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر مدرسہ کے پیسوں سے مہمانوں کو کھلانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اس کے لئے ضرورت ہی ہو تو چندہ کر لیا جائے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

"ایک خصوصیت اس مدرسہ کی اس جلسہ میں یہ معلوم ہوئی کہ اس مرتبہ جو جلسہ کی وجہ سے مہمانوں کا مجمع ہوا ہے تو ان کی دعوت وغیرہ کیلئے اور اسی طرح جلسہ کے جملہ اخراجات کے لئے خاص احباب سے چندہ کیا گیا ہے، عام چندوں کی رقم میں سے جلسہ کے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا، یہ بات بڑی خوشی کی ہے میری ہمیشہ سے یہی رائے ہے کہ اول تو مہمانوں کو مدرسہ کی طرف سے کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں یہ کسی کے بیٹے کی تقریب تھوڑا ہی ہے جو آنے والوں کو کھانا دیا جائے، یہ ایک قومی اور دینی کام ہے جو آئے اس کو اپنے پاس سے خرچ کرکے بازار میں کھانا چاہئے جیسے عام قومی جلسوں میں کھانے پینے کا خرچ ہر شخص خود برداشت کرتا ہے، اور اگر یہ نہ ہو اور مہمانوں کو کھانا کھلایا ہی جاوے تو اس کے لئے خاص چندہ کرنا چاہئے جس میں سب شرکت کرنے والوں کو اس بات کی صریحاً اطلاع ہو کہ یہ رقم مہمانوں کے کھانے وغیرہ میں صرف ہوگی، عام چندہ سے یہ اخراجات نہ کرنے چاہئیں، کیونکہ عام چندہ دینے والے زیادہ تر یہ سمجھ کر مدارس میں چندہ دیتے ہیں کہ ہماری رقم تعلیمی کام میں صرف ہوگی اس سے طلبہ کو کھانا کپڑا دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ، اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ اس سے جلسہ کے مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے گا جن میں بہت سے امراء و خوش حال بھی ہوتے ہیں تو شاید بعض لوگ اس اطلاع کے بعد چندہ نہ دیتے، اس لئے میرے نزدیک عام رقوم چندہ سے جلسہ کے اخراجات

میں صرف کرنا شبہ سے خالی نہیں، اور شبہ بھی قوی ہے الخ (وعظ المستفی بہ الہدیٰ والمغفرۃ ص ۳۱، ص ۴۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب احکام المساجد

مسجد کا نقشہ مکمل ہونے کے بعد مسجد کے نیچے دکان بنانا

سوال (۱۶۵۸) ایک شخص نے اپنی زمین کا کچھ حصہ مسجد بنانے کے لئے دیا اور اس کے خاندان والوں نے مسجد کا پلان و نقشہ وغیرہ کاغذات تیار کر کے زمین پر مسجد کے حدود کے نشانات لگا کر شہر کے علماء سے بعد عصر مسجد کے مغربی حصہ میں سنگ بنیاد رکھوایا اور مغرب کی نماز باجماعت پڑھی گئی، دوسرے دن پہلے بنائے والا نقشہ (پلان) منسوخ کر کے دوسرا نقشہ اس طرح بنایا گیا کہ مسجد کی زمین نشیب میں ہے اسکو سڑک سے اونچا کرنے کے لئے کرسی اس طرح بنائی جائے کہ نیچے گودام یا دکان بنا کر مسجد کی آمدنی کیلئے کرایہ پر دیدیا جائے اور اوپر جماعت خانہ میں نماز پڑھی جائے، سوال یہ ہے کہ جب صرف مسجد کی بوڈر بنائی ہو اور ایک مرتبہ نماز پڑھی ہو اور تعمیری کام کھدائی وغیرہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں گودام یا دکان بنا کر کرایہ پر دینا اور اوپر شرعی مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے! بینوا توجروا

الجواب:۔ جب نقشہ کے مطابق مسجد کی تعمیر کا کھدائی کا کام (سنگ بنیاد کیلئے) شروع ہو گیا ہے اور ایک وقت کی نماز بھی باجماعت پڑھی گئی تو

وہ جگہ نقشہ کے مطابق مسجد ہو گئی اب اس کا کوئی حصہ خارج نہیں ہو سکتا مسجد میں پانی آجانے کا اندیشہ ہے تو اس بنا پر کرسی بلند کی جا سکتی ہے لیکن نیچے کے حصہ میں گودام یا دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا۔ اگر کام شروع ہونے سے پہلے پلان میں نیچے کا حصہ خارج مسجد ہوتا اور دوکان بنائی جاتی تو اس صورت میں اس کی گنجائش تھی اب اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لو بنی فوقہ بیتاً للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع (درمختار مع الشامی ج ۳ ص ۵۱۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

مسجد کا منتظم تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

استفتاء:- (۱۲۵۹) ایک مسجد کے چار منتظمین (ٹرسٹی) ہیں ان میں ایک ناظم اعلیٰ ہے اس مسجد کی بہت ساری جائداد ہے مکانات ہیں جن میں تقریباً ایک سو کرایہ دار رہتے ہیں، ان کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے کے لئے ایک ملازم کا تقرر کیا تھا لیکن اس نے اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر استعفاء دیدیا ہے۔ اب ان چار منتظمین میں سے ایک بطور ملازمت کرایہ وصول کرنے کا کام کرے اور مشاہرہ لے تو کیا شرعاً وہ منتظم یہ ملازمت کر سکتا ہے؟ اور اس کو تنخواہ لینا جائز رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- وقف نامہ میں تنخواہ دینے کا ذکر ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے، اگر کوئی ذکر نہ ہو اور مذکورہ خدمت مفت انجام دینے کیلئے کوئی ٹرسٹی تیار نہ ہو تو جو بھی کما حقہ خدمت انجام دے سکے اس کو مناسب مشاہرہ طے کر کے دینا درست ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے سئل الفقیہ ابو القاسم عن قیم مسجد جعلہ القاضی قیماً علی غلاتہا وجعل لہ شیئاً معلوماً یاخذ کل سنۃ حل لہ الاخذ ان کان مقدار اجر مثلہ کذا فی المحیط (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲۱)

کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

عیدگاہ کو مسجد بنانا (سوال ۱۶۰) محترم و مکرم جناب مفتی صاحب مدظلہ ، بعد سلام مسنون ! مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب مرحمت فرمائیں ۔

ہمارے ملک سے قریب ایک اور ملک ہے جس کا نام "سورینام" ہے اس ملک میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں ہیں ، ان میں سے ایک جماعت والوں نے اپنے علاقہ میں ایک مسجد اور ایک عیدگاہ بنائی ہے ، اس کے بعد جماعت والوں میں ایسی نا اتفاقی ہوئی کہ ایک دوسرے سے ناتا توڑ دیا اور اتفاق کی کوئی صورت نہ رہی حتی کہ مسجد اور عیدگاہ کی تقسیم ہوئی ، بعض لوگوں کے حصہ میں مسجد آئی اور بعض کے حصہ میں عیدگاہ ، جن لوگوں کے حصے میں عیدگاہ آئی ہے وہ اس کو مسجد بنانا چاہتے ہیں ۔ یہ عیدگاہ پہلے سے مسجد ہی کی شکل میں ہے مگر اس میں صرف عید کی نماز ہوتی تھی اب اس میں پنجوقتہ نماز ادا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ، تو اس میں مسجد کی نیت کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اور اس طرح نیت کرنے سے یہ شرعی مسجد کے حکم میں شامل ہوگی یا نہیں ؟ جن بانی حضرات نے مل کر مسجد بنائی تھی ان میں بھی اختلاف ہے بعض اس پارٹی میں ہیں تو بعض دوسری پارٹی میں ، جو مخالف پارٹی میں ہیں وہ اس عیدگاہ کو مسجد بنانے پر کبھی رضامند نہ ہوں گے تو بقیہ بانی حضرات کی نیت معتبر اور کافی ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

(ویسٹ انڈیز ۔ باربا ڈوز)

الجواب :- ہر شہر سے متعلق آبادی کے باہر (فنائے شہر میں) عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے اس لئے عیدگاہ کو قائم اور باقی رکھتے ہوئے کسی اور جگہ مسجد بنائی جائے ، اگر عیدگاہ آبادی

کے اندر آگئی ہو تو پوری جماعت متفقہ طور پر مسجد بنانے کی نیت کر لے تو مسجد شرعی بن جائے گی مگر عیدگاہ بنانے کی ذمہ داری باقی رہے گی، بانی سے مراد وہ شخص ہے جس نے مسجد کیلئے زمین وقف کی ہو، اور اگر چند اشخاص چندہ کر کے زمین خرید یں اور وقف کر کے مسجد بنالیں تو پوری جماعت کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر چند آدمی الگ ہو گئے اور مسجد و عیدگاہ تقسیم کر لی تو جن کے حصے میں عیدگاہ آئی ہے ان کی نیت کافی ہوگی لیکن اگر باقاعدہ عیدگاہ ہو یعنی شہر سے باہر ہو تو پھر اس کو قائم رکھتے ہوئے مسجد کیلئے دوسری جگہ تجویز کر لی جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے اندر پائیدان رکھنا اور اس سے پیر صاف کرنا

سوال (۱۲۶۱) کتاب "شریعت یا جہالت" کے صفحہ ۲۰۵ پر یہ مسئلہ مرقوم ہے "مسجد میں بوریہ یا ٹاٹ یا گھاس وغیرہ اس واسطے رکھنا کہ لوگ اس سے پاؤں رگڑ لیا کریں تو یہ ائمہ مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے" "عین الہدایہ ۱۸۲۲" ہمارے یہاں مساجد کے فرش، دری وغیرہ بڑے پر تکلف اور قیمتی ہوتے ہیں انھیں گرد و غبار اور پاؤں کی مٹی سے بچانے کیلئے پائیدان رکھا جاتا ہے اور کبھی بوریہ بچھایا جاتا ہے اور اس سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس سے پیر پونچھ کر فرش پر قدم رکھا جائے، آیا یہ مکروہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مسح بتراب فی المسجد فان کان التراب مجموعاً لا بأس به وان کان منبسطاً یکره وهو المختار وان مسح بخشبة موضوعة فی المسجد لا بأس به کذا فی المحیط السرخسی۔

(فتاوی عالمگیری ص ۱۲۰)

TOP

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے فرش کی حفاظت کیلئے مسجد میں پائیدان گوڈری اور بوریہ بچھانا اور اس سے پیر پونچھنا درست ہے کہ کبھی پیر بھیگا ہوا ہوتا ہے اور اس سے مسجد کی دری وغیرہ پر دھبہ پڑجاتا ہے لہٰذا مسجد میں پائیدان رکھدیا جائے تو ممنوع نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی توسیع کیلئے قبریں ہموار کرکے وہ جگہ مسجد میں داخل کرنا

سوال (۱۶۶۲) ہمارے گاؤں میں پرانی مسجد ہے اس کو شہید کرکے نئی بنائی جارہی ہے، جماعت خانہ کے متصل مغربی سمت کی جانب میں بیروں کی دو پرانی قبریں ہیں اور نئی تعمیر میں مغربی سمت کی جانب جماعت خانہ میں اضافہ کرنے کا ارادہ ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ دو قبریں جماعت خانہ کے اندر آجائیں گی تو اب کیا کیا جائے؟ قبر زمین کے ہموار کردی جائے یا قبریں باقی رکھ کر قبر کے ارد گرد چھوٹی سی دیوار بنادی جائے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کی توسیع کیلئے پرانی قبریں اگر جماعت خانہ (مسجد شرعی) میں لینا ضروری ہو تو لے سکتے ہیں اس میں قبروں کی توہین نہ ہوگی بلکہ صاحب قبر کی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے، حرم شریف میں مطاف (طواف کی جگہ) میں بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں ہیں، جماعت خانہ میں جو قبریں شامل کی جائیں ان پر نشان بنانے کی ضرورت نہیں، ہموار کردی جائیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ویران شدہ مسجد کی جگہ پر مدرسہ بنانا

سوال (۱۶۶۳) ہمارے محلہ میں ایک مسجد بہت پرانی ہے اس کی مرمت اور حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے بالکل مسمار ہوگئی ہے، اب صرف زمین باقی ہے۔

دوسری کوئی علامت باقی نہیں ہے۔ لوگ اس زمین کی بے حرمتی کرتے ہیں، پیشاب پاخانہ تک کر دیتے ہیں، اس جگہ مدرسہ بنا دیا جائے تو کچھ حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کی زمین پر عمارت رہے یا نہ رہے وہ جگہ تاقیامت مسجد کے حکم میں رہے گی، درمختار میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثانی) ابدا الی قيام الساعة (وبه يفتى) (درمختار مع الشامی ج۳ ص۵۴۸ احکام المساجد) لہٰذا اس کا ادب و احترام تعظیم و تکریم واجب ہے اور بے حرمتی حرام ہے اور جب تک مدرسہ کا انتظام نہ ہو جماعت خانہ چھوڑ کر کسی اور جگہ بچوں کو تعلیم دی جا سکتی ہے، اگر مسجد تعمیر نہ کر سکتے ہوں تو کم از کم چہار دیواری بنا کر اس کا احاطہ کر لیا جائے تاکہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو، ورنہ آس پاس کے تمام مسلمان گنہگار ہوں گے اور اس کی وجہ سے کسی آفت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے مسجد کی جگہ میں مدرسہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر آباد میدان میں مسجد کا صرف سنگ بنیاد رکھا تو وہ جگہ مسجد ہو گی؟

سوال (۱۶۶۴) آج سے تقریباً دس سال پہلے سورت شہر کے قریب ایک گاؤں کے جوار میں مسلمانوں کی رہائش گاہیں تعمیر کرنے کے لئے ایک قطعہ زمین (جو تقریباً سولہ ہزار مربع گز کا ہے) خریدا اور اسکے پلاٹ بنائے جو خریداروں کے نام کر دیئے گئے اس میں دو پلاٹ مسجد و مدرسہ کے لئے رکھے گئے، جب اس جگہ مکانوں کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا تو اس وقت ایک بزرگ کے دست مبارک سے تبرکاً مسجد کا صرف سنگ بنیاد رکھا گیا، اسکے بعد ممبروں سے رقوم کی عدم فراہمی کی وجہ سے تعمیری کام رک گیا اور بہت کوششوں کے باوجود بھی کام آگے نہ بڑھ سکا بالآخر مجبور ہو کر فیصلہ کرنا پڑا کہ یہ پوری زمین بیچ دی جائے

اس زمین کا جائے وقوع ایسا ہے کہ دور دور تک مسلمانوں کے مکانات نہیں ہیں اور نہ مستقبل قریب میں ہونے کا امکان ہے اس لئے مسلم خریدار ملنا بھی دشوار ہو رہا ہے، ایک غیر مسلم پارٹی وہ زمین خریدنے کیلئے تیار ہوئی ہے لیکن مسئلہ ان دو پلاٹوں کا ہے جو مسجد و مدرسہ کیلئے نامزد کئے ہیں۔ واضح رہے کہ اس جگہ صرف مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس وقت تک نہ اذان دی گئی ہے اور نہ نماز پڑھی گئی ہے، اور ابھی یہ میدان بالکل غیر آباد جنگل کی طرح ہے، جب وہ جگہ غیر مسلم خریدیں گے تو وہ لوگ یقیناً مسجد و مدرسہ کے لئے جو جگہ متعین کی گئی ہے اس جگہ مکانات بنائیں گے، مندرجہ بالا امور کے پیش نظر ان دو سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) کیا یہ مسجد والی زمین کسی غیر مسلم کو رہائش گاہ بنانے کے لئے یا کسی اور کام کے لئے بیچی جا سکتی ہے۔

(۲) مسجد والی جگہ اگر بیچی نہ جائے اور اسے کھلی زمین چھوڑ دی جائے اور اس کے اطراف غیر مسلم بستی ہو جائے تو اس صورت میں اس زمین کی حفاظت کس طرح کی جائے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً! غیر آباد میدان اور جنگل بیابان میں مسلم آبادی قائم کرنے اور مسلمانوں کو وہاں بسانے کی غرض سے وسیع قطعہ زمین خریدی گئی اور مسجد و مدرسہ قائم کرنے کی غرض سے جگہ بھی متعین کر دی گئی اور مکانات و رہائش گاہ وغیرہ کی تعمیرات کا کام بھی شروع ہو رہا تھا اس لئے تبرکاً مسجد کے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی گئی اس کو دس سال کا عرصہ گذر جاتا ہے مگر رہائش گاہیں بنانے اور مسلمانوں کو وہاں بسانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ اس کی توقع ہے ان حالات میں صرف سنگ بنیاد رکھنے

پر جبکہ وہاں نہ اذان ہوئی نہ نماز پڑھی گئی اور نہ مسجد بننے اور اسکے آباد ہونے کے اسباب و قرائن پائے جاتے ہیں نہ قرب وجوار میں چھوٹی بڑی کوئی مسلم آبادی ہے نہ اس کی مسلمانوں کو حاجت ہے لہذا شرعی مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے من بنیٰ مسجداً لم یزل ملکہ عنہ حتیٰ یفرزہ عن ملکہ بطریقہ ویأذن بالصلوٰۃ فیہ، اما الافراز فلانہ لایخلص للہ تعالیٰ الابہ کذا فی الھدایہ — (۱) قولہ — واما الصلوٰۃ فلانہ لابدّ من التسلیم عند ابی حنیفۃ ومحمد ھکذا فی البحر الرائق - التسلیم فی المسجد ان یصلی فیہ بالجماعۃ باذنہ وعن ابی حنیفۃ فیہ روایتان — وفی روایۃ الحسن عنہ یشترط اداء الصلوٰۃ بالجماعۃ باذنہ اثنان فصاعداً کما قال محمدٌ والصحیحُ روایۃ الحسن کذا فی فتاویٰ قاضی خان ویشترط مع ذلک ان یکون الصلوٰۃ باذانٍ واقامۃٍ جھراً لا سرّاً حتیٰ لو صلّی جماعۃ بغیر اذانٍ واقامۃٍ سرّاً لاجھراً لایصیر مسجداً عندھما کذا فی المحیط والکفایۃ - (فتاوی عالمگیری ص ۲۳۸ ج ۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر) اور دوسری جگہ ہے - رجلٌ بنیٰ مسجداً فی مفازۃٍ بحیث لایسکنہا احدٌ وقلّ ما یمرُّ بہ انسانٌ لم یصر مسجداً لعدم الحاجۃ الی صیرورتہ مسجداً کذا فی الغرائب (فتاوی عالمگیری ص ۲۲ ج ۲ کتاب الکراھیۃ. الباب الخامس)

زمین کے تحفظ کے زمانہ میں مسلمانوں کے مفاد اور ضرورت کی چیز قبضہ میں آئی ہے اسے چھوڑنا نہیں چاہئے خود مایوس ہوں تو دوسرے مسلمانوں کو تیار کیا جائے تاکہ پلان اور نقشہ کے مطابق عمل ہو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مجبوراً غیر مسلم کو فروخت کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۲۲ رجادی الاول ۱۳۹۹ھ

مسجد کی زمین کی فضا میں چھجہ بنانا کیسا ہے؟

سوال (۱۲۲۵) ہمارے یہاں مسجد و مدرسہ دونوں بالکل متصل ہے، مدرسہ کی نئی تعمیر ہو رہی ہے، مدرسہ کی ایک دیوار مسجد کے صحن کی جانب ہے مدرسہ کی دیوار کے بعد مسجد کے صحن کی طرف مدرسہ کی ایک اینچ بھی زمین نہیں ہے لیکن لوگوں کی خواہش ہے کہ اس دیوار میں دریچہ لگایا جائے اور دریچہ کی حفاظت کیلئے صحن کے اوپر دریچہ کا چھجہ تعمیر کیا جائے یہ پورا کا پورا چھجہ مسجد کی زمین کے اوپر ہوگا لیکن مسجد کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ یہ مسجد اور مدرسہ دونوں ایک ہی محلہ کے ہیں اور ایک ہی کمیٹی کی نگرانی میں ہے، جب چاہیں اس چھجہ کو توڑ کر مسجد کا کام کیا جا سکتا ہے سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں دریچہ بنانا اور دریچہ پر چھجہ تعمیر کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (راجستھان)

الجواب:۔ مسجد کی جانب جب کہ نمازیوں کے حق میں خلل انداز نہ ہوتا ہو مدرسہ کی دیوار میں دریچہ بنانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ چھجہ مسجد کی زمین اور اس کی فضا پر واقع ہوگا، اور نمازیوں کے لئے تکلیف دہ اور آگے چل کر نزاع کا سبب بھی بن سکتا ہے لہذا اس کی اجازت نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قوله ولو على جدار المسجد) مع انه لم يأخذ من هواء المسجد شيئاً اه ونقل في البحر قبله ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من اوقافه (شامی ص ۴۰۳ ج ۳ کتاب الوقف) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں فرقہ اثنا عشریہ والے شخص کا چندہ لینا

سوال (۱۲۲۶) ایک شخص جو فرقہ اثنا عشریہ سے ہے اس نے مسجد میں کچھ رقم دی ہے کیا وہ رقم مسجد یا مسجد کی

ملکیت کے مکان میں خرچ کرسکتے ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اہل سنت والجماعت اور فرقہ اثنا عشریہ کے عقائد میں بیّن فرق ہے، لہٰذا خالص دینی اور مذہبی معاملہ میں ان سے چندہ نہ لیا جائے اگر وہ خود دینا چاہے تو وہ کسی سُنّی مسلمان کو ہبہ کردے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں دیدے تو لے سکتے ہیں۔

صورت مسئولہ میں تو وہ شخص رقم دے چکا ہے تو اگر واپس کرنا نامناسب ہو تو بادل ناخواستہ بیت الخلا، پیشاب خانہ، غسلخانہ میں استعمال کرلی جائے یا پھر مسجد کا مکان بنانے میں استعمال کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۶۶۷) صورت مسئولہ میں مسجد کی زمین کسے کرایہ پر دیجائے؟ ہماری مسجد کی ایک کھلی جگہ ہے مسجد کے متولّی صاحب نے وہ جگہ ایک شخص کو کرایہ پر دینے کا عہد وپیمان کرلیا اور کرایہ بھی طے ہوگیا، اس کے بعد محلہ کے ایک شخص نے مطالبہ کیا کہ یہ جگہ مجھے کرایہ پر دی جائے اور یہ شخص کرایہ بھی زیادہ دینے کی پیش کش کررہا ہے اس صورت میں دوسرے شخص کو وہ زمین کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وعدہ اور عہدو پیمان کے بعد بلا وجہ شرعی خلاف کرنا درست نہیں، صورت مذکورہ میں متولّی نے جماعت (برادری کے ذمہ دار حضرات) کے مشورہ سے یا پہلے سے حاصل شدہ اختیار کی بنا پر یہ کام کیا ہے تو اب اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر متولی نے محض اپنی رائے سے کیا ہے اور جماعت نے اس کام سے اتفاق نہیں کیا ہے تو متولی کا کیا ہوا معاملہ معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محلہ والے مسجد کی ٹنکی سے پانی بھر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۱۹۶۸) ہماری مسجد میں وضو اور استنجا کے واسطے پانی کی تکلیف تھی چند اہل خیر نے مل کر بورنگ کروا کر بجلی کا مشین لگوا دیا ہے، اس مشین کو چلا کر مسجد کی ٹنکی بھری جاتی ہے اور مشین (موٹر) کا لائٹ بل مسجد کی آمدنی سے ادا کیا جاتا ہے محلہ والے مسجد کی اس ٹنکی سے اپنے گھروں کے استعمال کیلئے پانی بھر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- ٹنکی کا پانی مسجد کے لئے مخصوص ہے۔ محلہ والوں کو پانی بھرنے کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔ باعث نزاع بھی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد شہید کر کے راستہ بنانا

سوال (۱۹۶۹) خدمت گرامی میں عرض ہے کہ ایک سوال درپیش ہے اسکا جواب آپ تفصیل سے عنایت فرمادیں — سوال یہ ہے کہ سنگاپور میں ایک شہر کے درمیان میں کئی مساجد ہیں، حکومت سنگاپور اس کو ایک خوبصورت شہر بنا رہا ہے، اس بنا پر سڑکیں کشادہ کر رہی ہے، ان راستوں پر مسجدیں گرجا گھر، مندر اور مکانات ہیں حکومت ان کو منہدم کر کے اسکے عوض دوسری جگہ دیتی ہے، ایک جگہ دو مسجدیں شہید کر کے دوسری جگہ صرف ایک مسجد کی جگہ دی ہے تو کیا مسجد کو توڑنا اور اسکے عوض دوسری جگہ لینا شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- جو جگہ ایک دفعہ مسجد کے حکم میں آجائے پھر اس کی عمارت رہے یا نہ رہے اس میں نماز پڑھی جاتی ہو یا نہ پڑھی جاتی ہو وہ جگہ تاقیامت مسجد کے حکم میں رہے گی اس کو بجز عبادت کے کسی اور کام میں استعمال کرنا درست نہیں، اسکے کسی حصہ کو بیچنا، کرایہ پر دینا، رہن رکھنا یا اسکے ورثاء کو واپس کردینا

جائز نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کے کسی حصہ کو راستہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا، شامی میں ہے لا یجوزان یتخذ المسجد طریقاً مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانا جائز نہیں، لان المسجد لا یخرج عن المسجدیہ ابداً کیونکہ مسجد کبھی بھی مسجد ہونیکے حکم سے نہیں نکلتی۔ (شامی ص ۵۳۳-۵۳۱ ج ۳) مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ اردو ص ۱۴۴ ج ۲ و ص ۱۸۲ ج ۶۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے اوپر منزلہ بنا کر اس کو جماعت خانہ اور نیچے والے حصہ کو مدرسہ بنانا

سوال (۱۶۷۰) ہمارے یہاں ایک مسجد ہے کمیٹی والوں کا ارادہ ہے کہ اسے دو منزلہ بنا کر اوپر والی منزل کو جماعت خانہ اور نیچے والی منزل کو مدرسہ بنادیا جائے، یہاں شادی کے وقت یہ رواج ہے کہ جب لڑکا نکاح خوانی کے لئے مسجد آتا ہے تو اسکے ہمراہ عورتیں بھی آتی ہیں، اور عورتوں کی محفل مدرسہ میں ہوتی ہے نکاح کے بعد لڑکا عورتوں کی محفل میں جاتا ہے جہاں اسے سلامی دی جاتی ہے جب نیچے والا حصہ مدرسہ بنے گا تو اس میں یہ سب خرافات ہوں گے تو کمیٹی والوں کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :- جماعت خانہ کو مدرسہ اور شادی کا ہال بنانا قطعاً جائز نہیں ہے، مسجد کی سخت بے حرمتی ہوگی، لہٰذا کمیٹی والوں کا خیال درست نہیں ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

"مسجد غرباء" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۶۷۱) سورت میں ایک مسجد تقریباً چار سو سال پرانی ویران تھی، ایک دو ماہ سے اس کو مرمت کرکے آباد کی گئی ہے اور اس کا نام "مسجد غرباء" رکھا گیا ہے آس پاس کے لوگ اکثر خستہ حال ہیں اس نام پر بہت سے لوگوں کو اعتراض ہے، اس لئے یہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

آپ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تعارف کی غرض سے نام رکھا جاتا ہے لہذا اس وجہ سے کہ اس جگہ کے اکثر لوگ غریب ہیں یا غرباء نے مسجد تعمیر کی ہے اور غریب لوگوں کی مسجد ہے "مسجد غرباء" نام رکھنے میں شرعی قباحت نہیں ہے، ایسا نام رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کمرہ میں جانے کیلئے مسجد کی چھت کو راستہ بنانا

سوال (۱۲۷۲) مسجد کی دیوار کے متصل کمرہ ہے اور یہ کمرہ مسجد کی ملکیت ہے اس میں جانے کیلئے مستقل راستہ نہیں ہے، مسجد کی چھت پر سے گذرنا پڑتا ہے ایسے کمرہ میں مدرسہ کے مدرس کیلئے قیام کا انتظام کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کا کمرہ مسجد کے خادم استعمال کر سکتے ہیں، دوسرے لوگ استعمال نہیں کر سکتے، ہاں اگر مسجد کے متعلق مدرسہ ہو تو پھر مدرسین بھی استعمال کر سکتے ہیں جبکہ مسجد کے خدام کو اس کی ضرورت نہ ہو اور خالی پڑا ہو، مسجد کے اوپر بلا عذر شرعی چڑھنا ممنوع اور مکروہ ہے، لہذا کمرہ میں جانے کیلئے دوسرا راستہ بنانا چاہیئے، جب تک دوسرا انتظام نہ ہو یہاں سے جانے کی گنجائش ہے۔ در مختار میں ہے (وکرہ تحریماً الوَطْءُ فوقہ والبولُ والتغوطُ لانّہ مسجدٌ الیٰ عنان السماء (واتخاذہ طریقاً بغیر عذر) الخ (در مختار مع الشامی ص ۶۱۲ / ج ۱ فی احکام المساجد) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبروں کی جگہ کو مسجد میں شامل کرنا

سوال (۱۲۷۳) ہمارے محلہ کی مسجد میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع مسجد کی ضرورت ہوئی، اس لئے اس کا ایک حصہ جہاں چند

پرانی قبریں ایک کمرہ اور باغیچہ تھا، یہ تمام جگہ جدید تعمیر کے وقت مسجد میں شامل کی گئی ہے، فی الحال نماز پرانی مسجد میں ہوتی ہے، لیکن جمعہ ورمضان المبارک میں تراویح میں نئی مسجد میں بھی نمازی ہوتے ہیں، اب جو قبریں زمین کے برابر کردی گئی تھیں ان کے متعلق ہمارے شہر کے قاضی صاحب کہتے ہیں کہ وہ قبریں دوبارہ بنادی جائیں اس لئے کہ یہ قبریں ان کے خاندان کی چند عورتوں کی ہیں تو ان کا یہ مطالبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور جہاں نئی مسجد بن گئی ہے اس میں قبروں کا نشان بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کے احاطہ میں مسجد کی وقف زمین میں میت کو دفنانا درست نہیں ہے اور توسیع مسجد کے وقت ان پرانی قبروں کو زمین کے برابر کرکے مسجد میں شامل کرلینا بلا کراہت جائز ہے اس سے قبروں کی بے حرمتی نہ ہوگی بلکہ مردوں کی روحیں خوش ہوں گی کہ نماز پڑھی جاتی ہے، "کفایت المفتی" میں ہے جو زمین مسجد کے لئے وقف ہو اس پر سوائے مصالح مسجد کے اور کوئی تصرف جائز نہیں ہے، پس اس قطعہ زمین میں جو مسجد کا ہے اموات کو دفن کرنا ناجائز تھا اور اس حکم میں نیک و بد کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۰۸)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ اگر بوجہ اشد ضرورت قبروں کو مسجد کے صحن میں ڈال دیا جائے تو درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ قبروں کو برابر کرکے فرش مسجد میں لیا جائے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور کچھ کراہت نماز میں نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم قدیم ج ۵ ص ۲۰۳)

لہٰذا قاضی صاحب کا یہ مطالبہ صحیح نہیں ہے اور قبروں کے نشانات باقی

رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے استعمال کرنا

سوال (۱۲۷۴) ہمارے گاؤں میں مسجد تعمیر ہو رہی ہے رقم کی فراہمی کیلئے دوسری بستیوں میں جانا ہوا چندہ میں کچھ رقم زکوٰۃ کی وصولی ہوئی ہے حیلہ کر کے ان پیسوں کو مسجد کی تعمیری کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رقم مدارس میں دیدی جائے، ہم لوگ کیا کریں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مسجد کی تعمیر میں یا امام و مؤذن و مسجد کے خدام کی تنخواہ میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں ہے مسجد کی تعمیر کے لئے للہ رقم دینے والے اہل خیر سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اس لئے تعمیر مسجد میں زکوٰۃ کی رقم ہرگز استعمال نہ کی جائے حیلہ کر کے بھی نہ لینا چاہئے۔ صورت مذکورہ میں دینے والوں کی رقم واپس کر دی جائے یا ان کی اجازت سے مدارس میں دیدی جائے اگر مسجد کو اس رقم کی ازحد ضرورت ہو اور دوسری للہ رقم ملنے کی امید نہ ہو تو کسی مستند عالم کو صورتِ حال سے واقف کر کے ان کے مشورے کے مطابق عمل کیا جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام کا مع اہل و عیال احاطۂ مسجد میں رہنا

سوال (۱۲۷۵) امام مسجد اپنے اہل و عیال کے ساتھ احاطۂ مسجد میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کا کوئی دوسرا حجرہ نہیں ہے صرف ایک ہی حجرہ ہے اس مجبوری کی حالت میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ احاطۂ مسجد میں امام و مؤذن کیلئے حجرہ بنا ہو تو اس میں امام و مؤذن کا رہنا درست ہے، لیکن بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے، استنجا کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور و شغب کی وجہ سے

نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا اس لئے ممنوع ہوگا، اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی وقف جگہ پر مدرسہ تعمیر کرنا یا امام و مؤذن کے لئے کمرہ بنانا

سوال (۱۶۷۶) ہمارے یہاں مسجد کے احاطہ میں شرعی مسجد سے علیحدہ ایک صاحب خیر نے مدرسہ کی نیت سے دو بڑے کمرے تعمیر کرا دیئے ہیں جس میں بفضلہ تعالیٰ کئی سال سے دینی تعلیم ہو رہی ہے کہ بچے فراغت کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں اور آئندہ بھی جگہ تنگ ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اس صورت میں مدرسہ کے اوپر امام اور مدرسین کے لئے ایک دو منزلہ عمارت تعمیر کرا دیں تاکہ ہمیشہ کے لئے امام و مدرسین کے لئے قیام کی سہولت پیدا ہو جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:- احاطۂ مسجد کی تمام جگہ مصالح مسجد کے لئے مسجد پر وقف ہوتی ہے اس جگہ مدرسہ کی عمارت بنانے کے لئے اجازت دینا درست نہیں ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بیکار اور کھلی جگہ پر مسجد کے پیسوں سے یا چندہ کرکے عمارت بنائی جائے اور وہ جگہ دینی مدرسہ چلانے کے لئے کرایہ پر دی جائے اور کرایہ مسجد کے مفاد میں صرف ہوتا رہے یا امام و مؤذن کو رہنے کے لئے دیدیا جائے تو یہ صورت جائز ہے، صورت مسئولہ میں مسجد کی جگہ پر برائے مدرسہ عمارت بن چکی ہے تو مسجد والوں کو چاہئے کہ وہ لوگ رقم ادا کرکے یہ عمارت لے لیں، زمین تو پہلے سے مسجد کی ملک ہے اس عمل سے عمارت بھی مسجد کی ملک ہو جائے گی اور پھر وہ جگہ مدرسہ کو کرایہ پر دیدی جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد شرعی کی بالائی منزل پر مدارس کے سفراء کا قیام کرنا

سوال (۱۶۷۷) ہر سال رمضان المبارک

میں مختلف مدارس کے سفراء چندہ کی غرض سے بمبئی آتے ہیں اور ایک مسجد کے بالائی حصہ میں قیام پذیر ہوتے ہیں اس بالائی حصہ میں جمعہ کی نماز بھی لوگ ادا کرتے ہیں اور بارش کے دنوں میں جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں بھی یہاں لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ ایسی جگہ پر ان سفراء کو قیام کی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ سفراء اس حصہ کو بالکل مسافر خانہ کی طرح استعمال کرتے ہیں، دیوار پر اپنے لباس لٹکاتے ہیں، بے تکلف باتیں کرتے ہیں، بعض تو سگریٹ تک پیتے ہیں، اخبار بینی کرتے ہیں اور اپنے بستر کھلے پڑے رہنے دیتے ہیں اس بارے میں شرعی حکم تحریر فرمائیں کہ ان کو ٹھہرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: مسجد شرعی اور اس کے اوپر کا حصہ بھی مسجد شرعی کے حکم میں ہے اس کو مسافر خانے کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہے مسجد کی حرمت باقی نہیں رہے گی، سفیروں کے لئے مسجد کے علاوہ کوئی قیام گاہ نہ ہو تو ان سفراء کو ٹھہرایا جا سکتا ہے، جو مسجد کا کما حقہ ادب و احترام کر سکتے ہوں۔ جو احتیاط نہیں کرتے ان کو اجازت نہ دی جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد یا صحن یا اطرافِ صحن میں سونا

سوال (۱۲٦۸) مسجد یا اس کے اطراف کے صحن میں بھکاریوں کو سونے کی اجازت دینی چاہئے یا نہیں؟ بہت سے لوگ دن کے وقت مسجد میں سونے کے لئے آتے ہیں اور اس کو وہ اپنا واجبی حق سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے ان متولیوں کا گھر نہیں ہے، آپ شرعی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا!

(نوٹ) اس صحن میں لوگ جمعہ اور ماہِ رمضان المبارک میں پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب: مسجد میں معتکف اور مسافر کے علاوہ اوروں کو سونے کی اجازت نہیں ہے، فقہاء کرام رحمہم اللہ نے مکروہ لکھا ہے و (کل) ونوم الا لمعتکف

وغریب (درمختار مع الشامی ج۱ ص۶۱۹) خارج میں جگہ نہ ہو تو مسافر یا امام مؤذن خادم مسجد و نگران مسجد، مسجد میں سو سکتا ہے، دوسروں کو کبھی کبھی مسجد میں سونے کی ضرورت پیش آجائے تو بہ نیت اعتکاف مسجد میں داخل ہوں اور تھوڑی دیر نوافل و ذکر اللہ میں مشغول رہ کر سو سکتے ہیں (یکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف فیدخل ویذکر اللہ بقدر مانوی ویصلی ثم یفعل ما یشاء (فتاوی سراجیہ ص۷۲) (عالمگیری ج۵ ص۳۲۱) (شامی ج۱ ص۶۱۹)۔
لیکن دوامی طور پر مسجد میں یا صحن مسجد میں یا اطراف صحن میں سونے کی عادت کر لینا اور مسجد کو خواب گاہ بنا لینا مکروہ اور ممنوع ہوگا۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو

(۱) الجواب:- نمازیوں کا مسجد میں اوقات نماز کے علاوہ لیٹ جانا اور سو جانا اگر اتفاقی طور پر ہو تو مباح ہے، لیکن مسجد کو ایک خواب گاہ بنا لینا ان کے لئے درست نہیں (کفایت المفتی ج۳ ص۱۱۲)

(۲) الجواب: مسجد کا دالان (برآمدہ) اگر مسجد سے خارج ہو تو اس میں کسی نیک شخص کے اتفاقاً سو جانے کا مضائقہ نہیں اگر یہ شخص مسجد کے متعلقین میں سے ہے مثلاً امام ہے یا مؤذن یا نگران، تو اس کو دالان میں (جبکہ دالان مسجد سے خارج ہو) سونا اور رہنا بھی جائز ہے لیکن اگر مسجد کے متعلقین میں سے نہیں ہے اور اکثر یا دوامی طور پر مسجد میں سونے کی عادت ڈال رکھی ہے تو یہ مکروہ ہے (کفایت المفتی ج۳ ص۱۱۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۵ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

جس مسجد میں مؤذن نہ ہو وہ مسجد محلہ کے حکم میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۱۶۷۹) ہمارے یہاں ایک مسجد ہے اور وہ محلہ کے باہر ہے مگر پوری ذمہ داری اہل محلہ پر ہے

وہاں نماز پنجگانہ، جمعہ، تراویح وغیرہ ہوتی ہے، لیکن اس مسجد میں مؤذن متعین نہیں ہے وقت ہونے پر کوئی بھی اذان دیدیتا ہے، اور جماعت ہو جاتی ہے، تو کیا مؤذن کی تعیین کے بغیر یہ مسجد "مسجد محلہ" شمار ہوگی؟ یا شارع عام کی؟ اگر محلہ کی مسجد ہے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟ اور اگر عام شاہراہ کی ہے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مؤذن مقرر نہیں ہے مگر وقت مقررہ پر اذان ہو جاتی ہے اور پانچوں وقت جماعت وقت پر ہوتی ہے تو یہ مسجد محلہ کے حکم میں ہے اور سب احکام مسجد محلہ کے جاری ہوں گے اور جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی، خارج مسجد یا کسی کے مکان میں دوسری جماعت کی جا سکتی ہے مگر بلا وجہ شرعی اس کی عادت کر لینا مکروہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی زمین میں اکھاڑہ بنانا

سوال (۱۶۸۰) مسجد کے قریب ایک جگہ ہے جہاں پہلے مدرسہ تھا اس کے بعد وہ جگہ کرایہ پر دی گئی تھی، اب وہ جگہ خالی ہے محلہ والے کشتی کھیلنے کے لئے بلا کرایہ (مفت) طلب کرتے ہیں تو اس جگہ کو بلا کرایہ اکھاڑے کے لئے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کی جگہ اکھاڑے کیلئے مفت دینا جائز نہیں، کرایہ پر دی جا سکتی ہے، بشرطیکہ مسجد کو اس کی ضرورت نہ ہو اور مسجد کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو ورنہ کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے احاطہ کے کمرے کرایہ پر دینا

سوال (۱۶۸۱) ہمارے یہاں شاہی مسجد کے احاطہ میں جماعت خانہ سے تقریباً پچاس فٹ دور کچھ کمرے ہیں، ان کمروں میں پہلے زنانہ اسکول تھا

اب وہ خالی پڑے ہیں وہ جگہ مسلمان کرایہ پر طلب کرتے ہیں مسجد کے احترام کی تحریری گارنٹی دیتے ہیں تو اس شرط پر وہ کمرے ان کو کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد کے احاطہ میں جو حجرے ہوتے ہیں وہ عموماً امام مسجد اور خدام مسجد کے لئے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو اسی کام میں لیا جائے، کرایہ پر نہیں دے سکتے، اگر زائد کمرے ہوں تو تعلیم کے کام میں لئے جائیں، ہاں اگر بانی اور واقف نے کرایہ کیلئے اور مسجد کی آمدنی کیلئے بنائے ہوں تو کرایہ پر دے سکتے ہیں، بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو اور نمازیوں کو حرج و تشویش نہ ہوتی ہو اور کرایہ دار کیلئے آمد و رفت کا راستہ الگ ہو ورنہ کرایہ پر نہیں دے سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرام اور مشتبہ مال مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا

سوال (۱۶۸۲) مسجد کی تعمیر اور درستگی کے لئے کوئی "فلم ایکٹر" رقم دے تو وہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ ان کی آمدنی یقیناً مشتبہ ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد خدا کا مقدس اور پاکیزہ گھر ہے اس کی تعمیر و درستگی میں حلال اور پاکیزہ مال استعمال کیا جائے، حرام کمائی مسجد میں استعمال کرنا منع اور مکروہ ہے، حدیث شریف میں ہے، خدا تعالیٰ پاکیزہ مال قبول فرماتے ہیں، لہٰذا حرام اور مشتبہ مال سے مسجد بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد پر قبضہ کرکے گھر بنالینا

سوال (۱۶۸۳) ایک مسجد جہاں پنجگانہ نماز تراویح وغیرہ پڑھنے کی لوگ شہادت دیتے ہیں، اس جگہ پر ایک آدمی نے دعویٰ کرکے گھر بنالیا ہے، اس میں کھانا پینا

ہے اور مسجد کے نشانات محراب، حوض وغیرہ سب مٹا دیئے ہیں تو ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ بعض لوگ خود غرضی اور اپنے مفاد کے خاطر اس کی حمایت کرتے ہیں حتی کہ اس مسجد کے خلاف لڑنے کو تیار ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اس جگہ کے وقف اور مسجد ہونے کا ثبوت ہو جائے پھر چاہے وہ مدت دراز تک ویران غیر آباد اور خستہ حال میں پڑی رہتی ہو تب بھی وہ جگہ مسجد ہے اور تا قیامت وہ مسجد کے حکم میں رہے گی اس جگہ کو مسجد کے علاوہ کھانے پینے سونے اور رہنے کے کام میں لینا ناجائز اور حرام ہے۔ غاصب کی حمایت کرنے والے بھی گنہگار ہوں گے، درمختار میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی (ای عند ابی یوسف) ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی (درمختار مع الشامی ص ۵۱۳ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال (۱۴۷) تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر نماز باجماعت کس طرح ادا کی جائے؟

مسجد کی قبلہ جہت کی کشادہ جگہ میں اجتماع کے موقعہ پر نماز با جماعت کا انتظام کرنے کا ارادہ ہے لیکن اس صورت میں نمازی امام سے آگے ہو جاتے ہیں اس مجبوری کی حالت میں کیا کریں؟ کیا مسجد میں دوبارہ جماعت کر سکتے ہیں یا پنڈال میں جماعت کریں؟ اگر پنڈال میں جماعت کریں تو مسجد کی اذان کافی ہے یا دوسری اذان ضروری ہے۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب : پہلے مسجد میں اور مسجد کے باہر امام کے پیچھے جتنے لوگ نماز پڑھ سکیں وہ پڑھ لیں باقی لوگ پنڈال میں جماعت کریں، پنڈال قریب ہے اس لئے مسجد کی اذان کافی ہے، ہاں اقامت کہہ لیں تو بہتر ہے، مقتدی امام سے آگے ہو تو نماز نہ ہوگی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں تبلیغی تعلیم کہاں کی جائے؟

سوال (۱۶۸۵) ہمارے میاں مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد جماعت خانہ میں تبلیغی جماعت والے دس پندرہ منٹ کتابی تعلیم کرتے ہیں. جو لوگ سنت اور وتر پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں یا بعد میں آنے والے فرض نماز پڑھتے ہیں تو ان کو خلل ہوتا ہے اس لئے ان کو کہا جاتا ہے کہ جماعت خانہ کے باہر برآمدہ میں تعلیم کیا کرو، تعلیم والے کہتے ہیں کہ اسکے قریب نشستگاہ ہے وہاں لوگ بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے ہیں اس لئے تعلیم میں خلل ہوتا ہے، اس حالت میں تعلیم کہاں کی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نماز اور وظیفہ پڑھنے میں خلل آئے اس طرح تعلیم کرنا منع ہے مگر تعلیمی سلسلہ بھی بہت اہم اور مفید ہے اس لئے دونوں سلسلے جاری رہ سکیں ایسی صورت اختیار کی جائے مسجد بڑی ہو تو اسکے کسی گوشہ میں یا برآمدہ یا صحن میں تعلیم ہو تو دونوں سلسلے جاری رہ سکتے ہیں، دنیوی باتوں میں مشغول رہنے والوں کو چاہئے کہ تعلیم میں شرکت کریں. دس پندرہ منٹ کا وقت کوئی زیادہ طویل نہیں ہے، مسجد خدا کی یاد کے لئے ہے دنیوی باتوں کے لئے نہیں ہے خصوصاً جبکہ اس سے تعلیم میں حرج ہوتا ہو، تعلیمی سلسلہ کو غنیمت سمجھا جائے اور اس میں شرکت کی جائے اس سے ایمان تازہ اور قوی ہوتا ہے، تعلیم جس میں فضائل کے ساتھ طہارت، وضو، نماز، روزہ وغیرہ کے احکام و ضروری مسائل بھی ہوں، محض فضائل پر اکتفا نہ کیا جائے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں اعلموا ان کل قاعد فی بیتہ اینما کان فلیس خالیًا فی ھذا الزمان عن منکرٍ من حیث التقاعد عن ارشاد الناس..الخ

ترجمہ:۔ جان لو کہ اس دور میں ہر وہ شخص جو گھر میں بیٹھا ہوا ہے، تعلیم و تبلیغ

رشد و ہدایت اور عمل صالح کے بارے میں لوگوں کو آمادہ کرنے میں قاصر ہے جس بنا پر وہ سب گنہ گار ہیں کہ شہر میں اکثر لوگ نماز کے شرائط و احکام سے ناواقف ہیں تو پھر گاؤں کے باشندوں کی نماز اور دین کی کیا حالت ہوگی؟ لہذا شہر کی ہر ایک مسجد اور محلہ میں ایک عالم دین کا ہونا ضروری ہے الخ (احیاء العلوم ص ۲۳۶ ج ۲)

اس بناء پر تعلیم کو غنیمت سمجھیں اور ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز و تعلیم دونوں جاری رہیں اور کسی کو شکایت نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی جگہ محفوظ رکھنے کیلئے مالِ وقف صرف کرنا

سوال (۱۲۸۶) ہمارے محلہ کی مسجد کے ٹرسٹ کے ماتحت دو مسجدیں ہیں ان میں سے ایک مسجد غیر مسلم علاقہ میں ہے اور وہ بالکل غیر آباد ہے عمارت بھی منہدم ہو گئی ہے حکومت وہ جگہ لینا چاہتی ہے تو ہم کیا کریں، قانونی کارروائی کر کے اس کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں یا وہ جگہ حکومت کو دیدیں؟ اس مسجد کی مستقل آمدنی نہیں ہے تو ہماری مسجد کے ٹرسٹ میں سے کورٹ اور وکیل کا خرچ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ "جائے مسجد" پر کوئی عمارت ہو یا نہ ہو وہاں نماز پڑھی جاتی ہو یا نہ پڑھی جاتی ہو، آبادی ہو یا نہ ہو وہ جگہ ہر حال میں مسجد ہی کے حکم میں ہے، درمختار میں ہے:۔ ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی (در مختار مع الشامی ص ۵۱۳ ج ۳)

یہ جگہ مہمان خانہ، مسافر خانہ، یتیم خانہ کے طور پر بھی استعمال نہیں کی جا سکتی مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو آباد کریں، پنجگانہ نماز ادا نہ کر سکیں تو کم از کم جمعہ کی نماز پڑھ کر آباد کرنے کی کوشش کریں، ایک آدمی رکھ لیا جائے جو پانچوں وقت

اذان دیکر نماز ادا کرے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسجد کے چاروں طرف دیوار بنا دی جائے کہ گندگی اور بے ادبی سے محفوظ رہے، اس سلسلہ میں اور کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو تو آپ کی مسجد کے ٹرسٹ میں سے اس ویران مسجد کے حصہ میں جتنی رقم آئے وہ قانونی کارروائی میں صرف کی جا سکتی ہے :۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

جماعت خانہ کے نیچے حوض بنانا

سوال (۱۶۸۷) ہماری مسجد کی توسیع کی جا رہی ہے جو جگہ جماعت خانہ میں شامل کی جائے گی وہ تنگ ہے اس لئے پلان اس طرح بنایا جا رہا ہے کہ جو نئی جگہ جماعت خانہ میں شامل کی جائے گی اسکے نیچے حوض بنایا جائے، وضو کرنے کے لئے بیٹھک جماعت خانہ سے باہر ہوگی تو اس طرح حوض بنا سکتے ہیں یا نہیں اور اس جگہ صفیں قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا مسجد کا ثواب ملیگا؟ اور کیا معتکفین وہاں آ سکیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جو نئی جگہ جماعت خانہ میں داخل کی ہے اسکے نیچے کا حصہ پہلے سے حوض بنانے کی نیت ہونے کی وجہ سے بطور حوض رکھا جا سکتا ہے (پرانی مسجد کا حصہ حوض میں نہ آنے پائے) اور حوض کے اوپر کا حصہ جو جماعت خانہ میں شامل ہے اس میں صفیں قائم کی جا سکتی ہیں، مسجد کا ثواب ملے گا اور وہاں اعتکاف بھی درست ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے وقت مسجد کا دروازہ بلا ضرورت بند رکھنا

سوال (۱۶۸۸) ہماری مسجد کے دو دروازے ہیں، ایک محلہ کی جانب، اور دوسرا شارع عام (روڈ) کی جانب، ان میں سے ایک دروازہ نماز کے وقت بند رکھا جاتا ہے حالانکہ اس طرف بھی مسلمانوں کے کچھ گھر ہیں اس دروازہ کے بند رکھنے کی وجہ سے اس طرف

کے رہنے والے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ دروازہ بند رکھنا کیسا ہے؟ یہ دروازہ دس پندرہ روز سے بند ہونا شروع ہوا ہے۔ مدلل جواب مرحمت فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کا سامان چوری ہوجانے یا مسجد میں جانور وغیرہ کے گھس جانے کا اندیشہ ہو تو دروازہ بند کیا جاسکتا ہے، لیکن نماز کے وقت کھولنا ضروری ہے جب دونوں دروازوں کی طرف مسلمان آباد ہیں تو نماز کے وقت دونوں دروازے کھلے رہنے چاہئیں بند کرکے نمازیوں کو پریشان کرنا درست نہیں ہے ہاں اگر جانوروں کے اندر آجانے کا ڈر ہو تو اس طرح بند رکھا جاسکتا ہے کہ نمازی خود کھول کر مسجد میں آسکیں اور نمازیوں کی شکایت باقی نہ رہے در مختار میں ہے۔ وکرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی (قولہ غلق باب المسجد) قال فی البحر وانما کرہ لانہ یشبہ المنع من الصلوٰۃ قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ اھ (قولہ الا لخوف علی متاعہ) ھذا اولیٰ من التقیید فی زماننا فی جمیع الاوقات ثبت کذلک الا فی اوقات الصلوٰۃ او لا فلا او فی بعضھا ففی بعضھا کذا فی الفتح (درمختار والشامی ص ۶۱۶ ج ۱ تحت مطلب فی احکام المساجد) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت خانے کے پرانے پتھر بیچنا

سوال (۱۶۸۹) مسجد کے جماعت خانہ کے پرانے پتھر بیکار پڑے ہیں ان کو فروخت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی آمدنی کے لئے ایک مکان بنایا جارہا ہے اس میں وہ پتھر استعمال کراسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے پتھر بیکار پڑے ہیں تو ان کو جماعت اور اہل محلہ

کی اجازت سے متولی فروخت کرے اور اس کی قیمت مسجد کے وقف میں شامل کرلی جائے یا اس رقم سے کوئی چیز مسجد کے لئے کارآمد ہو خریدنے کی اجازت ہے، اسی طرح مسجد کے مکان میں استعمال کرسکتے ہیں لیکن پلیدی سے بچایا جائے، یعنی بیت الخلاء، پیشاب خانہ، غسلخانہ وغیرہ میں نہ لگایا جائے، درمختار میں ہے ولا ترمی براية القلم المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لايلقى فى موضع يخل بالتعظيم (درمختار مع الشامی ص ۱۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد میں سیاسی جلسہ کرنا

سوال (۱۲۹۰) مسجد میں سیاسی جلسہ اور میٹنگ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے ادب واحترام کے بارے میں لوگ بہت زیادہ بے پرواہی برتتے ہیں، یہ کام مسجد میں کرنے کے لائق نہیں لہٰذا خالص دینی مجالس کے سوا دوسری آج کل کی سیاسی میٹنگیں شرعی مسجد سے باہر کسی اور جگہ منعقد کرنی چاہئیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر کنارے پر ایک چبوترہ تعمیر کروادیا تھا اور اعلان کرادیا تھا کہ جس کو اشعار پڑھنا ہو یا بلند آواز سے بولنا ہو یا کوئی اور کام کرنا ہو تو وہ چبوترہ پر چلا جائے،

مشکوٰۃ شریف میں ہے عن مالك قال بنى عمر رحبة فى ناحية المسجد تسمى البطيحاء وقال من كان يريد ان يلغط او ينشد شعرا او يرفع صوته فليخرج الى هذه الرحبة رواه فى الموطا (مشکوٰۃ شریف ص ۷۱) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے الجلوس فى المسجد للحديث لايباح بالاتفاق لان المسجد مابنى لامور الدنيا (عالمگیری ص ۲۵۱ ج ۴ کتاب الكراهية الباب الخامس) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں نکاح خوانی یا قرآن خوانی کے لئے مسجد کی بجلی استعمال کرنا

سوال (۱۹۹) مسجد میں نکاح خوانی کے وقت یا جب کوئی شخص اپنے کسی عزیز واقارب کیلئے ختم قرآن کراتا ہے اس وقت مسجد کی بتی (لائٹ) جلائی جاتی ہے پنکھے چلائے جاتے ہیں تو جتنی دیر مسجد کا پاور استعمال کیا جائے اس کا عوض متولی لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور متولی عوض لینے کا قانون بنا سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود ان لوگوں کو سمجھ کر مسجد میں عوض دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ ان کاموں کیلئے روشنی کا انتظام خود ہی کریں، مسجد کی بتی اور پنکھوں کو استعمال نہ کریں حد تو یہ ہے کہ مسجد میں بتی جلانے کا جو وقت مقرر ہے اسکے علاوہ دیگر اوقات میں قرآن کی تلاوت یا دینی کتابوں کے مطالعے کیلئے بھی مسجد کی بتی جلانے اور پنکھے چلانے کی اجازت نہیں ہے، ممنوع ہے، عالمگیری میں ہے هل یجوز ان یدرس لکتاب بسراج المسجد؟ والجواب فیہا انها ان کانت موضوعة للصلوٰة فلا بأس به وان وضع لا للصلوٰة بان فرغوا من الصلوٰة وذهبوا فان اخر الی ثلث اللیل لا بأس به وان اخر اکثر من ثلث اللیل لیس له ذلک کذا فی المضمرات (فتاوی عالمگیری ج ۲ کتاب الکراهیة الباب الخامس)

لیکن آج کل غلط دستور ہو جانے کی وجہ سے بتی جلانے اور پنکھے چلانے کی اجازت نہ دینے پر جھگڑے اور فساد کا اندیشہ ہو تو جتنی دیر بجلی خرچ ہو معاوضہ لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے یا وہ خود ہی دیدے، مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرنا مسنون ہے حدیث سے ثابت ہے ـــــ ایصال ثواب کے لئے رسمی مجلسیں مساجد میں منعقد کرنا ثابت نہیں، شرح سفر السعادت میں ہے۔ وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز (جنازہ) جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور

و نہ غیر آں و ایں ممنوع بدعت است و مکروہ - یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لئے بجز صلوٰۃ جنازہ دوسرے کسی موقع پر جمع ہوتے ہوں اور قرآن پڑھتے ہوں، نہ قبر پر اور نہ دیگر کسی مقام پر، یہ تمام رواج اور رسوم قرآن خوانی اور مجلس وعظ بدعت اور مکروہ ہیں (شرح سفر السعادت ص ۲۷۳)

فتاوی بزازیہ میں ہے: واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص فالحاصل ــ الی قولہ ــ اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ (فتاوی بزازیہ ص ۸۱/ ۱۲)

لہذا اس میں لائٹ اور پنکھوں کا استعمال کرنا درست نہ ہوگا جبکہ قرآن کی تلاوت اور دینی کتابوں کے مطالعہ کے لئے مسجد کی بجلی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے (حالانکہ یہ خالص دینی کام ہیں) تو رسمی قرآن خوانی کے لئے اس کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے؟ اگر کرنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں کریں، مسجد ان کاموں کے لئے موضوع اور شایان شان نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب

رمضان کی ستائیسویں کی شیرینی کی بچی ہوئی رقم مسجد میں استعمال کرنا

سوال (۱۶۹۲) ستائیسویں تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر شیرینی تقسیم کرنے کیلئے چندہ کیا تھا اس میں سے کچھ پیسے بچ گئے ہیں، کیا ان کو مسجد کے کاموں میں استعمال کرسکتے ہیں، یا وہ پیسے امام صاحب ہی کو دیدیئے جائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس مقصد کے لئے اور جس غرض کی خاطر چندہ کیا ہو اسی میں چندہ کی رقم استعمال کرنا چاہئے، اگر رقم بچ گئی ہو تو چندہ دہندگان کی اجازت سے دوسرے مصرف میں استعمال کرسکتے ہیں، یہ امام کا حق نہیں ہے کہ بچی ہوئی

رقم ان کو دینا ضروری ہو، ختم قرآن کے وقت شیرینی تقسیم کرنے کیلئے چندہ کرنیکا طریقہ غلط ہے چندہ نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص رسم کی پابندی کے بغیر خوشی سے شیرینی تقسیم کرے، تو ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے وقف قرآن کو اپنے قرآن سے بدلنا

سوال (۱۶۹۳) ہماری مسجد میں ایک ترجمہ والا قرآن شریف ہے مجھے اس کی ضرورت ہے، میں اس کی جگہ ایک معریٰ قرآن (بلا ترجمہ والا) رکھ دوں اور وہ قرآن میں اپنے گھر لے جاؤں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے وقف قرآن کو دوسرے قرآن سے بدلنا جائز نہیں مسجد میں بیٹھ کر استفادہ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کا مکان بینک کو کرایہ پر دینا

سوال (۱۶۹۴) مسجد کا مکان بینک کو کرایہ پر دینا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بینک کو مکان کرایہ پر دینا تعاون علی الاثم کے مترادف ہے اور قرآن کریم میں تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے، ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں معاونت مت کرو، لہٰذا اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں نماز باجماعت موقوف کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۶۹۵) بمبئی میں ایک مسجد کی نئی تعمیر ہو رہی ہے مسجد کے دونوں طرف سڑک واقع ہے اور یہ تجارتی مرکز ہے اسلئے حکومت کی طرف سے نئی تعمیر کی

اجازت اس شرط پر ملی ہے کہ تعمیر کا سامان سڑک پر نہ رکھا جائے اس لئے بیکار ملبہ اور تعمیری سامان مسجد میں رکھنا پڑتا ہے جس میں بہت جگہ گھر جاتی ہے اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعمیر کے دوران مسجد میں نماز با جماعت پڑھی جائے یا نہیں؟ نماز جاری رکھتے ہیں تو چند مشکلات پیش آتی ہیں (۱) جگہ نکالنا مشکل ہے (۲) حوض کا پورا پانی تعمیر میں مستعمل ہوگا اور مزدور اکثر ہندو ہوتے ہیں ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں ان کو پاکی ناپاکی کا کچھ خیال نہیں ہوتا (۳) ظہر عصر کی نماز کی وجہ سے روزانہ آدھا گھنٹہ کام بند کرنا پڑے گا، تو ان حالات میں نماز با جماعت جاری رکھی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں مسجد کا بیکار ملبہ فروخت کر دیا جائے، وقت پر اذان ہونی چاہئے اور جماعت بھی، چاہے مختصر ہی سہی، جماعت خانہ میں یا احاطۂ مسجد میں جہاں ممکن ہو جماعت کی جائے، اڑوس پڑوس کے چند نمازی اپنے گھر سے وضو اور سنت سے فارغ ہو کر آجائیں اور بعد کی سنتیں بھی گھر جا کر ادا کریں اس طرح صرف دس پندرہ منٹ کام بند رہے گا، جمعہ موقوف کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مسجد کے احترام کا پورا خیال رکھا جائے اور گندگی کا اندیشہ ہو تو بچوں کو روکا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کی صفیں عیدگاہ میں کب استعمال کر سکتے ہیں

سوال (۱۲۹۲) مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کی صفیں عیدگاہ میں استعمال نہیں کر سکتے مگر یہ حیلہ کرنا کہ صفیں عیدگاہ کیلئے خریدی جائیں اور عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال کریں اور بقیہ دنوں میں مسجد میں استعمال کریں تو اس صورت میں وہ صفیں دونوں جگہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب عیدگاہ میں صفیں اس نیت سے دی جائیں کہ عیدین

کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال ہو، دونوں زمانوں میں مسجد میں تو مضائقہ نہیں اسی طرح مسجد میں دیتے وقت یہ کہا جائے کہ عید کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال کی جائے تب بھی حرج نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پگڑی کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا

سوال (۶۹۷) بمبئی کی ایک مسجد کی ملکیت ہے اس پر پگڑی کی رقم لی ہے اس رقم کو مسجد کے تعمیری کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ پگڑی کی یہ رقم ہندو کرایہ دار، رافضی اور سنی مسلمانوں سے لی ہے، مسجد شہید کر دی گئی ہے اس کی از سر نو تعمیر ہو رہی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ پگڑی کی رقم بظاہر کسی شرعی عقد سے حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اس کا استعمال مسجد میں درست نہیں اس لئے اس کو مسجد کے لئے قبول نہ کیا جائے اگر ان کو دینا ہی ہے اور مسجد کو ضرورت بھی ہے تو وہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر متولی کو ہبہ کر دے (اور پگڑی کی رقم سے قرض ادا کر دے) اور متولی اپنی طرف سے مسجد میں استعمال کرے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جوتے پہن کر جماعت خانہ میں داخل ہونا

سوال (۶۹۸) بمبئی کی ایک مسجد کا تعمیری کام جاری ہے، جماعت خانہ میں سلیب (چھت) بھر دیا گیا ہے، اس وقت جماعت خانہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، نمازی حضرات مستقل چپل پہن کر جماعت خانہ کے اندر آ جاتے ہیں کہتے ہیں کہ راستہ میں ریتی وغیرہ ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ چپل پہن کر جماعت خانہ میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مسجد کی عمارت منہدم کرنے کے بعد مسجد کی جگہ کا احترام ویسا ہی ضروری ہے جیسے پہلے تھا، جوتے اور چپل اگر نئے، اور پاک ہوں تو مضائقہ نہیں

لیکن مقام ادب میں جوتے اتار دینا ادب کا مقتضیٰ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتے پہن کر جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اذا کنت فی مثل ھذا المکان فاخلع نعلیک[1] یعنی جب تم ایسی جگہ سے گذرو جس کا احترام مطلوب ہے تو اپنے جوتے اتار دیا کرو لہٰذا بلا ضرورت پاک جوتے پہن کر بھی شرعی مسجد میں داخل ہونے کی عادت مناسب نہیں، تو مستعمل اور مشتبہ جوتے (جو بیت الخلاء جانے میں بھی استعمال کئے جاتے ہیں) پہن کر مسجد شرعی میں داخل ہونا کیسے گوارہ کیا جا سکتا ہے، متولی صاحب کو چاہئے کہ حوض سے لے کر جماعت خانہ تک گودڑی (ٹاٹ، پائیدان) بچھائے رکھیں تاکہ مسجد بے ادبی سے محفوظ رہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۰ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسجد میں برقی پنکھے لگانا

سوال (۱۶۹۹) بعد سلام مسنون وادائے آداب گذارش ہے کہ حسب ذیل سوال کے متعلق جواب مطلوب ہے۔

ہمارے محلہ کی مسجد کا رقبہ ۲۶ فٹ لمبا اور ۱۲ فٹ چوڑا ہے جس میں تین صفیں ہوتی ہیں، مسجد میں پانچ پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ تکبیر اولیٰ کے وقت عموماً بارہ تیرہ مقتدی ہوتے ہیں، جماعت پوری ہوتے ہوتے ڈھائی صف ہو جاتی ہے چند بزرگوار عمر رسیدہ مقتدی پابندی سے تکبیر اولیٰ سے ہی جماعت میں شریک ہوتے ہیں، ان کو کسی بھی موسم میں پنکھے کی ہوا موافق نہیں آتی، گھٹنے اور دیگر اعضاء میں درد شروع ہو جاتا ہے اور مسجد کے متولی صاحب ان کی تکلیف دور کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے نہ پنکھا بند کرواتے ہیں اور نہ ہی آہستہ چلانے کی ہدایت کرتے ہیں اور جب ان کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں دو تین افراد کی رعایت کی جائے یا زیادہ

---

[1] حدیث کے یہ الفاظ قرطبی تفسیر سورۂ طٰہٰ (تفسیر فاخلع نعلیک) میں ہیں مگر حوالہ نہیں ہے یہ حدیث ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے مگر یہ الفاظ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے ۱۲ سعید احمد

کی ؟ آپ جواب عنایت فرمائیں کہ مسجد میں پنکھا لگانا کیسا ہے ؟ اور ان معذورین کی رعایت کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب وہو الموفق للصواب :- مسجد میں پنکھے لگانے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے ، آٹھویں صدی کے علمائے کرام وصلحائے عظام کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی اور اس کے بدعت شرعی ہونے کا حکم لگایا ، چنانچہ علامہ ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ تحریر فرماتے ہیں

وقد منع علماؤنا رحمہم اللہ المراوح ان اتخاذھا فی المساجد بدعۃ

یعنی ہمارے زمانہ (آٹھویں صدی ہجری) کے علماء مساجد میں پنکھا لگانے کو ایک قسم کی بدعت فرماتے ہیں اور منع کرتے ہیں (کتاب المدخل ص ۹۱ ج ۲ ، ص ۴۹ ج ۲)

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۰۴ھ ارشاد فرماتے ہیں۔

"مسجد میں پنکھا فرشی لگانا فی نفسہ مباح ہے کوئی مخالفت شرعیہ اس میں نہیں ہے اور نہ کوئی روایت فقہیہ معتبرہ اس میں نظر سے گذری —— الی قولہ —— البتہ بدعت لغویہ اور بدعت مباحہ ہے ، پس بلحاظ کمال اتباع سلف صالحین ترک اس کا اولیٰ ہوگا اور ارتکاب اس کا موجب ضلالت یا کراہت نہیں ہو سکتا"

(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۳ ج ۱ -)

مولانا موصوف کے نزدیک بدعت شرعیہ تو نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہونا صریح ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں :-

مسجد میں برقی (الیکٹرک) پنکھا لگانا جائز ہے لیکن ابن الحاج نے مدخل میں اس کو بھی ایک درجہ کی بدعت فرمایا ہے کیونکہ زمانہ سلف صالحین میں اسکا دستور نہ تھا ، انتہی —— مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اگرچہ اسکے بدعت شرعیہ ہونے میں تامل ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ ترک

ہی افضل ہے اور اس میں سلف کا پورا اتباع ہے۔ (غنیۃ الساجد فی آداب المساجد ص۲)
مندرجہ بالا بزرگوں کی عبارات سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مسجد میں پنکھا لگانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے (مگر نہ ہونا اولیٰ ہے) یہ حکم بھی اس صورت میں ہے کہ پنکھا ایسا آہستہ چلایا جائے کہ کسی نمازی کو تکلیف نہ پہونچے، آہستہ چلانا بھی مضر اور باعث تکلیف ہو اور ضعفاء ومعذورین ادھر ادھر بھاگتے پھریں اور صف چھوڑ کر الگ کھڑے ہونے پر مجبور ہوں اور فضیلت کی جگہ (قرب امام) سے محروم رہیں تو پنکھا لگانا اور چلانا کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا، بلکہ ممنوع قرار پائیگا۔
شریعت نے ہمیشہ مریضوں، ضعفاء، معذورین اور حاجت مند حضرات کا پورا لحاظ رکھا ہے اگرچہ وہ کم ہوں، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ فلاں امام صبح کی نماز میں طویل قرأت پڑھتے ہیں اس لئے میں جماعت سے محروم رہتا ہوں، راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خفا ہوئے نصیحت کرتے وقت کبھی میں نے آپ کو اس قدر غضب ناک نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا ان منکم منفرین فایکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ۔ یعنی تم میں سے بعض نفرت دلانے والے ہیں، جو بھی نماز پڑھائے تو وہ مختصر پڑھائے اسلئے کہ نمازیوں میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں (اور ان کی رعایت ضروری ہے (بخاری شریف ص$\frac{۹۷}{۱۲۰}$ ج۱) (مشکوٰۃ شریف ص۱۰۱)
ظاہر ہے کہ جماعت میں بیمار، ضعیف اور حاجت مند نسبتاً کم ہی ہوتے ہیں لیکن اسکے باوجود ان کی رعایت کرنے کا حکم ہو رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کم یا

زیادہ کا سوال نہیں ہے، کمزوروں، بیماروں اور معذوروں کی رعایت ضروری اور مقدم ہے، خواہ وہ کم ہی ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھائی اور قرأت لمبی پڑھی ایک مقتدی نے نماز توڑ دی اور تنہا پڑھ کر چلے گئے۔ لوگوں نے کہا وہ منافق تو نہیں ہو گئے! اس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم مزدور پیشہ لوگ ہیں دن میں محنت کا کام کرتے ہیں حضرت معاذ رضؓ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "یَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ" اے معاذ کیا تم فتنہ انگیزی کرتے ہو؟ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالضُّحٰی. وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی. سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (جیسی) سورتیں پڑھا کرو، متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۷۹ باب القرأۃ)

غور کیجئے! مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں صرف ایک شخص کی شکایت تھی اور بقیہ سب نمازی مطمئن تھے، لیکن صرف ایک شخص کی تکلیف کا خیال فرما کر عام حکم صادر فرمایا کہ ضعیفوں، کمزوروں اور معذوروں کی رعایت کی جائے، لہٰذا پنکھے کی ہوا جن کو مضر ہے وہ خواہ کتنے ہی کم ہوں ان کی تکلیف کا خیال کیا جائے ——— مزید یہ حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے (اس خیال سے کہ) اس کی ماں نماز میں ہو گی تو اس کا دل نماز میں نہ لگے گا اور پریشانی ہو گی (مشکوٰۃ شریف ص۱۰۱) غور کیجئے، صرف احتمال ہے کہ بچہ کی ماں نماز میں ہو گی مگر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نمازی کے خاطر نماز مختصر فرما دیتے ہیں اس کے برخلاف ہمارے زمانہ کی حالت یہ ہے کہ

جوانوں اور پنکھے کے شائقین لوگوں کا خیال تو کیا جاتا ہے مگر بوڑھوں و بیماروں کی شکایت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ بات بعید از انصاف ہے۔

مسجد خالص عبادات اور خصوصاً نماز با جماعت کیلئے ہے لہذا جو چیز اس کی ادائیگی میں اور خشوع و خضوع کے لئے مخل ہو اس کا ترک کرنا ضروری ہے، جن حضرات کو پنکھا مضر ہے وہ اطمینان اور سکون، خشوع و خضوع سے محروم ہو جائیں گے، بعض لوگوں نے پنکھے کو گویا مدار فضیلت سمجھ رکھا ہے، جہاں پنکھا ہو اس جگہ نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں چاہے امام سے دور ہی ہو جائیں حالانکہ حدیث میں ہے کہ جو نمازی امام کے پیچھے محاذ میں (مقابل میں) کھڑا ہو اس کے لئے سو نمازیں لکھی جاتی ہیں اور جو نمازی اس کے داہنے جانب کھڑا ہو اس کے لئے پچھتر نمازیں لکھی جاتی ہیں اور جو اسکے بائیں جانب کھڑا ہو اس کے لئے پچاس نمازیں لکھی جاتی ہیں، اور باقی نمازیوں کے لئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں[1]۔

(مجالس الابرار ص ۳۰۶ مجلس نمبر ۴۲)

اس فضیلت کے حصول سے معذور و محروم رہتے ہیں اور اگر اس جگہ پنکھا نہ چلتا ہو تو پنکھے کے دلدادہ اس جگہ کھڑے نہیں رہتے بلکہ پنکھے کی جگہ کو پسند کرتے ہیں اور پنکھے کے نیچے کھڑے رہنے کے لئے تکبیر اولیٰ کو بھی چھوڑ دیتے ہیں ـــ افسوس ـــ

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فرماتے ہیں " بدعت دفعۃً نہیں آتی اسی طرح آہستہ آہستہ آتی ہے اہل فہم پہلے سے سمجھ جاتے ہیں اور روک دیتے ہیں دوسرے لوگ بعد میں متنبہ ہوتے ہیں (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ المؤمن فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہِ ۔ یعنی مومن کی فراست سے چوکنے رہو بے شک وہ اللہ کے

---

[1] تحقیق کی بنا پر یہ حدیث معتبر کتابوں میں کہیں نظر سے نہیں گذری ۔ سعید احمد پالن پوری

نور سے دیکھ لیتے ہیں۔

الحاصل:- مسجد میں پنکھا لگانا اور اس سے نمازیوں کا متمتع ہونا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس میں چند خرابیاں پیدا کر لی گئی ہیں

(۱) بہت تیز چلایا جاتا ہے اور اس کی آواز کی گونج پوری مسجد میں پھیل جاتی ہے حتیٰ کہ امام کی قرأت اور خطبہ پر دباؤ پڑتا ہے، صاف طور پر سنا نہیں جاتا۔

(۲) معذورین کی رعایت نہیں کی جاتی وہ بھاگتے پھرتے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ معذورین اقل (کم) ہیں اور پسند کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اس وجہ سے معذورین صف سے الگ کھڑے ہونے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

(۳) پنکھے کی وجہ سے معذورین فضیلت کی جگہ حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں یا عوام پنکھے کے دلدادہ فضیلت کی جگہ قصداً چھوڑ دیتے ہیں۔ ان وجوہات شرعیہ کی بنا پر بمصداق اثمهما اکبر من نفعهما اس سے احتراز چاہئے، یا پھر معذورین کی شکایت کا تدارک کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۷۰۰) مرد کے ہوتے ہوئے عورت مسجد کی صفائی کر سکتی ہے یا نہیں؟

مسجد کی صفائی مرد کرے یا عورت؟ مرد کے ہوتے ہوئے عورت کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بے پردگی وغیرہ کوئی قباحت نہ ہو تو عورت مسجد کی صفائی کی سعادت حاصل کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ

مسجد، عیدگاہ اور دیگر کار خیر میں استعمال کی نیت سے مسجد میں صفیں دینا۔

سوال (۱۷۰۱) ایک شخص اس نیت سے صفیں مسجد میں دیتا ہے کہ یہ صفیں مسجد میں استعمال

کی جائیں اور بوقت ضرورت عیدگاہ اور دوسرے کار خیر میں بھی استعمال کی جائیں تو اس طرح نیت کر کے مسجد میں صفیں دینا کیسا ہے؟ اور اس نیت سے دینے کے بعد وہ صفیں مسجد اور عیدگاہ و دیگر امور خیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ واقف کی نیت کے بموجب وہ صفیں مسجد اور عیدگاہ اور تبلیغی اجتماعات کے موقع پر نماز پڑھنے کیلئے استعمال کر سکتے ہیں، بالکل ہی عام کر دینا مناسب نہیں ہے، نماز کیلئے محدود رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

صحن مسجد میں اور مسجد کے شمالی و جنوبی حصہ میں دوکانیں بنانا

سوال (۱۷۰۲) ہماری مسجد بہت پرانی ہے اس کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں، مسجد میں ایک جماعت خانہ اور اسکے متصل ایک صحن ہے پنجوقتہ نماز میں صرف جماعت خانہ میں مقتدی ہوتے ہیں، مگر جمعہ میں اور بڑی راتوں میں صحن میں بھی نمازی ہوتے ہیں۔ مسجد کے شمالی حصہ میں کنواں اور غسلخانے ہیں اور جنوب میں حوض اور پیشاب خانے ہیں، اب جدید تعمیر میں مسجد کی آمدنی کی نیت سے کچھ دوکانیں بنانے کا پروگرام ہے اسکی نوعیت اس طرح ہوگی۔

جماعت خانہ اپنی اصلی حالت پر رہے گا، صحن کو مختصر کر کے اس میں دو دوکانیں اور شمالی حصہ میں کنواں اور غسلخانے ختم کر کے وہاں دو دوکانیں اور جانب جنوب میں پیشاب خانوں کی جگہ تین دوکانیں بنانے کا پلان ہے، حوض کافی وسیع ہے اسے پُر کر کے اس کی کچھ جگہ میں غسلخانے اور پیشاب خانے اور کچھ جگہ میں وضو خانہ بنانے کا پلان ہے، اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) صحن میں دوکانیں بنانا کیسا ہے؟ (۲) کنواں اور غسلخانہ کی جگہ میں جو خارج مسجد ہے دوکانیں بنانا کیسا ہے (۳) حوض کو بند کرکے اس جگہ پر غسلخانے پیشاب خانہ اور وضو خانہ بنانا کیسا ہے؟ (۴) یہ مسجد غیر مسلم علاقہ میں ہے تو یہ دوکانیں مسجد کی آمدنی کی نیت سے غیر مسلموں کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) صحن میں دو احتمال ہیں (۱) داخل مسجد ہے (۲) خارج مسجد ہے اور جب یہ قطعی اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ صحن خارج مسجد ہے تو اس کو احتیاطاً داخل مسجد ہی سمجھا جائیگا اور اسکا داخل مسجد جیسا احترام کرنا ہوگا۔ اگر ثابت ہوجائے کہ یہ صحن خارج مسجد ہے یعنی شرعی مسجد میں شامل نہیں ہے تو اسکا حکم فنائے مسجد کا ہوگا اور فنائے مسجد میں دکان بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے قیم المسجد لا یجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمته وهذا لا یجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی (فتاوی عالمگیری ص۴۶۲ ج۲) اور بحر الرائق میں ہے وفی المجتبی لا یجوز لقیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فنائه (البحر الرائق ص۲۵۱ ج۵)

(۲) نمازیوں کو تکلیف نہ ہو (کیونکہ کنواں اور غسلخانہ ضروری چیزیں ہیں) اور دوکانیں بننے سے احترام مسجد میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو بنانا درست ہے ورنہ ممنوع ہوگا۔

(۳) وضو خانہ کا انتظام خاطر خواہ طریقہ پر ہوجائے تو اس جگہ غسلخانے اور پیشاب خانے بنانے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مسجد کے احترام میں خلل نہ آئے۔

(۴) غیر مسلم کرایہ دار ہوں گے تو نمازیوں کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑے گا اور مسجد کا احترام بھی خطرہ میں پڑے گا۔ زور زور سے ریڈیو بجے گا، گانا ہوگا اور

محلہ میں مسلمان آباد نہیں ہیں تو یہ مسجد سادگی کے ساتھ کم خرچ سے بنا لی جائے تاکہ بے ادبی سے محفوظ ہو جائے اور بوقت ضرورت جمعہ وغیرہ میں استعمال کی جائے پانچوں وقت اذان اور نماز باجماعت کم از کم تین نمازیوں کی ہو جایا کرے ایسا انتظام کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

منارہ بنانا کیسا ہے

سوال (۱۷۰۳) مسجد تعمیر ہو رہی ہے منارہ بنانے کا بھی ارادہ ہے۔ منارہ بنانا کیسا ہے؟ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں منارہ تھا؟ یہ بدعت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بے شک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مسجد کے منارہ کی یہ شکل نہ تھی جو آج ہے، لیکن اذان بلند جگہ سے دی جاتی تھی ابوداؤد شریف میں بنو نجار کی ایک صحابیہ عورت رضی اللہ عنہا کا بیان منقول ہے کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر ..... الخ یعنی میرا مکان مسجد نبوی سے قریب تھا اور دوسرے مکانوں کی بہ نسبت طویل (اور بلند) تھا جس پر چڑھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے (ابوداؤد شریف ص ۸۴ باب الاذان فوق المنارۃ) اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے لئے بلند جگہ شرعاً مطلوب ہے لہذا جہاں ضرورت ہو منارہ کے بغیر محلہ میں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس کا بنانا جائز ہے، بدعت نہیں ہے مگر منارہ بنانے میں نام ونمود مقصود نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہو، فتاویٰ عالمگیری میں ہے واما بناء منارۃ المسجد من غلات المسجد بان یکون اسمع للقوم فلا بأس به وان لم یکن بمصلحة لا یجوز بان یسمع کل اهل المسجد الاذان بغیر منارۃ کذا فی التمرتاشی — یعنی — منارہ بنانے میں شرعی مصلحت ہو اور منارہ کے بغیر محلہ میں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو

تو منارہ مسجد کے وقف سے بنا سکتے ہیں اور اگر مصلحت نہ ہو اور منارہ کے بغیر آواز پہنچتی ہو تو جائز نہیں (فتاوی عالمگیری ج۵ ص۳۴۲ کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت خانہ میں لعاب دانی رکھنا کیسا ہے؟ سوال (۱۷۰۴) ہماری مسجد میں لعاب دانی (تھوک دانی) رکھی جاتی ہے اور نمازی اس کا استعمال کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ لعاب دانی (اگالدان) صبح وشام وقتاً فوقتاً صاف کی جاتی ہو، بدبودار نہ رہتی ہو تو مسجد میں رکھ سکتے ہیں، ورنہ اجازت نہ ہوگی، مجبوری کے وقت ہی استعمال کی جائے۔ مجبوری نہ ہو تو باہر جاکر تھوکنا چاہئے یا رومال میں تھوک لینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا سوال (۱۷۰۵) ہمارے یہاں بعض مصلی اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو مسجد میں لاتے ہیں اور جماعت خانہ میں بٹھاتے ہیں، وہ بچے کبھی روتے ہیں کبھی شرارت کرتے ہیں اور گاہے پیشاب بھی کر دیتے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے کہ بچوں کو اپنے ساتھ نہ لاؤ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے مگر وہ نہیں مانتے، ان کی سمجھ میں آجائے ایسا جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے کی اجازت نہیں، مسجد کا ادب واحترام باقی نہ رہے گا اور نماز پڑھنے والوں کو اطمینان قلب نہ رہے گا، نماز میں کھڑے ہوں گے مگر خشوع وخضوع نہ ہوگا، بچوں کی طرف دل لگا رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ (اپنی مسجدوں کو

بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ (ابن ماجہ ص۵۵)

اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں بچوں کو داخل کرنا اگر اس سے مسجد کے نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: ومنها حرمة ادخال الصبيان والمجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره (الاشباہ ص۵۵۵) ہاں اگر بچہ سمجھدار ہو نماز پڑھتا ہو مسجد کے ادب و احترام کا پاس و لحاظ رکھتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ غالباً اسی بناء پر سات برس کی قید حدیث میں موجود ہے۔ وہ نابالغ بچوں کی صف میں کھڑا رہے، اگر صرف ایک ہی بچہ ہو تو وہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ مکروہ نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

تبلیغی جماعت والوں کا مسجد میں سونا اور مقامی لوگوں کا ایک رات شب باشی کرنا

سوال (۱۰۰۶) نیاسا اور ایسٹ افریقہ کے شہروں میں نو دس برس سے تبلیغی جماعت والے آتے ہیں وہ لوگ مساجد میں قیام کرتے ہیں مسجد کے صحن اور حجرہ میں کھاتے ہیں مسجد میں شب باشی کرتے ہیں۔ شہر میں ایک مسجد کو مرکز بناتے ہیں جہاں ہفتہ میں ایک رات مقامی لوگ شب باشی کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ حسن بدعت نہیں کہلائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تبلیغی جماعت والے اگر مسافر ہیں، مسجد کی صفائی اور احترام کا لحاظ کرتے ہیں تو سونے کی گنجائش ہے، باہر جگہ ہو تو وہاں سونا اور وہیں کھانا پینا اچھا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب والأحسن أن يتورع فلا ينام كذا في خزانة الفتاوى — یعنی — بر بنائے صحیح مذہب مسافر اور مقیم کے لئے

مسجد میں سونے کی گنجائش ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرے۔
(فتاوی عالمگیری ص ۲۱۵/۶٫ کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس)

اگر مسافر نہیں ہیں لیکن مسجد میں عبادت اور اعتکاف کی نیت سے کچھ وقت گزاریں تو ان کیلئے بھی کھانے پینے اور سونے کی اجازت ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ویکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف اذا اراد ان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیہ ویذکر اللہ تعالی بقدر ما نوی او یصلی ثم یفعل ماشاء کذا فی السراجیۃ — یعنی — غیر معتکف کا مسجد میں سونا اور کھانا مکروہ ہے اور جب مسجد میں ان کاموں کے کرنے کی ضرورت ہو تو مناسب یہ ہے کہ اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں داخل ہو، اور نیت کے مطابق اللہ کا ذکر کرے، نماز پڑھے پھر جس کام کا ارادہ ہو کرے (فتاوی عالمگیری ص ۲۱۵/۶٫)

رہا شب گزاری کا مسئلہ، تو ان کا مقصد لوگوں کو گھر کے ماحول سے نکال کر دینی فضا اور اچھے ماحول میں لا کر دینی تعلیم اور تبلیغ کیلئے تیار کرنا ہے اس کا لحاظ کرکے دن اور وقت متعین کیا جاتا ہے جیسا کہ مدرسہ میں تعلیم کیلئے، اور خانقاہوں میں تربیت کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے، یہ تقرر سہولت کے لئے ہے نہ فضیلت کے خاطر لہذا یہ منع نہیں ہے تاہم وقت اور دن میں تبدیلی کرتے رہا کریں جس سے عوام میں غلط فہمی نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گاؤں کی مسجد میں رقم دینے کا وعدہ کرکے انکار کرنا

سوال (۱۷۰) ایک شخص نے اپنے گاؤں کی غریب مسجد کی مرمت اور درستگی کیلئے کچھ رقم دینے کا وعدہ کیا پھر اس کا کسی سے خانگی جھگڑا ہوا اس بنا پر اس نے رقم دینے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہتا ہے کہ لوگ قدر دان نہیں ہیں، اور اب دوسرے گاؤں کی مسجد میں خرچ کرنا چاہتا ہے

تو یہ کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ گاؤں کی مسجد بوسیدہ حالت میں ہے اصلاح و مرمت کے قابل ہے اور خدا کے گھر کی درستگی کا وعدہ کر چکا ہے اس بنا پر یہ مسجد زیادہ حقدار ہے لہٰذا وعدہ پر قائم رہ کر اسی مسجد میں رقم دینی چاہئے بستی والے قدر کریں یا نہ کریں خدا تعالیٰ تو قدردان ہے اور وہ اجر عظیم اور ثواب جاریہ کا اجر جزیل عطا فرمانے والا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) مسجد کی زمین کس کو کرایہ پر دینا بہتر ہے؟
(۲) مسجد کی آمدنی کی کوئی حد متعین ہے؟

سوال (۱۷۰۸) مسجد کی ایک زمین ہے جماعت والے اسے ماہانہ دوسو روپے کرایہ پر مانگ رہے ہیں اور دوسرے لوگ تین سو روپے ماہانہ دینے کے لئے تیار ہیں تو کس کو کرایہ پر دی جائے؟

(۲) مسجد کی آمدنی کس حد تک بڑھائی جا سکتی ہے؟ کیا اس کا کوئی نصاب مقرر ہے کہ اس حد تک آمدنی کی جائے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کو زیادہ آمدنی کی ضرورت نہیں ہے، جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) مسجد کی زمین کرایہ پر دینا ہے تو اس کی خوب تشہیر کی جائے اور مساجد میں اعلان لگا دیا جائے " فلاں زمین جو فلاں جگہ واقع ہے فلاں مسجد اس کی مالک ہے اس کو کرایہ پر دینا ہے پھر جو زیادہ کرایہ دے (بشرطیکہ زمین خطرہ میں نہ پڑے) ایسے شخص کو دی جائے، مسلمانوں کو چاہئے کہ بڑھ چڑھ کر کرایہ کا معاملہ کریں کہ مسجد کو فائدہ پہنچانا ہے جو موجب اجر و ثواب ہے۔ فقط

(۲) مسجد کو مرمت کی ضرورت ہوتی ہے کبھی تجدید مسجد کی نوبت آجاتی ہے اس لئے جس قدر زیادہ آمدنی ہو بہتر ہے، امام اور مؤذن اور مسجد کی صفائی کے لئے جو

خادم ہوں ان سب کو معقول تنخواہ دی جاسکے کہ اس زمانہ کی قیامت خیز گرانی میں اطمینان سے گذر ہو سکے۔ بہرحال مسجد کا جس میں مفاد زیادہ ہو اس پر اہل محلہ کے ذمہ داران کے مشورے اور اتفاق سے کام لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نئی تعمیر میں متولیوں نے جماعت خانہ کے کچھ حصہ میں دکان بنادی تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۰۹) ایک پرانی مسجد جس کو شہید کر کے از سر نو بنایا گیا ہے متولیوں نے مسجد کی آمدنی کیلئے جماعت خانہ کے کچھ حصہ میں دوکانیں بنادیں تعمیری کام مکمل ہو چکا ہے، اہل علم اس کی مخالفت کر رہے ہیں کہ آمدنی کیلئے جماعت خانہ کا حصہ الگ نہیں کیا جاسکتا، متولی حضرات پریشان ہیں کہ اب کیا کریں اگر اس حصہ کو دوبارہ جماعت خانہ میں شامل کیا جائے تو کافی نقصان ہوگا۔ دیوار توڑنا ہوگی، محراب اپنی جگہ سے ہٹانی پڑے گی، شاید اس پر متولی حضرات آمادہ نہ ہوں، تحریر فرمائیں کہ ان کا یہ فعل از روئے شریعت صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر متولیوں نے غلطی کی ہو تو اب اس حصہ کو کسی اور کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کہ جس سے دوبارہ نقصان نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جب سے مسجد بنائی گئی ہے اسی وقت سے یہ جگہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی، وہ جگہ تحت الثریٰ تک اور اوپر آسمان تک مسجد کے حکم میں ہے، لہٰذا مسجد کے نیچے کا حصہ بھی مسجد کے حکم میں ہے اسلئے مسجد کے نیچے کے حصہ میں بھی مسجد کی آمدنی کے لئے دکان اور مکان بنانا درست نہیں ہے تو خود مسجد کے حصہ میں جہاں سالہا سال نماز پڑھی گئی دوکان بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ یہ فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا دیوار توڑ کر اس حصہ کو داخل کرنا ضروری ہے، غریب کے ذمہ دار وہ متولی ہیں جنہوں نے بلا تحقیق ایسی حرکت کی

ہے۔ اگر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے تو چندہ کر کے یہ کام کیا جائے خالی رکھنا بھی خلافِ ادب و خلافِ احترام ہے اور آگے چل کر بے حرمتی کا قوی اندیشہ ہے دوسری محراب بنانے کی ضرورت نہیں ہے، مسجد کے وسط میں محراب جیسا نقشہ بنا لیا جائے اور امام وہاں کھڑا ہو تاکہ دونوں جانب نمازی برابر رہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے قریب کار پارکنگ بنانے میں سود کی رقم استعمال کرنا

سوال (۱۷۱۰) ہمارے یہاں مسجد بنانے کا پروگرام ہے یہاں کے قانون کے مطابق کار پارکنگ (موٹروں کو صحیح طریقہ سے رکھنے کی جگہ) ہونا لازمی ہے یہ جگہ مسجد کی چہار دیواری کے اطراف میں ہوتی ہے اور اس کے لئے بڑی جگہ درکار ہوتی ہے اور قانون کے مطابق یہ جگہ پختہ سڑک کی طرح بنانا لازم ہوتی ہے، اس کے بغیر مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملتی مسجد کے پیسے جو بینک میں جمع کئے جاتے ہیں اور اس پر جو سود ملتا ہے وہ سود کی رقم یہ کار پارکنگ بنانے میں استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح دوسری ضروریات میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً قبرستان کی زمین خریدنے میں، بینوا توجروا۔ (از کینیڈا)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں نمازیوں کی کار رکھنے کی جگہ لازمی ہے تو مالدار حضرات یہ کام اپنی حلال کمائی سے کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے، اگر واقعی مجبوری ہو اور بلا بینک کے سود کے بنانا ممکن نہ ہو تو گنجائش ہے، جس قبرستان میں اپنے مردے دفن ہوں خود بھی دفن ہوں گے اس کے خریدنے میں سود کی رقم استعمال کرنے کی اجازت نہیں، مجبوری ہو تو کمپاؤنڈ بنانے میں استعمال کرنے کی گنجائش ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مساجد، مدارس عبادت گاہوں کا بیمہ اتارنا

سوال (۱۱۷۱) ہمارے یہاں مساجد و مدارس کے لائن سے جتنی بھی عمارتیں یا عبادت گاہیں ہیں وہ حکومت کے رجسٹر میں وقف کے نام سے نہیں بلکہ ہر شہر یا بستی کے باشندوں کی نمائندہ جماعت یا ٹرسٹ کے نام سے رجسٹر کرائی جاتی ہے۔ یہ ہے حقیقت ہمارے یہاں کی مساجد و مدارس کی — یہاں عیسائیوں کی حکومت ہے، ملک میں کئی سیاسی پارٹیاں ہیں ان میں ایک پارٹی تشدد پسند مذہب رجو لوگ دیگر ممالک سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں ان کے ساتھ یہ لوگ بہت بدسلوکی کرتے ہیں جب بھی موقعہ ملتا ہے تو یہ لوگ ان لوگوں کے مکان، دوکان، مذہبی عبادت گاہوں اور مدارس کو نقصان پہنچاتے ہیں، کبھی جلا بھی ڈالتے ہیں، شیشے توڑ ڈالتے ہیں۔ ان امور کے پیش نظر

(۱) اگر ہم اس دیار غیر میں دینی درسگاہوں، مذہبی عبادت گاہوں اور مساجد کا بیمہ اتارنا چاہیں تو شرعی اعتبار سے یہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مذکورہ بالا تحریر کے مطابق یہاں کی اکثر عبادت گاہیں شرعی مساجد کے حکم میں نہیں ہیں، عبادت گاہیں ہیں۔

(۲) ان عبادت گاہوں کے علاوہ یہاں جو چند شرعی مساجد ہیں ان مساجد کا بھی بیمہ اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از برطانیہ)

الجواب: (۱-۲) موجودہ اور مسطورہ پریشان حالی میں بیمہ اتارنے کی گنجائش ہے اور اس کا افشاء بھی مناسب ہے کہ مخالفین نقصان پہنچانے سے باز رہینگے کہ ان کو معاوضہ مل جاویگا تو نقصان پہونچانا بیکار ہوگا مگر جو رقم بیمہ کے ضمن میں ادا کی گئی ہے وہ رقم مسجد، مدرسہ اور عبادت گاہ کی ہوگی، اور زائد رقم غرباء کو تقسیم کرنا ہوگی۔ اگر ضرورت نہ پڑ جائے تو مسجد و مدرسہ اور عبادت

گاہوں کی بیت الخلاء، پیشاب خانہ، غسل خانہ میں بھی لگا سکتے ہیں، تنخواہ وغیرہ اچھے کام میں استعمال نہیں کر سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ یکم جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

پٹے سے لی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال (۱۷۱۲) ایک قطعۂ زمین حکومت سے پٹے پر لی ہے اس پر مسجد تعمیر کی گئی ہے، متولیوں کو علم ہے کہ جس زمین پر مسجد تعمیر کی گئی ہے وہ ننانوے سال کی مدت ختم ہوتے ہی حکومت بغیر قیمت ادا کئے اپنے قبضہ میں لے سکتی ہے اسی طرح اگر درمیان میں بھی حکومت چاہے تو یہ عمارت خرید سکتی ہے، کیا ایسی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے؟ اور اگر مسجد تعمیر ہو گئی ہے تو وہ مسجد شرعی شمار ہو گی؟ گو کہ اس میں پنجوقتہ نماز ہو رہی ہے۔ بینوا توجروا (از برطانیہ)

الجواب:۔ جبکہ پٹے کی زمین پر مسجد تعمیر کی گئی ہے حکومت سے خریدی نہیں ہے نہ حکومت نے مسلمانوں کو دی ہے کہ مسلمان اسے وقف کر کے مسجد شرعی بنا لیتے، اور حکومت کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے واپس لے لے تو یہ شرعی مسجد نہیں ہے، عبادت خانہ ہے جماعت کا ثواب ملیگا (البتہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا لیکن چونکہ مجبوری ہے اسلئے مسجد کے ثواب کی امید رکھنی چاہئے)۔
درمختار میں ہے (ولا یستم) الوقف حتی یقبض ویفرز ویجعل آخرہ لجھۃ قربۃ لا تنقطع (درمختار مع الشامی ص ۲۲ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۳ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

سو سال کے بعد حکومت مسجد توڑ دے گی اس احتمال کے ہوتے ہوئے مسجد کی نیت کرنا

سوال (۱۷۱۳) ہمارے شہر میں دس بارہ سال پہلے ایک گرجا گھر خریدا ہے اور اس کو عبادت خانہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ایک ماہ قبل ایک صاحب نسبت

مفتی صاحب تشریف لائے تھے انہوں نے دریافت فرمایا کہ یہ شرعی مسجد ہے؟ تو بتایا گیا کہ ابھی تک اس کو عبادت خانہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، تو انہوں نے لوگوں کے ذہن کو صاف کیا اور مسجد شرعی کی نیت کرنے کی رغبت دلائی، یہاں لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ حکومت کا قانون یہ ہے کہ مکانات جب سو سال کے ہوجاتے ہیں تو حکومت ان کو گرادیتی ہے اور وہاں کے رہنے والے اس شہر میں دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں تو اس وقت اس مسجد کو کون آباد کرے گا اس وجہ سے یہاں اکثر شہروں میں لوگ عبادت خانہ کی نیت کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے۔

(۱) موجودہ حالات میں ایسے مکانات میں مسجد شرعی کی نیت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مسجد شرعی کی نیت کرنے کے بعد خدانخواستہ اس جگہ کو اگر حکومت نے گرادی یا اس کے اطراف کی بستی منتقل ہوگئی تو مجلس شوریٰ کے اراکین عنداللہ گنہگار ہونگے یا نہیں؟ اور لوگوں کا یہ سوچنا کہ آئندہ کون آباد کرے گا شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب عنایت فرمائینگے۔ بینوا توجروا۔ (از جاپان)

الجواب: شرعی مسجد کے تحقق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد پر وقف ہو، اگر وہ جگہ کچھ مدت کے لئے ٹھیکہ پر (کرایہ پر) لی گئی ہے (یا مالک کی اجازت کے بغیر زمین پر غاصبانہ قبضہ کرکے مسجد بنالی ہے) تو وہ شرعی مسجد نہیں۔ درمختار میں ہے (ولا يتم) الوقف (حتى يقبض) ويفرز (و) يجعل آخره لجهة قربة (لا تنقطع) (ص۳۶۳ ج۳) فتاوی عالمگیری میں ہے ولو أن رجلاً وقت الأمر باليوم أو الشهر أو السنة ففي هذا الوجه لا تصير مسجداً لو مات يورث عنه كذا في الذخيرة. انتهى (عالمگیری ص۳۵۵ ج۲)

آپ کے یہاں یہ صورت ہے کہ حکومت کا قانون ہے کہ جب مکانات سو سال

کے ہو جاتے ہیں تو اس کو حکومت گرا دیتی ہے اور وہاں کے رہنے والے شہر میں دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں ۔ الخ ـــــ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی زمین نہ پٹہ پر لی ہے اور نہ مالک کی اجازت کے بغیر غصب کی ہے بلکہ باقاعدہ خریدی ہے، البتہ سو سال بعد احتمال ہے کہ حکومت اس کو توڑ ڈالے اور یہ جگہ اپنے قبضہ میں لے لے اور پورے ملک میں عام صورت یہی ہے ہر جگہ یہی احتمال ہے تو درست اس احتمال کا خیال نہ کیا جائے اور جو جگہ نماز کی نیت سے خریدی ہے اس میں عبادت خانہ کے بجائے مسجد کی نیت کی جائے کہ ضرورت ہے اور اس ضرورت کی وجہ سے ان شاء اللہ اس میں مسجد کا ثواب ملیگا۔ ہدایہ اولین میں ہے وعن ابی یوسفؒ انہ یجوز فی الوجہین حین قدم بغداد ورأی ضیق المنازل فکأنہ اعتبر الضرورۃ وعن محمدؒ انہ حین دخل الری اجاز ذلک کلہ لما قلنا

(ہدایہ اولین ص ۶۲۳ ج ۲ کتاب الوقف)

سو سال بعد یا جب بھی حکومت بستی کو منتقل کرے تو اس وقت جو لوگ ہوں وہ لوگ مسجد کو اپنے قبضہ میں رکھنے اور آباد رکھنے کی کوشش کریں اور اگر آباد نہ رکھ سکیں تو حکومت میں درخواست دے کر اس کا احاطہ کر کے محفوظ کرنے کی پوری سعی و کوشش کریں ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ (وبہ یفتی) حاوی القدسی۔ یعنی اگر اطراف مسجد منہدم اور ویران ہو جائے اور مسجد کی کوئی حاجت نہ رہے تب بھی امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ جگہ ہمیشہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتویٰ ہے (در مختار ج ۳ ص ۵۱۳) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم از صفحہ ۱۱۱ تا صفحہ ۱۱۲) وکفایت المفتی ج ۷ ص ۱۲) فقط

(۹) مسجد کی نیت کرنے میں امید ہے کہ موجودہ مجلس شوریٰ کے اراکین ان شاء اللہ

گنہگار نہ ہوں گے (بلکہ نیت خیر کی وجہ سے انشاء اللہ ماجور ہوں گے) آئندہ خدا اس کی حفاظت کرے گا اور اس کے آباد ہونے کی شکلیں پیدا کرے گا انشاء اللہ
فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۱۵ صفر سنہ ۱۴۰۲ھ

جماعت خانہ کی دیوار پتلی کر کے اس جگہ اور اسی طرح صحن مسجد میں سے طاق خارج کر کے دوکان بنانا

سوال (۱۶۱۴) ہمارے یہاں مصلیوں کے کثرت کی وجہ سے مسجد کے کچھ حصہ میں نئی تعمیر کا ارادہ ہے، جماعت خانہ کی جنوبی دیوار کی موٹائی سولہ انچ ہے اس کی موٹائی کم کر کے اندر کی جانب چھ انچ رکھ کر باہر کی جانب دس انچ کی دوکان بنائی جائے اور سمنٹ کے کھمبے ڈال کر دیوار کو مضبوط بنا دیا جائے اس طرح دکان بنانا جائز ہوگا؟ اسی طرح صحن میں ایک طاق ہے جو قبلہ سے منحرف ہے لوگ اس پر بیٹھتے ہیں نئی تعمیر میں یہ ارادہ ہے کہ اس طاق کو صحن سے خارج کر کے اس میں دکان بنا دیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔
مسجد کی پوری جگہ کا نقشہ بھی ارسال خدمت ہے۔

الجواب:- جب تک اس جگہ کو دیکھا نہ جائے حکم لگانا مشکل ہے لہٰذا آپ اپنے یہاں کسی معتبر مفتی یا مستند عالم کو جگہ دکھا کر اس کا حکم معلوم کریں۔
آپ نے جو نقشہ بھیجا ہے اس کو دیکھ کر میری سمجھ میں جو آیا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے ــ مسجد کی دیوار پتلی کر کے اس کا کوئی حصہ مسجد سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس حصہ کو دکان میں شامل کیا جا سکتا ہے ــ صحن اگر داخل مسجد ہے تو یہ طاق بھی داخل مسجد ہے اس لئے اس جگہ دکان بنانا جائز نہیں اور اگر صحن خارج مسجد ہے تو یہ طاق بھی خارج مسجد ہے لیکن اس جگہ کو فنائے مسجد کہا جائیگا اور فنائے مسجد میں بھی دکان بنانا جائز نہیں، مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو

فتاوی رحیمیہ اردو جلد دوم ص ۱۷۹ و ص ۱۸۰ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۲۹ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۳ھ

مسجد میں گھنٹہ والی گھڑی رکھنا

سوال (۱۷۱۵) ایک شخص نے مسجد میں ایک گھنٹے والی گھڑی دی ہے اس گھڑی میں ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک دو سیکنڈ تک ٹن ٹن بجتا ہے تو ایسی آواز والی گھڑی مسجد میں وقت معلوم کرنے کے لئے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟
بینوا توجروا ۔ (سورت)

الجواب :۔ گھڑی میں پندرہ پندرہ منٹ بعد ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے اس سے ان لوگوں کو جو دور ہوتے ہیں یا جن کی نگاہ کمزور ہوتی ہے وقت معلوم کرنے میں سہولت رہتی ہے اس بنا پر علماء نے ایسی آواز والی گھڑی مسجد میں رکھنے کی اجازت دی ہے ۔ امداد الفتاوی میں ہے ۔

سوال (۱۷۱۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر ایسی گھڑی رکھنا جو آواز زور سے آدھ گھنٹہ کے بعد دیتی ہے اور ہر وقت تھوڑی تھوڑی آواز ہر ٹن وغیرہ کے دنوں میں وقت نماز پہچاننے والے کیلئے جائز ہے یا نہیں اور اگر گھڑی مذکور مسجد سے خارج ہو مگر آواز مسجد کے اندر جاتی ہو تو اس صورت سے بھی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں صورتوں کی آواز سے نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں؟

الجواب :۔ مسجد کے اندر گھنٹہ دار گھڑی بغرض اعلام وقت کے جائز ہے اور چونکہ بعض لوگ بینائی کم رکھتے ہیں، بعض نمبر نہیں پہچانتے اور بعض دفعہ روشنی کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہوتی ہے آواز دار گھڑی کی تو اس مصلحت سے یہ جرس ممنوعہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیریہ میں بعض فروع اس قسم کی نکلی ہیں اور حدیث میں تصفیق کی اجازت عین صلوۃ میں مصلحت صلوۃ کے لئے

دلیل بیّن ہے مشروعیۃ صوت حسین متقاربین للصلوٰۃ الاعلام المتعلق بالصلوٰۃ کی۔
(امداد الفتاوی ص ۲۴۲ ج ۲، احکام المساجد مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)
فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲/ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۰ھ

کتاب الرِّبٰوا

شدید خطرے کی حالت میں مکان دوکان، فیکٹری کا بیمہ کرانا

سوال (۱۶۱۲) بعد سلام مسنون اس اہم مسئلہ کے ہر پہلو پر غور فرما کر جواب سے مشرف فرمائیں۔
ظاہر ہے کہ زندگی وغیرہ کے بیمہ کے سلسلے میں حضرات مفتیان کرام عدم جواز کا فتوی دیتے ہیں مگر آج کل فتنہ و فساد کا زمانہ ہے، آئے دن فساد ہوتے رہتے ہیں اور مکانات، دکانات، کارخانے اور فیکٹریوں کو ناقابل برداشت نقصان پہنچایا جاتا ہے اور یہ تجربہ ہے کہ جن مکانات دوکانات وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے ان کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا ، ان حالات میں اگر مذکورہ بالا اشیاء کا بیمہ کرایا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(مرحوم منشی عیسیٰ بھائی، کاوی ضلع بھروچ)

الجواب:- حامداً ومصلیاً ومسلماً، بیمہ کمپنی بذات خود مکان، دکان کارخانہ

فیکٹری اور انسان کی جان کی حفاظت اور نگرانی نہیں کرتی اس لئے اس معاملہ کو "عقد اجارہ" میں داخل کر کے اشتراط ضمان علی الاجیر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، یہ معاملہ سود اور قمار سے مرکب ہے بایں وجہ اس میں سود اور قمار دونوں قسم کے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین ہیں جن کو حلال سمجھنا کفر ہے مگر سوال، میں جن خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ بھی واقعہ ہیں اور بیمہ کرا لینے کی صورت میں فسادیوں کی نظر بد سے دکان وغیرہ کی بہ ظن غالب حفاظت ہوجاتی ہے اس لئے قانون فقہ، الضَّرُرُ یُزَالُ ، کے پیش نظر خطرے کی چیزوں کا بیمہ کرا لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے اس سے زیادہ جو رقم ملے وہ غرباء اور محتاجوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کر دی جائے اپنے کام میں ہرگز نہ لی جائے ہاں اگر خدا نخواستہ خود ہی محتاج ہو جائے تو علماء کرام سے فتویٰ حاصل کر کے بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لینے کی گنجائش ہے، فقہی قاعدہ ہے الضرورات تبیح المحظورات (ضرورت ناجائز اشیاء کو مباح کر دیتی ہے) اور یہ نیت رکھی جائے کہ اقتصادی حالت درست ہو جانے پر یہ رقم غرباء کو دیدی جائے گی۔ سودی رقم کو انتہا درجہ کی مجبوری اور اضطراری حالت کے بغیر اپنے استعمال میں لانا ناجائز اور حرام ہے۔ دار الحرب میں بھی اپنے ہم وطنوں سے سودی معاملہ کرنا درست نہیں۔ دار الحرب میں اباحت ربا کی وجہ اختلاف دار ہے اور وہ صورت یہاں (یعنی ہندوستان میں) پائی نہیں جاتی احادیث میں سود کی بہت ہی سخت مذمت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے دینے والے، سودی معاملہ

وقال هم سواء (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴)

لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا گناہ میں وہ سب برابر ہیں۔

دوسری ایک حدیث میں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجتنبوا السبع الموبقات سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو صحابہ نے عرض کیا وماھن یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول وہ کون سی چیزیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزیں شمار فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے۔ واکل الربوا سود کھانے والا (بخاری، مسلم۔ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷)

اور ایک حدیث میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربوا سبعون جزءًا ایسرھا ان ینکح الرجل امّہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودی معاملہ کرنے والے کو ستر قسم کے گناہ لاحق ہوتے ہیں جن میں ادنیٰ درجہ کا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیلُ الملائکہ[1] سے روایت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھمُ ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلمُ اشدُّ من ستۃ وثلثین زنیۃ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ایک درہم (تین آنے ایک پائی اور پانچواں حصہ پائی کا) کا کھانا (اپنے استعمال میں لانا) جانتے ہوئے کہ یہ سود کا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے

مزید برآں یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف سے سودی معاملہ کرنے والے کو

---

[1] غسیلُ الملائکہ حضرت حنظلہ کی صفت ہے ۱۲ س

لئے اعلان جنگ ہے، قرآن میں ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پھر اگر سودی معاملہ کرنے سے باز نہ آؤ گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ اور رسول کی طرف سے۔ (سورۂ بقرہ)

خلاصہ یہ ہے کہ بیمہ ان نصوص کے پیش نظر قطعاً ناجائز ہے مگر عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے جب تک خطرے کے حالات ہوں دکان وغیرہ کو فسادیوں کی شرارت اور ظلم سے بچانے کیلئے مذکورہ بالا شرائط (زائد رقم غرباء کو دیدی جائے اور اگر بحالت اضطرار کچھ اپنے کام میں لینے پر مجبور ہو جائے تو خوشحال ہونے پر اسے بھی خیرات کردے) کے ساتھ بیمہ کرا لینے کی گنجائش ہے عام اجازت نہیں — ھٰذا ما سنح لی الآن۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سودی قرض لینا کب جائز ہے؟

سوال (۱۶۷) جب کوئی آدمی کاروبار شروع کرتا ہے تو سرکاری آفس سے اسے مدد کے طور پر کچھ رقم جس کو سب سی، ڈی کہتے ہیں ملتی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) آدمی اپنے ذاتی چند ہزار روپے لگا کر کاروبار شروع کرتا ہے اس کے بعد سرکاری آفس چند پیسے مدد کے طور پر اسے دیتا ہے اور اس کا بینک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تو یہ مدد لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اپنے پاس بقدر حاجت وضرورت روپے فراہم نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری آفس میں جاتا ہے اور آفس والے بینک کی معرفت کاروبار کے لئے روپے دلاتے ہیں اس صورت میں بینک کو سود دینا پڑتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :- اگر یہ صحیح ہے کہ بطور امداد وہ رقم دی جاتی ہے اور اس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا تو یہ سودی معاملہ نہیں ہے اس لئے درست ہے۔

(۲) بینک سے سودی معاملہ کرنا درست نہیں اگر اضطراری اور حد درجہ کی مجبوری ہو تو جتنی رقم سے ضرورت پوری ہو جائے اتنی ہی مقدار میں سودی قرض لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لینا درست نہیں۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔ و في القنية والبغية يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (انتهى) -- وفي الحموي قوله يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح وذلك نحو ان يقترض عشرة دنانير مثلاً ويجعل لربها شيئا معلوما في كل يوم ربحا لها (الاشباہ والنظائر ص ۱۱۵ - الفن الاول. القاعدة الخامسة الضرر يزال) البحر الرائق ج ۶ باب الحوالة فقط واللہ اعلم بالصواب

سودی رقم سے ٹیکس ادا کرنا

سوال (۱۰۱۸) حکومت کی جانب سے جو ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں جیسے ہاؤس ٹیکس انکم ٹیکس، کیا ان ٹیکسوں کی ادائیگی کے لئے بینک کی سودی رقم استعمال کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- بینک کے سود کا اصل مصرف تو غرباء اور مساکین ہیں رفاہ عام کے کاموں میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے، خود منتفع نہ ہو لیکن اگر حکومت کے ان ٹیکسوں کی بھرمار سے تنگ آگیا ہو اور ان کی ادائے گی میں یہ رقم استعمال کرنے پر مجبور ہو تو گنجائش ہے بلا مجبوری استعمال نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صورت مسئولہ میں لائف انشورنس کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۱۹) حکومت تاجروں کی آمدنی سے تین حصے بطور ٹیکس وصول کرتی ہے مگر لائف انشورنس (LIFE INSURANCE) (زندگی کا بیمہ) کی پالیسی اختیار کرلینے کی صورت میں دو حصے معاف کردیتی ہے تو کیا ایسی صورت میں لائف انشورنس (زندگی کا بیمہ) کرایا جاسکتا ہے؟ بیمہ کرانے سے مقصود یہ ہے کہ حکومت ہماری جائز کمائی پر قبضہ نہ کرے اور اگر لائف انشورنس

کی پالیسی اختیار نہ کی جائے (حکومت تجارتی آمدنی سے تین حصے لیتی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اپنی جائز کمائی کو بچانے کے لئے یہ ترکیب اختیار کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس معاملہ میں جو رقم زائد ملے اسے غرباء اور مساکین پر صرف کیا جائے اپنے ذاتی کاموں میں ہرگز ہرگز صرف نہ کی جائے تاہم زندگی کے بیمہ کا معاملہ تقویٰ اور احتیاط کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بینک کے سود سے غریب کے گھر کا بیت الخلاء بنوانا

سوال (۱۷۲۰) سود کے روپیوں سے اگر غریب عزیز واقارب کے گھر کا بیت الخلاء بنادیں تو کیسا ہے؟ سودی رقم لینے کی وجہ سے جو ذمہ داری ہے اس سے وہ سبکدوش ہو جائیگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ہاں بنوا سکتے ہیں، اور اس صورت میں آدمی سودی رقم کی ذمہ داری سے بری ہو جائیگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سود لینے کی غرض سے غیر مسلم کمپنی میں رقم جمع کرنا

سوال (۱۷۲۱) ایک شخص اپنی رقم آسٹریلیا کی ایک غیر مسلم کمپنی میں جمع کرکے سود حاصل کرنا چاہتا ہے اور پھر اس سودی رقم کو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے استعمال کرنے کا ارادہ ہے تو یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جب اللہ تعالیٰ نے مال حلال نصیب فرمایا ہے، تو اسے جائز ذریعہ سے بڑھانا چاہئے، اس مال سے تجارت کی جائے، تجارت کی ہمت نہ ہو تو مضاربت کا معاملہ کرلیا جائے، مکان خرید کر کرایہ حاصل کیا جائے اس کے حلال ہونے میں تردد نہیں، غیر مسلم کمپنی مسلمان کے مال سے ناجائز معاملہ کرے گی سودی لین دین میں لگائے گی جس کی ذمہ داری سے یہ شخص سبکدوش نہیں ہو سکتا

11

سود لینے کی نیت سے رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں اور اس کی آمدنی سے منتفع ہونا خود کھانا اپنے بال بچوں کو کھلانا شرعاً اس کی اجازت نہیں، یہ خالص سود ہے اور سود کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سود کے پیسے انجمن میں خرچ کرنا

سوال (۱۶۲۲) انجمن کے پیسے ٹرسٹی (متولی) نے بینک میں رکھ دیئے ہیں، اور اس کا سود بھی ملتا ہے تو اس سود کو انجمن کے کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ انجمن کے متعلق بیت الخلاء، غسل خانہ، پیشاب خانہ بنانے اور اس کی مرمت کرنے میں اور راستہ درست کرنے میں خرچ کیا جائے اگر ضرورت نہ ہو تو غرباء کو دیدی جائے یا رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کی جائے فقط واللہ اعلم بالصواب

قرض دے کر نفع لینا

سوال (۱۶۲۳) ہماری ایک کلب ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جب زیادہ روپے ہو جائیں تو اس وقت کہیں باہر تفریح کے لئے جائیں گے، ابھی ہمارے پاس تقریباً چار ہزار روپے جمع ہوئے ہیں وہ پیسے ہم نے ایک دوست کو بطور قرض دیئے ہیں وہ ہماری کلب کے ممبر نہیں ہیں اور وہ اس رقم سے تجارت کرتے ہیں اور ماہانہ تیس روپے دیتے ہیں تو یہ روپے سود شمار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ماہانہ تیس روپے لینا سود ہے، رقم قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جو بنصِ قطعی حرام ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ یہ رقم دے کر عقد مضاربت کا معاملہ کر لیا جائے کہ اس رقم پر جو منافع ہو اس میں اتنا حصہ تمہارا، اور اتنا حصہ ہمارا، مثلاً آدھا حصہ تمہارا آدھا ہمارا، یا ایک حصہ ہمارا دو حصے تمہارے غرضیکہ منافع میں جانبین کے حصے مقرر ہو جائیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز

فقط واللہ اعلم بالصواب

سود کی رقم سے مقروض سید کا قرض ادا کرنا

سوال (۱۶۲۴) ایک سید ہے جو مقروض اور پریشان حال ہے آمدنی ملازمت کی قلیل تنخواہ کے سوا کچھ نہیں ہے ایسے سید کا قرض بینک کے سود سے کوئی آدمی ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اضطرار اور انتہائی مجبوری کی حالت ہو تو اس رقم سے اس کا قرض ادا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جائز ملازمت چھوڑ کر بینک یا انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا

سوال (۱۶۲۵) ایک شخص دوائی کی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے ! اسے اسٹیٹ بینک اور جنرل انشورنس کمپنی (بیمہ کمپنی) میں ملازمت مل رہی ہے یہاں تنخواہ بھی زیادہ ہے اور عہدہ " بی آفیسری " کا ہے ، تو یہ شخص اپنی موجودہ ملازمت چھوڑ کر اسٹیٹ بینک یا ریزرو بینک یا انشورنس کمپنی میں ملازمت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ جب اسٹیٹ بینک ، ریزرو بینک اور انشورنس کمپنی میں سودی لین دین کا معاملہ ہوتا ہے تو پھر موجودہ ملازمت چھوڑ کر اس ملازمت کو قبول کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود لینے اور دینے والے اور سودی معاملہ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر ، اور فرمایا یہ سب اصل گناہ میں برابر کے شریک ہیں ـــ اس سے ثابت ہوا کہ گناہ کے کاموں میں امداد کرنا اور اس میں کسی قسم کا حصہ لینا جائز نہیں ، حق تعالیٰ فرماتے ہیں ،

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ:۔ گناہ اور ظلم (زیادتی) کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا پاک سخت سزا دینے والا ہے (سورہ مائدہ)

انسان کی سعادت مندی یہی ہے کہ وہ رزق حلال کی طلب میں رہے حلال اور طیب روزی پیٹ میں جاتی ہے تو اس سے قلب منور ہوتا ہے، اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے، عبادات میں دل لگتا ہے اور جب حرام اور مشتبہ روزی پیٹ میں جاتی ہے تو قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے، عبادات میں دل نہیں لگتا، نیک کاموں کی توفیق نہیں ہوتی، نیز حلال رزق میں برکت ہوتی ہے اس لئے موجودہ ملازمت چھوڑ کر ایسی ملازمت اختیار نہ کیجائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عازمین حج کا "اختیاری بیمہ پالیسی" پر عمل کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۲۶) اس سال یعنی ۱۹۸۲ء میں بمبئی کی حج کمیٹی نے عازمین حج کے لئے جان کے بیمہ کا "اختیاری بیمہ پالیسی" کا اجراء کیا ہے، ہر عازم حج سے -/۸۸ روپے وصول کئے جاتے ہیں، اور ان کی شرائط کے مطابق اگر کوئی حاجی حادثہ کا شکار ہوجائے تو ان کی مقرر کردہ رقم جو پچاس ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے ہوتی ہے یہ رقم اس شخص کے ورثاء کو دیں گے اور اگر گھر واپس آگیا تو وہ -/۸۸ روپے واپس نہیں دیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ از روئے شرع یہ بیمہ پالیسی جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔ (بمبئی)

الجواب:۔ بیمہ کی حقیقت قمار اور سود سے مرکب ہے اور یہ دونوں حرام ہیں لہٰذا حجاج کرام کے لئے اس کا ارتکاب قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مجبوری کی حالت میں بینک سے کتنا سودی قرض لے سکتا ہے؟

سوال (۱۶۲۷) ایک شخص اسکول میں ماسٹر ہے اور دینی مسجد میں امام بھی ہے۔ غیر شادی شدہ ہے مالی حیثیت اتنی نہیں ہے کہ شادی کر سکے، بلا سود قرض ملنے کی بھی امید نہیں ہے ایسی مجبوری کی حالت میں بینک سے سودی لون لے سکتا ہے یا نہیں؟ جس کی شرح سود سالانہ فی ہزار پندرہ روپے ہے، شادی اور ذاتی کاروبار کے لئے ایسا لون لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جبکہ اضطرار اور انتہائی مجبوری کی حالت ہے تو سودی لون لینے کی گنجائش ہے کم سے کم رقم سے کام نکالا جائے، شادی کرنے میں جتنی رقم کی ضرورت ہے اتنی ہی لی جائے فضول اخراجات اور مہمان نوازی حتی کہ ولیمہ کی دعوت کے لئے بھی ایسی رقم لینے کی اجازت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

بینک کا سود غیر مسلم کو دینا

سوال (۱۶۲۸) بینک سے جو سود ملتا ہے وہ کس کو دیا جائے؟ ایک غیر مسلم ضرورت مند ہے، اس کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔؟

الجواب:۔ یہ رقم غریب، مسکین محتاج کو دی جا سکتی ہے اور وہ اپنے کام میں لے سکتا ہے، غریب مسلمان کو فائدہ پہنچانا چاہئے وہ بہ نسبت غیر مسلم کے زیادہ حقدار ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ طریقہ تجارت سود میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال (۱۶۲۹) ایک طریقۂ تجارت آج کل بہت چل رہا ہے، اس کی صورت یہ ہے، کوئی کمپنی یا پارٹی کسی تجارتی چیز کی اسکیم چلاتی ہے، مثلاً کوئی لونا (LUNA) موٹر سائیکل کی اسکیم

چلاتا ہے۔ اس کی قیمت پانچ ہزار روپے ہے۔ سو روپے ماہانہ کے تین سو ممبر بنائے جاتے ہیں اور ایک ماہ میں ایک بار قرعہ اندازی کی جاتی ہے جس ممبر کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے اس کو صرف سو روپے میں پانچ ہزار کی چیز مل جاتی ہے، ۵۰ مہینے کی اسکیم ہے اس میں کمپنی یا پارٹی جو اس اسکیم کو چلاتی ہے اس کو فائدہ تو یہ ہے کہ تیس ہزار روپے ماہانہ جمع ہوجاتے ہیں اور صرف پانچ ہزار کی چیز جاتی ہے، اس طرح سے تجارت کے لئے اس کو پچیس ہزار روپے مل جاتے ہیں اور ۵۰ ماہ پورے ہونے کے بعد ہر ممبر کو وہ موٹر سائیکل یا پانچ ہزار روپے واپس مل جائیں گے۔ ممبر کا اس میں فائدہ یہ ہے کہ پہلے ماہ قرعہ میں نام نکلنے والے کو صرف سو روپے میں، دوسرے ماہ والے کو صرف دو سو روپے میں، تیسرے ماہ والے کو صرف تین سو روپے میں پانچ ہزار کی چیز مل جاتی ہے، قرعہ میں نام نکلنے کے بعد اس ممبر کو پیسے نہیں بھرنے پڑتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقۂ تجارت قمار اور سود میں داخل ہے یا نہیں؟، اس اسکیم میں حصہ لینا یا یہ اسکیم چلانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بلاشبہ مذکورہ اسکیم اور معاملہ سود اور قمار پر مشتمل ہے، لہٰذا حرام ہے یہ اسکیم چلانا یا اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الہبہ

بوقتِ نکاح عورت کو جو زیورات جانب زوج دیئے جاتے ہیں وہ کس کی ملک ہیں؟

سوال (۱۴۲۰) ذاکرہ بیگم کو خاوند کی طرف سے جو زیورات شادی کے موقعہ پر دیئے گئے ان کا مالک کون ہے؟ ذاکرہ کے خاندان کا یہ دستور ہے کہ زیورات لڑکی کو بخشش کر دیئے جاتے ہیں، ذاکرہ کی بہن کو جو زیورات ملے ہیں وہ بھی بخشش ہیں، اب اگر نکاح کے رجسٹر میں بخشش کی تصریح نہ ہو تو خاندانی عرف کی بنا پر زیورات بخشش ہوں گے یا نہیں؟ اور ذاکرہ کے مرنے کے بعد ذاکرہ کے ورثہ میں تقسیم ہوگا یا زوج زیورات واپس لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ مسئلہ قوم کے عرف اور دستور کے تابع ہے صرف عورت کے گھر کے دستور پر موقوف نہیں ہبہ ہونے میں قوم یا زوجین کے گھرانے کا دستور دیکھا جائیگا اور اس کی مختلف صورتیں ہیں (پہلی صورت) زیورات بعوضِ مہر دیئے جاتے ہیں اگر زیورات مقدار مہر سے زائد ہوں تو زائد کو ہبہ (بخشش) کردیا جاتا ہے، یا عاریۃً دیا جاتا ہے (۲) مہر باقی (موجل) اور زیورات بخشش، (۳) مہر موجل اور زیورات عاریۃً دیئے جاتے ہیں (۴) مہر معجل اور زیورات بخشش یا عاریۃً۔ بخشش کا حکم یہ ہے کہ عورت مالک ہوجاتی ہے اور عاریۃً

کا حکم یہ ہے کہ شوہر مالک رہتا ہے عورت کو صرف استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے ،
لہٰذا صورت مسئولہ میں آپس میں جو معاملہ طے ہوا ہے اور نکاح خوانی کے رجسٹر
میں تراضیٔ طرفین جو لکھا گیا ہو اسکے مطابق عمل کیا جائیگا اختلاف کی صورت میں
ہبہ کے شرعی گواہ پیش کرنے ہوں گے ورنہ زوج کا قول بالقسم تسلیم کیا جائیگا
ولو بعث الی امرأۃ شیئاً ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر- الی قولہ
فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ فالقول لہ بیمینہ
والبینۃ لہا الخ (در مختار مع الشامی ص ۴۵۹ ج ۲ ۵۰۰)

فتاوی دار العلوم میں ہے - الجواب :- یہ مسئلہ دراصل عرف ورواج کے تابع
ہے ہمارے شہروں کا عرف تو یہ ہے کہ لڑکی کا باپ جو زیور وغیرہ جہیز میں دیتا ہے وہ
لڑکی کو مالک کر دیتا ہے اور لڑکی ہی کے مملوک سمجھے جاتے ہیں اور خاوند یا اسکے
اقربا جو زیور چڑھاتے ہیں وہ خاوند ہی کے ملک رہتے ہیں عورت اسکا استعمال
عاریۃً کرتی ہے اس لئے تصرفات بیع وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا، تو جس جگہ یہی عرف
ہے وہاں دولہا کی طرف سے جو زیورات چڑھائے گئے تھے وہ دولہا کی ملک
اور اسکی میراث ہوں گے (فتاوی دار العلوم (قدیم) ص ۴۷-۸۰ ج ۳) حضرت مولانا مفتی شفیع (؟)

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ -

جو اشیاء ماں باپ کی طرف سے دی جاویں وہ ملک زوجہ ہیں اور جو اشیاء شوہر
یا اسکے والدین کی طرف سے دی جاویں اس میں نیت کا اعتبار ہے جیسی نیت
ہو اور جس کے لئے نیت ہو اس کی ملک ہے (فتاوی دار العلوم مکمل ومدلل ص ۳۱۳ ج ۴)

آپ کا دوسرا فتویٰ :-

سوال :- بعد نکاح کے زوجہ کو جو زیورات یا کپڑے وغیرہ مرد یعنی خاوند بطور چڑھاوا
دیتا ہے بعد مرنے عورت کے، ایسے زیورات یا کپڑے وغیرہ ترکہ عورت کا ہوگا اور

عورت متوفیہ کے ورثہ میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اگر وہ زیور جو شوہر نے زوجہ کو دیا ہے مہر میں ہے یا اس کو ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ ملک زوجہ ہوگیا اور بعد انتقال زوجہ زوج اس کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ زوجہ کے ورثاء میں وہ زیور حسب حصص تقسیم کیا جاوے گا اور شوہر کو بھی اس میں سے اس کے حصہ کے موافق ملیگا۔ اور اگر وہ زیور جو زوجہ کو شوہر نے دیا ہے مہر میں نہ دیا تھا اور نہ ہبہ کیا تھا بلکہ عاریۃً دیا تھا تو شوہر اس کو بعد انتقال واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی دارالعلوم مکمل و مدلل ص ۸۴/۸۶)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

زندگی میں مال کی تقسیم عطیہ ہے نہ کہ میراث

سوال (۱۷۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنی زندگی اور تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد وغیرہ اپنے ورثہ میں شرعی طور پر تقسیم کرکے ان کو مالک بنانا چاہتی ہے اور اس کام سے زندگی ہی میں سبکدوش ہونا چاہتی ہے۔ ورثہ میں شوہر، چار لڑکے، اور چار لڑکیاں ہیں صورت مسئولہ میں جائیداد وغیرہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ہر وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب: میراث کی تقسیم کا مسئلہ بعد انتقال جاری ہوتا ہے زندگی میں مال کی تقسیم میراث کی تقسیم نہیں ہے بلکہ ہبہ ہے اور ہبہ (بخشش) کا قاعدہ یہ ہے کہ اولاد کو لڑکا ہو یا لڑکی از روئے حدیث و فقہ سب کو برابر دیا جائے قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۱) اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے رجلٌ لہٗ ابنٌ وبنتٌ اراد ان

يهب لهما شيئاً فالأفضل أن يجعل للذكر مثل حظ الأنثيين عند محمد وعند أبي يوسف بينهما سواء وهو المختار لورود الآثار (خلاصة الفتاوى ج۴)

درمختار میں ہے وفي الخانية لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصده يسوي بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى (قوله وعليه الفتوى) أي على قول أبي يوسف من أن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث الذي هو قول محمد رملي (در مختار مع رد المحتار ج۴ كتاب الهبة)

لہٰذا صورت مسئولہ میں شوہر کو اس کا ربع حصہ (چہارم) دے کر باقی مال کے آٹھ حصے ہوں گے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔[1]

تاحیات ہبہ کرنے کا حکم

سوال (۱۰۳۲) شادی کے وقت بیوی کو مکان یا کھیت اس طرح ہبہ کر دے کہ تاحیات تیرا پھر میرا یا میرے وارثوں کا، اتفاق سے شوہر کا انتقال ہو گیا اور عورت اپنی پوری زندگی اس سے متمتع ہوتی رہی اگر عورت کا بھی انتقال ہو جائے تو اس مکان یا کھیت کا وارث کون ہوگا؟ شوہر کے ورثاء یا عورت کے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا فتویٰ صحیح اور مدلل ہے لیکن احقر کے ناقص خیال میں صاحبین کے اقوال میں تطبیق کی ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں موت کے تصور سے پہلے اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول راجح ہے لأن مفاد الحديث هو هذا اور اگر قبیل موت اولاد کو ترکہ کے جھگڑے سے بچانے کے لئے جائداد وغیرہ ہبہ کرے تو اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول راجح ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بھی شوہر کے معاملہ میں اصول ترکہ کا لحاظ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

سعید احمد پالنپوری

الجواب :- مکان یا زمین یا کھیت وغیرہ عمر بھر کے لئے زوجہ کو ہبہ کر دینا عُمریٰ ہے اور یہ جائز ہے اور واپسی کی شرط باطل ہے لہٰذا تا حیات عورت متمتع ہوگی اور بعد میں اسکے ورثاء مستحق ہوں گے، زوج کے ورثاء واپس نہیں لے سکتے، درمختار میں ہے (جاز العمریٰ) للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط (در مختار مع الشامی ص۷۱۲ ج۴ - کتاب الہبہ)

غایۃ الاوطار میں ہے جاز العمریٰ للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط ہبہ بطریق عمریٰ جائز ہے اور موہوب (بخشش کی ہوئی چیز) اس کا مملوک ہے (الیٰ قولہ) عُمریٰ بضم اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کر دے عمر بھر اس میں رہے پھر جب موہوب لہ مر جائے تو واہب یا اس کا وارث اس کو پھیر لے سو اس طرح کے دینے سے موہوب لہ اور اسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہیں اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص۵۰۸ ج۳ کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبۃ)

ملتقی الابحر میں ہے (والعمریٰ جائزة) تکون (للمعمر حال حیاته ولورثته بعده) ای بعد مماته (وهی) العمریٰ (ان یجعل داره) مثلاً (له) ای للمعمر (مدة عمره فاذا مات ردت الیه) ای الی الواهب هکذا فعلوا فی الجاهلیة فابطل الشرع شرط الرد لما قررنا فتبقی لورثة الموهوب له — اور مجمع الانہر میں ہے (والعمریٰ جائزةٌ للمعمَر) بفتح المیم الثانیة وهو الموهوب له (حال حیاته ولورثته بعده) ای بعد وفاته لقوله علیه الصلوٰة والسلام من اعمر عمریٰ فهو للمعمر له ولورثته لان المفهوم منه بطلان الشرط لانه قال علیه الصلوٰة والسلام ولورثته کما بیناه فی اول الکتاب (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ص۳۶۶ ج۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

والدین لڑکی کو جو جہیز دیتے ہیں اس کا مالک کون ہے ؟

سوال (۱۲۳۳) لڑکی کو اس کے ماں باپ جہیز میں زیور، کپڑے، سامان وغیرہ دیتے ہیں، لڑکی کے انتقال پر یہ اشیاء کس کو ملیں گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ یہ مسئلہ عرف کے تابع ہے ہمارے یہاں کا عرف یہ ہے کہ وہ لڑکی کو ہبۃً دیا جاتا ہے لہٰذا لڑکی کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کو ملے گا، شامی میں ہے ۔ قال الشیخ الامام الاجل الشہید المختارُ للفتوی ان یحکم بکون الجہاز ملکاً لا عاریۃً لانہ الظاہر الغالب الا فی بلدۃ جرت العادۃ بدفع الکل عاریۃ فالقول للأب (شامی ۲/۵۰۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

نکاح کے وقت بطور سلامی اور ہبۃً دی ہوئی جہیز کا حکم

سوال (۱۲۳۴) عورت کو نکاح کے وقت سہیلیوں اور دوسرے رشتے داروں کی طرف سے بطور سلامی یا بطور بخشش زیور یا سامان وغیرہ جو ملا ہو یا عورت نے اپنی رقم سے خریدا ہو اس کا مالک کون ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ عورت کو جو کچھ اس کی سہیلیوں اور بھائی بہنوں اور رشتے داروں کی طرف سے سلامی یا ہبہ کے طور پر ملا ہو اس کی مالک عورت ہے اسی طرح جو چیزیں اپنے پیسوں سے خریدی ہوں اس کی مالک بھی عورت ہی ہے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی لڑکے کو کم اور کسی کو زیادہ دیا اس کا حکم

سوال (۱۲۳۵) ایک شخص ہے اس نے شادی کی اس عورت سے ایک لڑکا ہوا پھر عورت کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس شخص نے مرحومہ کی بہن سے نکاح

کیا اس سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، دوسری اہلیہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے، پہلی بیوی سے جو لڑکا ہے وہ شادی شدہ ہے اور دوسری بیوی کے سات لڑکے ہیں ان میں سے دو کی شادی ہو چکی ہے اور تین لڑکیوں میں سے دو کی شادی ہو چکی ہے، تمام بھائی مشترکہ طور پر تجارت کرتے ہیں، اس شخص نے اپنے تمام لڑکوں کے رہن سہن کے لئے مکان بنوائے ہیں، ان میں کوئی مکان کم قیمت کا ہے اور کوئی زائد قیمت کا، شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے اس طرح کم و بیش قیمت کے مکان دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جن بچوں کی شادی نہیں ہوئی ہے ان کو شادی کا خرچ دیا جائے اور جن بچوں کے مکانات کم قیمت کے ہیں ان کو اس کا بدلہ دیدیا جائے اور اگلی بیوی کے لڑکے کو اور دوسری بیوی سے جو لڑکے لڑکیاں ہیں سب کو اپنی ملک میں سے برابر سرابر دیا جائے زندگی کی تقسیم بخشش ہے اور بخشش میں سب اولاد برابر کی مستحق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باپ کی زندگی میں بعض بچے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۱۲۳۶) میرے سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے اور ان کی شادی کا خرچ میں نے اٹھایا ہے چار لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی باقی ہے، شادی شدہ لڑکوں میں سے دو لڑکے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمکو ہمارا حق دیدو ہم الگ ہونا چاہتے ہیں، تو کیا مجھے ان دونوں کا حق ادا کر دینا چاہئے؟ اگر ادا کرنا ضروری ہے تو کس طرح ادا کروں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جن چار لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی کرنا باقی ہے انکو بچوں کی شادی کے وقت جتنا خرچ ہوا تھا ان کو اس قدر بطور بخشش دے کر مالک د

مختار بنا دیا جائے تاکہ وہ اپنی شادی کے وقت اس کو استعمال کریں، اس کے بعد جو باقی بچے اس کے آپ مالک ہیں جن بچوں کو الگ ہونا ہو وہ الگ ہوسکتے ہیں ان کو آپ سے زبردستی مطالبہ کا حق نہیں ہے اگر آپ ان کو کچھ دیتے ہیں تو سب کو برابر سرابر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باپ اپنا حصہ اگر صرف ایک بیٹے کو دیدے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۲۷) ایک ہسپتال ہے جس میں باپ اور اس کا ایک بیٹا شریک ہیں ہسپتال میں جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ لڑکے نے کیا ہے، لڑکا ڈاکٹر ہے اور وہی ہسپتال چلاتا ہے، دس بارہ سال سے لڑکا ہی اپنے والدین اور اپنی دو بہنوں کا خرچہ اٹھا رہا ہے باپ اپنا حصہ اپنی مرضی سے اپنے اس لڑکے کو بطور بخشش دیدینا چاہتا ہے جب کہ اس کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں اور ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ باپ اپنی دوسری اولاد کو چھوڑ کر صرف ایک لڑکے کو اپنا حصہ دیدے تو یہ فعل جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- باپ اگر اپنا حصہ صرف اپنے اس ایک لڑکے کو جو ڈاکٹر ہے دیگا تو دوسرے پانچ لڑکوں اور دو لڑکیوں اور بیوی کو نقصان پہنچے گا، ان کی حق تلفی ہوگی اس بنا پر وہ گنہ گار ہوگا، اپنی تمام اولاد کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے اور سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا چاہئے اور اپنی بیوی کے حق کا بھی خیال رکھے ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حصے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ میں پہونچا دیتا ہے۔ عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الرجل ليعمل والمرأة

بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھم الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار (مفید الوارثین ص ۱۲) مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرمادیں گے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ (مفید الوارثین ص ۱۲) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد میں ایک بچی غریب گھر میں ہے تو صرف اس کی مدد کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۶۳۸) زندگی میں جو چیز بچوں کو دی وہ ہبہ ہے اور ہبہ میں برابر کرنا چاہئے ایک شخص نے اپنی ایک لڑکی غریب گھرانہ میں دی اسکے نام چھوٹا سا مکان کردیں یا مدد کے طور پر کوئی رقم اسے دیتے رہیں تو کیا اولاد میں ناانصافی اور دوسروں کا حق مارا جانا تو نہیں ہوگا؟ دوسرے بچے بچیاں ماشاء اللہ خوشحال ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ الاعمال بالنیات جب کہ دوسرے ورثاء کا حق مارنے اور کم دینے کی نہیں بلکہ غریب بچی کی مدد کرنا مقصود ہے اور وہ محتاج ہے تو ان شاء اللہ گنہگار نہ ہوگا، اور دوسرے ورثاء مانع نہ ہوں گے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الاجارۃ

آٹا پسائی کی اجرت میں پیسے دینا اور چھلن کے بدلہ کچھ آٹا کٹوانا۔

سوال (۱۴۳۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ:۔

زید آٹے کی چکی والا ہے جس کا اصول یہ ہے کہ فی کونٹل پانچ روپے پسائی کے ساتھ چھلن دو کلو فی کونٹل کاٹی جاتی ہے، ایسی صورت میں اس کے یہاں غلہ پسانا اور اس کا پیسنا شرعاً کیسا ہے؟ اگر فتوی عدمِ جواز کا ہو تو شامی جلد پنجم ص۲۲ کی اس عبارت کا مطلب واضح فرمائیں (قولہ والحیلۃ ان یفرز الاجر اولاً) ای ویسلمہ الی الاجیر فلو خلطہ بعد وطحن الکل ثم افرز و ردّ الباقی جاز ولا یکون فی معنی قفیز الطحان اذ لم یستاجرہ ان یطحن بجزء منہ او بقفیز منہ کما فی المنح عن جواہر الفتاوی قال الرملی وبہ علم بالاولیٰ جواز ما یفعل فی دیارنا من اخذ الاجرۃ من الحنطۃ والدراھم معًا ولا شک فی جوازہ۔ (شامی باب الاجارۃ الفاسدۃ ج۵ ص۲۲)

اور اگر فتوی جواز کا ہو تو قفیز الطحان کی کیا صورت ہوگی؟ نیز قفیز الطحان کی اصل صورت بھی مرقوم فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔ (اعظم گڑھ)

الجواب وہو الموفق للصواب:۔ صورتِ مذکورہ فی السوال قفیز الطحان میں داخل نہیں ہے، اجرت میں پیسے دیئے جاتے ہیں آٹا نہیں دیا جاتا، قفیز الطحان

کی صورت یہ ہے صورۃ قفیز الطحان ان یستاجر الرجل من آخر ثوراً لیطحن بہا الحنطۃ علی ان یکون لصاحبہا قفیز من دقیقہا او ثلثہ او ما اشبہ ذلک فذلک فاسد (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۷ ج ۵) ہمارے یہاں اجرت میں پیسے دیئے جاتے ہیں جس کے ادا کرنے میں عند العقد مستاجر عاجز نہیں ہوتا جو عدم جواز کی وجہ ہے والمعنی فیہ ان المستاجر عاجز عن تسلیم الاجر الخ (بدایہ اخیرین ص ۲۸۹ باب الاجارۃ الفاسدۃ) صحتِ اجارہ کی شرط یہ قرار دی گئی کہ عقد سے پہلے مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو والقدرۃ علی التسلیم شرط وھو لایقدر بنفسہ (شامی ص ۴۸ ج ۵) لہٰذا یہ اجارہ صحیح ہے فاسد نہیں ہے۔ رہی چھلن کی کٹائی تو وہ مزدوری سے الگ چیز ہے اندازہ کے مطابق آٹا کاٹا جاتا ہے جس پر مستاجر اور اجیر دونوں رضامند ہیں ہر ایک مستاجر کے گیہوں اور آٹے کا وزن کرنا اور چھلن کی صحیح مقدار نکالنا مشقت اور تکلیف مالایطاق ہے اس لئے ایسی جہالت مرتفع ہونی چاہیئے والمشقۃ تجلب التیسیر۔ الضرورات تبیح المحظورات) بہتر صورت یہ ہے کہ اجرت میں اضافہ کر دیا جائے اور آٹا پورا دیدیا جائے۔ قفیز طحان والی حدیث کے متعلق "نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ" میں ہے الحدیث السابع قال المصنف، وقد نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان قلت. اخرجہ الدارقطنی ثم البیہقی فی سننیہما فی کتاب البیوع عن عبید اللہ بن موسیٰ ثنا سفیان عن ہشام ابی کلیب عن عبد الرحمن بن ابی نعم البجلی عن ابی سعید الخدری قال، نھی عن عسب الفحل و عن قفیز الطحان، انتھی واخرجہ ابو یعلی الموصلی فی "مسندہ" عن ابن المبارک ثنا سفیان بہ، وذکرہ عبد الحق فی "احکامہ" من جہۃ الدارقطنی وقال فیہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (نصب الرایہ ص ۱۴۰ ج ۴)

فقط واللہ اعلم بالصواب

تاخیر سے تنخواہ دینا

سوال (١٤٠) اہل مدرسہ کا کسی مصلحت سے ہر مدرس کی تنخواہ دس یوم تاخیر سے دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر مدرس سے اس بات کی پہلے سے صفائی ہو گئی ہو تو ایسا عمل قابل اعتراض نہ ہوگا ورنہ ہر پہلی تاریخ کو تنخواہ دیدینی چاہئے بلا وجہ شرعی تاخیر کرنا مذموم اور قابل شکایت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرس کو وقت مقررہ کے علاوہ دوسرے وقت آنے پر مجبور کرنا

سوال (١٤١) ایک مدرس کا ایک مدرسہ میں صبح ڈھائی گھنٹہ پڑھانے کے لئے تقرر ہوا، ظہر بعد وہ دوسری جگہ کام کرتا ہے، اب جس دن اسکول میں پڑھنے والے بچے صبح کے وقت نہ آدیں تو اس مدرس کو ظہر بعد آنے کے لئے مجبور کرنا کیسا ہے؟ جب کہ تقرر کے وقت ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ اگر صبح کے وقت بچے کم آدیں تو آپ کو ظہر بعد آنا ہوگا، اسکے باوجود مجبور کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ "اسکول کے اوقات کی تبدیلی کی وجہ سے ظہر بعد آنا ہوگا" ایسا کوئی عہد اور قول و قرار نہ ہوا ہو تو مجبور کرنا ناانصافی اور زیادتی ہے، بجائے صبح کے دوپہر کو حاضری دینے میں کوئی قباحت اور نقصان لازم نہ آتا ہو تو مدرس کو مروۃً اور تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر پس و پیش نہ کرنا چاہئے، البتہ مدرس اس کا قانوناً پابند نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کرایہ کا مکان خالی کرنے پر مالک مکان سے رقم لینا

سوال (١٤٢) میں نے ایک مکان آٹھ سال سے کرایہ پر لیا ہے اور میں اسی میں رہتا ہوں، مالک مکان خالی کرنے کے لئے کہہ رہا ہے اور اپنا قبضہ کرنا چاہتا ہے، اور مکان کا قبضہ لینے کے عوض کچھ رقم

دینا چاہتا ہے تو میں مکان خالی کرنے پر کچھ رقم لے سکتا ہوں؟ میں نے مکان کی مرمت کرنے کیلئے کچھ خرچ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کرایہ کا مکان خالی کرنے کے عوض مالک مکان سے کوئی رقم حاصل کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر مالک مکان نے آپ سے پگڑی لے کر مکان کرایہ پر دیا ہو تو جتنی رقم آپ نے مالک مکان کو دی ہے اتنی رقم اس سے لے سکتے ہیں ورنہ لینا درست نہیں ہے، آپ نے مکان میں اپنی راحت اور آرام کے لئے کچھ تعمیر کرایا ہے وہ خرچ اگر مالک مکان خوشی سے دیتا ہے تو لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

مسجد کے مکان کا زیادہ مستحق کون ہے؟ امام یا منتظم؟

سوال (۱۷۴۳) مسجد کا ایک مکان خالی تھا اور مسجد کے متولی اس کو کرایہ پر دینا چاہتے ہیں، بہت سے لوگ مکان لینے کے خواہشمند ہیں، امام صاحب نے بھی خواہش ظاہر کی اور مسجد کے ایک منتظم نے بھی مکان طلب کیا لیکن مینیجنگ ٹرسٹی نے ان کو مکان کرایہ پر دینے سے انکار کردیا اکثر یہ اصول کے بھی خلاف ہے اور امام کو دینے کے لئے تیار ہو گئے، اس پر وہ منتظم امام صاحب کے خلاف ہو گیا، دوسرے متولیان اور اہل محلہ امام صاحب کو مکان کرایہ پر دینے کیلئے خوش ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکان کو کرایہ پر لینے کا کون زیادہ حقدار ہے؟ امام صاحب یا منتظم، بینوا توجروا

الجواب:۔ چونکہ امام صاحب کا مکان نہیں ہے اور دوسرا مکان ملنا بھی اس زمانہ میں مشکل ہے اس لئے منتظم کے مقابلہ میں امام زیادہ حاجت مند ضرورت مند اور زیادہ حقدار ہے، ویسے بھی متولی اور ٹرسٹی صاحبان اور مقتدیوں پر لازم ہے کہ امام صاحب اور ان کے اہل و عیال کے لئے مکان کا انتظام کریں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر دینا

سوال (۱۷۴۴) ہمارے یہاں ایک مدرسہ بنام تعلیم الاسلام ہے اس مدرسہ کے چند مکانات ہیں ان میں سے ایک مکان خالی ہے یہ مکان بینک کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ مکان کسی اور کو کرایہ پر دیا جائے تو کرایہ کم آئیگا اور بینک والے بہت معقول کرایہ دینے کے لئے تیار ہیں مدرسہ کی مالی حالت بھی کمزور ہے، ان حالات میں بینک کو مکان کرایہ پر دینا ناجائز تو نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر نہ دیا جائے اعانت علی المعصیت کی وجہ سے ممنوع ہے، سود کی برائی اور وعیدوں کے پیش نظر مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر دینے کی جرأت نہ کی جائے اگرچہ کرایہ زیادہ ملتا ہو ارشاد خداوندی ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو پس خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو (سورۂ مائدہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

کرایہ دار سے مکان خالی کرانیکا شرعی حکم

سوال (۱۷۴۵) مکان مالک کو اپنے بچوں کی شادی کرانا ہے اسلئے مکان کی ضرورت ہے لیکن کرایہ دار مکان خالی کرنے سے انکار کرتا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہے تو شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- کرایہ دار کی ضرورت اس مکان پر موقوف نہ ہو اس کے بغیر بھی رہائش کی ضرورت پوری ہوجاتی ہو یا حیثیت اور ضرورت کے مطابق مکان مل سکتا ہو تو اسے لازم ہے کہ مکان خالی کردے بلا مجبوری تاخیر کرنا اور ٹال مٹول کرتے رہنا ظلم اور معصیت ہے، مکان مالک کو بھی لازم ہے کہ کرایہ دار کو

پریشان نہ کرے، مکان ملنے تک مہلت دیدے، مجبور آدمی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم ص۲۵۶ تا ص۲۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنا مکان خالی کرانے کیلئے مجبوراً پگڑی دینا

سوال (۱۷۴۳) میں نے اپنا مکان ایک شخص کو کرایہ پر دیا ہے مجھے اپنے لڑکے کی شادی کرنا ہے اس لئے مجھے مکان کی سخت ضرورت ہے، ہم لوگ جس مکان میں سکونت پذیر ہیں وہ چھوٹا ہے، اس میں گنجائش نہیں ہے، کرایہ دار مکان خالی کرنے کے لئے پندرہ سو روپے طلب کرتا ہے، کیا ایسی مجبوری کی حالت میں مکان خالی کرانے کے لئے پگڑی دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مکان آپ کا ہے اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہے لہٰذا اپنا حق حاصل کرنے کے لئے مجبوراً پگڑی دے کر مکان حاصل کرسکتے ہیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۱؎ مگر کرایہ دار کے لئے اس رقم کا لینا جائز نہیں ہے (دیکھئے سوال ۱۷۴۲) ۱۲

کتاب الشرکۃ

شرکا میں سے ایک کو دوسروں کی اجازت کے بغیر علیحدہ کرنا

سوال (۱۰۴۷) ہم چار آدمی ایک کمپنی میں شریک ہیں ان میں سے ایک شریک الگ ہونا چاہتا ہے اس نے ہم تین میں سے ایک سے بات چیت کی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا اس نے ہم دو سے مشورہ لئے بغیر چار ہزار روپے اس کو دیکر الگ کر دیا بعد میں اس نے ہم کو حقیقت سے واقف کیا کہ میں نے اس کو اتنی رقم دے کر شرکت سے علیحدہ کر دیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہوا یا نہیں؟ یا چاروں کو ایک ساتھ بیٹھ کر فیصلہ کرنا چاہئے تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب چاروں معاملہ میں شریک ہیں تو جو بھی اہم فیصلہ کیا جائے سب کا مشورہ اور رضامندی ضروری ہے، ایک کا فیصلہ جس سے دوسرے ساتھی متفق نہ ہوں معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

بیٹے نے زمین خریدی تو اس کا کیا حکم ہے

سوال (۱۰۴۸) زید نے کنوارے پن میں ایک زمین اپنی ذاتی کمائی سے خریدی زید اب وہ زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، بیوی حیات ہے، زید کے پانچ بھائی پانچ بہنیں اور والدین حیات ہیں، زید بیوی کے ساتھ علیحدہ رہتا ہے زمین کی جو قیمت آئے گی اس میں دوسرے

کا حصہ لگتا ہے یا نہیں؟ زید کا ارادہ والد اور والدہ کو حج کرانے کا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زید کنوارے پن میں والدین سے الگ رہتا تھا اور اس نے اپنی سمجھ اور کمائی سے زمین خریدی تھی تو اس کا خود وہ مالک ہے، زید کا ارادہ والدین کو حج کرانے کا بہت مبارک ہے۔

لیکن اگر زید والدین کے ساتھ رہتا تھا اور رہنا سہنا کھانا پینا ان کے ساتھ تھا اور ان کے ماتحت رہ کر کمائی ہوئی رقم سے زمین خریدی ہے تو وہ ملک والد کی شمار ہوگی اور اس میں والد صاحب کے تمام ورثاء حقدار ہوں گے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

شریک کی عدم موجودگی میں مشترک چیز بیچنا

سوال (۱۷۴۹) تین بھائیوں نے مشترک طور پر ایک ٹریکٹر خریدا اس میں ہر ایک کے کم و بیش حصے ہیں ایک عرصہ تک تینوں نے مشترکہ کام چلایا اور آمدنی حصوں کے مطابق تقسیم کرتے رہے، بعد میں اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا تو ایک دن جب کہ تیسرا شریک حاضر نہیں تھا اس کی عدم موجودگی میں دوسرے دو شریکوں نے وہ ٹریکٹر دوسرے ایک شخص کو فروخت کر دیا، بعد میں اس شریک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا، کیا یہ بیع معتبر ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں شریک کی اجازت کے بغیر جو معاملہ کیا گیا ہے وہ معتبر نہ ہوگا، الجوہرۃ النیرۃ میں ہے ولا یجوز لاحد ھما ان یتصرف فی نصیب الآخر الا باذنہ وکل واحد منھما فی نصیب صاحبہ کالاجنبی لان تصرف الانسان فی مال غیرہ لا یجوز الا باذنہ او ولایتہ (الجوہرۃ النیرۃ ص ۲۸۷ ج ۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب

باپ بیٹے ساتھ کاروبار کرتے ہوں تو جو آمدنی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۴۵۰) عرف میں یہ مشہور ہے کہ اگر باپ بیٹے ساتھ رہتے ہوں اور کام دھندا ایک ساتھ کرتے ہوں تو جتنی آمدنی ہوگی سب کا مالک باپ ہوگا اور جب باپ کا انتقال ہو جائے تو اس وقت جو وارث ہوں گے ان سب میں شرعی اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے، برائے کرم مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- باپ بیٹے سب مل کر ایک ساتھ ایک ہی کاروبار کرتے ہوں کھانا پینا بھی ساتھ ہو تو ساری کمائی باپ کی شمار ہوگی باپ کی وفات کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا تو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا، شامی میں ہے الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالکسب کله للأب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له ألا تری لو غرس شجرة تکون للأب (شامی ص ۴۸۳ ج ۳ فصل فی الشرکة الفاسدة) اور جو لڑکے باپ سے الگ ہو کر اپنا مستقل کاروبار کرتے ہوں کھانے پینے کا حساب بھی ان کا الگ ہو تو ان کی کمائی کے وہی مالک ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الاضحیہ والعقیقہ والذبائح

قربانی کے جانور کے سینگ کی کتنی شکستگی مانع جواز ہے؟

سوال (۱۷۵۱) آپ کے فتاوی رحیمیہ ج۳ ص۱۸۳ میں ہے: "اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں، سینگ کے جڑ سے اکھڑنے کا کیا مطلب ہے؟ بعض کتابوں میں دیکھا "جس جانور کے سینگ کا خول پورا نکل گیا ہو اور سینگ کے اندر کا گودا خول نکل جانے کے بعد ایک انچ بھی ٹوٹ جائے تو اس جانور کی قربانی درست نہیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینگ کے اندر کا گودا سینگ کی جڑ ہے، آپ وضاحت فرمائیں کہ جڑ سے کیا مراد ہے؟ اور کس قسم کی شکستگی مانع جواز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس جانور کے سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں یا اوپر کا خول اتر گیا ہو اس کی قربانی درست ہے، البتہ سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، عالمگیری میں ہے: ویجوز بالجماء التی لاقرن لها وکذا مکسورة القرن کذا فی الکافی وان بلغ الکسر المشاش لایجزیه والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین کذا فی البدائع (عالمگیری ج۵ ص۲۹۷) شامی میں ہے فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز (شامی ج۵ ص۲۸۳) بدائع کی عبارت میں (جو عالمگیری اور شامی میں ہے) تصریح ہے کہ مانع جواز وہ شکستگی ہے جو مشاش تک پہنچی ہو، اور مشاش ہڈیوں کے

سروں کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیوں کے جوڑ (یہاں رؤس العظام سے مراد دماغ کی ہڈی کا سرا ہے) اس سے کم شکستگی مانع جواز نہیں۔

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص۴۲ حصہ سوم)

مظاہر العلوم سہارن پور کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

الجواب۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد: اگر جانور کے دونوں سینگ یا ایک سینگ ٹوٹ جائے تو اس سے قربانی کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں البتہ اگر سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ جائے یہاں تک کہ اندر کا گودا یا ہڈی ظاہر ہو جائے تو پھر اس جانور کی قربانی درست نہیں۔ بہشتی زیور و بہشتی ثمر فتاویٰ دارالعلوم اور فتاویٰ رحیمیہ (ص۱۸۲ ج۲) کی عبارات کا ایک ہی مطلب ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے قال فی البدائع وروی ان رجلاً من ھمدان جاء الی سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المؤمنین البقرۃ عن کم؟ قال عن سبعۃ ثم قال مکسورۃ القرن قال لاضیر ثم قال سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن فان بلغ الکسر المشاش لا تجزیہ والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین اھ ص۷۶ ج۵ فقط حررہ احقر

(مفتی) عبدالعزیز عفی عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

جواب صحیح ہے

(مفتی) یحییٰ غفرلہ

۲۹/۱۲/۹۷ھ

لون سے خریدی ہوئی بھینس کے بچہ کی قربانی

سوال (۱۷۵۲) احقر نے چند سال پہلے ایک بھینس لون سے خریدی تھی اس وقت مجھے علم نہیں تھا کہ اس میں سرکار کو سود دینا پڑتا ہے، اب اس بھینس کا ایک بچہ ہے، میں اس کی قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس بھینس کے بچے کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے اس کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا پورے گھر کی طرف سے ایک بکرا کافی ہے؟

سوال (۱۷۵۳) ہمارے یہاں پورے گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کرنے کا رواج ہے جبکہ گھر میں متعدد لوگوں پر قربانی از روئے نصاب واجب ہوتی ہے لوگ صرف بکرے کی قربانی کرتے ہیں کسی دوسرے جانور کی قربانی نہیں کرتے، بڑے جانوروں میں سے یہاں صرف بھینس بھینسا ملتا ہے جو دو سال کا عموماً دو سو روپے میں مل جاتا ہے اور بکرا سال بھر کا عموماً تین سو روپے میں ملتا ہے، لوگ کہتے ہیں اگر ہر شخص کی طرف سے قربانی کریں گے تو بہت خرچ ہوگا ہم ان کو سمجھاتے ہیں کہ جو صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے لیکن علاقہ جہالت کا ہے، ان کے سامنے ایک صورت رکھی جا سکتی ہے کہ بڑے جانور کی قربانی کرو اس میں سات اشخاص کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی، مگر اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوگا کہ بھینس کے گوشت کا مصرف کیا ہو؟ لوگ تو اس کا گوشت نہیں کھائیں گے تو کیا قربانی کے بعد کھال اتار کر گوشت دفن کرنا درست ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ گھر میں ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے، ایک کی

قربانی سب کیلئے کافی نہیں ہوسکتی اگر بکرے کی قربانی گراں گذرتی ہے تو بڑے جانور کی قربانی کی جائے اور گوشت وہاں بھیج دیا جائے جہاں کھایا جاتا ہے یا جانور بھیجدیا جائے یا رقم بھیجدی جائے گوشت کا دفن کردینا جائز نہ ہوگا کہ اضاعتِ مال ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جانور خریدا مگر قربانی نہ کرسکا یا جانور ضائع ہوگیا

سوال (۱۷۵۴) شرعی مجبوری کی وجہ سے قربانی نہ ہوسکی اب اس کے پیسے خیرات کرنا ضروری ہیں یا رمضان المبارک میں روزہ داروں کو (جن میں امیر و غریب بھی ہوتے ہیں) ان پیسوں سے افطار کراسکتے ہیں؟

الجواب:۔ قربانی کا جانور خرید لیا اور کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکا تو زندہ جانور صدقہ کردیا جائے اور مسئلہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اگر ذبح کرڈالا تو غرباء پر اس کا گوشت تقسیم کردیا جائے مالداروں کو نہ دیا جائے اور اگر جانور ضائع ہوگیا اور قربانی نہ کرسکا اور خریدنے والا امیر ہے تو اس کے ذمہ اس کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے چمڑے کی رقم کہاں خرچ کیجائے؟

سوال (۱۷۵۵) ہمارے گاؤں میں لوگ قربانی کے چمڑے مدرسہ میں دیتے ہیں ان چمڑوں کے پیسوں سے قرآن، پارۂ عم، تختی وغیرہ خرید کر بچوں کو دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز کسی غریب کے کفن دفن میں ان پیسوں کو استعمال کرسکتے ہیں؟ اور استاذ کی تنخواہ میں اس کا استعمال ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قربانی کے چمڑے کے پیسے صرف زکوۃ کے مستحقین پر

خرچ کئے جائیں، قرآن، پارہ عم، تختی وغیرہ خرید کر غریب بچوں کو مالک بنادیں تو بھی جائز ہے، کفن دفن میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے استعمال نہیں کر سکتے، ہاں پہلے کسی غریب وارث یا منتظم کو جو مستحق زکوٰۃ ہو اس کو مالک بنا دیں اور پھر وہ اپنی مرضی سے کفن دفن میں خرچ کرے تو جائز ہے، ان پیسوں کو استاذ کی تنخواہ میں نہیں دے سکتے اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہوں تو بطور امداد دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

قربانی کا گوشت غیر قوم کو دینا

سوال (۱۷۵۶) قربانی کا گوشت غیر قوم کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- کوئی واقعی مصلحت ہو تو دے سکتے ہیں مگر بہتر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں غرباء کی کمی نہیں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب

دو سال سے کم بھینسے کی قربانی

سوال (۱۷۵۷) میں نے قربانی کے لئے بھینسا پالا ہے اس کی عمر پندرہ دن کم دو برس ہے اور وہ موٹا تازہ ہے تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- قربانی کے دن بھینسے کی عمر پورے دو برس کی نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، در مختار میں ہے وحولیین من البقر والجاموس (در مختار ص ۲۸۱ ج ۵) مالابد منہ میں ہے۔ و شرط است گاؤ و جاموس کم از دو سال نباشد (ص ۱۴۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ بچہ پر قربانی واجب نہیں

سوال (۱۷۵۸) مجھے امسال قربانی کرنا ہے میری اولاد نابالغ ہے ان کے پاس مال ہے تو ان کے مال میں سے قربانی کرنا مجھ پر ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- نابالغ پر قربانی واجب نہیں لہٰذا آپ ان بچوں کے مال

جس سے قربانی نہ کریں۔ ولیس للأب ان یفعله من مال طفله ورجحه ابن الشحنة قلت وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمٰن من انه اصح ما یفتی به اھ (درمختار مع الشامی ص ۲۲۶ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

والد صاحب کے ایصال ثواب کیلئے قربانی کرنا

سوال (۱۷۵۹) قربانی کے جانور میں مرحوم والد صاحب کے ایصال ثواب کیلئے ایک حصہ رکھنا چاہتا ہوں تو رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا گھر میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: والد صاحب کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کے جانور میں آپ حصہ رکھ سکتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماوے اس کا تمام گوشت غرباء میں تقسیم کرنا ضروری نہیں امیر وغریب اور گھر والے بھی کھا سکتے ہیں۔ شامی میں ہے وان تبرع بها (ای بالأضحیة) عنه (ای عن المیت) له الأکل لأنه یقع علی ملك الذابح والثواب للمیت ولهذا لو کان علی الذابح واحدة سقطت عنه اضحیته کما فی الأجناس اھ (شامی ص ۲۹۳ ج ۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب

قربانی کی کھال کی رقم کو آمدنی کا ذریعہ بنانا

سوال (۱۷۶۰) قربانی کی کھال کی رقم جماعت کے پاس جمع ہے، جماعت کے ذمہ دار لوگ غرباء کو اس میں سے دیتے ہیں اور اسی طرح نادار بچوں کو اسکول کی کتابیں وغیرہ خرید کر دیتے ہیں اور بیماروں کی بھی امداد کرتے ہیں، اب ان کا ارادہ ہے کہ ان پیسوں سے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنالیں اور پھر اس کی آمدنی کو غرباء پر خرچ کرتے رہا کریں تو انکم ٹیکس کیلئے چٹرے

کی قیمت سے مکان دوکان بنوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: قربانی کی کھال جماعت کو ہدیۃً نہیں دی جاتی بلکہ بطور وکالت دی جاتی ہے لہٰذا اس کی قیمت مستحقین کو تملیکاً دیدی جائے اور جہاں تک ہوسکے جلد ادا کرکے سبکدوش ہوجائیں، بلا وجہ شرعی تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، غریبوں کو قرآن شریف اور کتابیں دی جائیں، غریب بیماروں کی امداد کی جائے، قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کو آمدنی کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا جائے، غیر مصرف میں رقم استعمال ہوگی تو جماعت کے ذمہ دار گنہگار ہوں گے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں اس کی قربانی کرنا

سوال (۱۰۶۱) ایک بکرے کے کان پیدائشی بہت چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے، ہاں جس جانور کے پیدائشی دونوں کان نہ ہوں یا ایک ہی کان ہو یا ایک کان یا دونوں کان مکمل کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں، درمختار میں ہے (ولا بالسکاء) التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اُذُنٌ صغیرۃ خلقۃ اَجزأتْ زیلعی (درمختار) (قولہ التی لا اذن لہا خلقۃ) قال فی البدائع ولا تجوز مقطوعۃ احدی الاذنین بکمالہا والتی لہا اذن واحدۃ خلقۃ اھ (درمختار والشامی ص۲۸۳ ج۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مالدار کو قربانی کا چمڑا دینا

سوال (۱۰۶۲) قربانی کا چمڑا مالدار صاحب نصاب کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: چمڑے کا حکم وہی ہے جو گوشت کا ہے جس طرح گوشت مالدار کو دیا جا سکتا ہے چمڑا بھی دے سکتے ہیں اور صاحب نصاب بخوشی لے

سکتا ہے. ممنوع نہیں ہے اور جس مالدار یا غریب کو چمڑا ہدیۃً دیا گیا ہے وہ بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لے سکتا ہے البتہ اگر قربانی کرنے والے نے چمڑا بیچ دیا تو اس کی قیمت کے حقدار صرف غرباء ہیں مالدار کو دینا درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

قربانی کے دوسرے جانور کی قیمت کم ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۶۳) ایک مالدار شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا اتفاق سے وہ حاملہ نکلا اس نے وہ جانور اپنے گھر رکھ لیا اور اس کے بدلے دوسرا جانور خریدا دوسرے جانور کی قیمت پہلے سے ستر روپے کم ہے تو کیا ستر روپے خیرات کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہاں ستر روپے خیرات کردے، شامی میں ہے وان ضحی بالثانیة وقیمتها اقل تصدق بالزائد (شامی ص ۲۰۲ ج ۵ کتاب الاضحیة)

فقط واللہ اعلم بالصواب ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا

سوال (۱۶۶۴) قربانی کا جانور کسی صاحب نصاب یا غیر صاحب نصاب نے بقرعید سے ایک دو ہفتہ یا ایک آدھ برس پہلے خریدا یا پال لیا اور پالے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت کرلی تو کیا جس دن خریدا یا پالے ہوئے جانور کی جس دن قربانی کی نیت کرلی اسی دن سے بکری وغیرہ کا دودھ پینا اون کاٹنا منع ہو جائیگا یا قربانی کے دنوں میں ممنوع ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قربانی کے جانور سے انتفاع مکروہ ہے اور بقول صحیح مالدار اور غریب اس حکم میں مساوی ہیں، عالمگیری میں ہے ولو اشتری شاۃ للاضحیة فیکرہ ان یحلبها او یجز صوفها فینتفع به لانه عینها للقربة فلا یحل.

له الانتفاع بجزء من اجزائها قبل اقامة القربة فيها كما لا يحل له الانتفاع بلحمها اذا ذبحها قبل وقتها ومن المشائخ من قال هذا في الشاة المنذورة بعينها من المعسر والموسر وفي الشاة المشتراة للاضحية من المعسر فاما المشتراة من الموسر للاضحية فلا باس ان يحلبها ويجز صوفها كذا في البدائع والصحيح ان الموسر والمعسر في حلبها وجز صوفها سواء هكذا في الغياثية - ولو حلب اللبن من الاضحية قبل الذبح او جز صوفها يتصدق به ولا ينتفع به كذا في الظهيرية (عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۶ الباب السادس في بيان ما يستحب في الاضحية والانتفاع بها) یعنی اگر قربانی کے لئے بکری خریدی تو اس کا دودھ دوہنا یا اون کاٹنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس بکری کو قربت کے لئے متعین کردیا ہے لہٰذا قربت کی ادائیگی (یعنی ذبح کرنے سے) پہلے اس کے کسی جزء سے انتفاع حلال نہیں، جیسے کہ اس بکری کو وقت سے پہلے ذبح کرڈالے تو اس کے گوشت سے انتفاع حلال نہیں (صدقہ کرنا پڑیگا) اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ حکم (انتفاع کا عدم جواز) اس بکری (جانور) کے متعلق ہے جس کو نذر مان کر متعین کرلی گئی ہو چاہے نذر ماننے والا غریب ہو یا امیر اور اس بکری (جانور) کے متعلق ہے کہ جس کو غریب نے قربانی کی نیت سے خریدا ہو۔ رہا وہ جانور جس کو مالدار نے قربانی کی نیت سے خریدا ہو تو اس کا دودھ دوہنے اور اون کاٹنے میں کوئی حرج نہیں کذا فی البدائع لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مالدار اور غریب دودھ دوہنے اور اون کاٹنے کے حکم میں برابر ہیں کذا فی الغیاثیہ۔ اگر ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا یا اس کا اون کاٹا تو اس کو صدقہ کردے اور اس سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ کذا فی الظہیرۃ (فتاوی عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۶)

جانور کو خصی کرنا اور خصی جانور کی قربانی کرنا

سوال (۱۷۶۵) ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس بہت سے بکرے ہیں اور وہ خود بکروں کو خصی کرتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے خصی کئے ہوئے بکرے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں یہ بحث چل رہی ہے کہ جس نے اپنے ہاتھ سے بکرے کو خصی کیا ہو وہ اس بکرے کی قربانی نہیں کر سکتا اور نہ کھا سکتا ہے، یہ بھی واضح فرمائیں کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور جانور کو خصی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اپنے ہاتھ سے خصی کئے ہوئے بکرے کی قربانی کر سکتا ہے اور کھا بھی سکتا ہے یہ سمجھنا کہ قربانی نہیں کر سکتا اور نہیں کھا سکتا، یہ خیال صحیح نہیں جانور کا خصی ہونا عیب نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین املحین موجوئین الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو چتکبرے (سیاہ وسفید رنگ والے) سینگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی فرمائی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸ باب الاضحیہ)

ہدایہ اخیرین میں ہے ویجوز ان یضحی بالجماء ...... والخصی لان لحمها اطیب وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین موجوئین یعنی- خصی جانور کی قربانی جائز ہے اسلئے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے دو خصی چتکبرے مینڈھوں کی قربانی فرمائی (ہدایہ اخیرین ص ۴۳۲) فتاوی عالمگیری میں ہے والخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط- خصی جانور کی قربانی غیر خصی جانور کی بہ نسبت بہتر ہے اسلئے کہ اسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے (عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۶) درمختار میں

ہے ویضحی بالجماء والخصی والثولاء الخ (۲۸۲/۵ مع الشامی)

جانور کو فربہ بنانے یا کسی منفعت کی نیت سے خصی کرنا جائز ہے اور جس عبارت سے خصی کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ بلا وجہ شرعی اور بطور لہو ولعب کرنے پر محمول ہے، درمختار میں ہے وجاز (خصاء البهائم) حتی الھرۃ واما خصاء الآدمی فحرام قیل والفرس وقیدوہ بالمنفعۃ وھی ارادۃ سمنہا او منعہا من العض بخلاف بنی آدم فانہ یراد بہ المعاصی فیحرم افادہ الاتقانی عن الطحاوی ـــــ یعنی - جانوروں کو خصی کرنا حتی کہ بلی کو بھی خصی کرنا جائز ہے اور فقہاء نے خصی کرنا جائز ہونے کے لئے منفعت کی قید لگائی ہے اگر منفعت مقصود نہ ہو تو حرام ہے، اور منفعت یہ ہے کہ جانور کو فربہ بنانا مقصود ہو یا یہ نیت ہو کہ وہ کاٹنے سے باز رہے۔ رہا آدمی کو خصی کرنا تو وہ حرام ہے اسلئے کہ یہاں تو مقصود گناہ ہی ہے (درمختار مع شامی ۲۴۹/۵ کتاب الحظر والاباحۃ) عالمگیری میں ہے اخصاء بنی آدم حرام بالاتفاق - الی قولہ ـــ واما فی غیرہ من البهائم فلا بأس بہ اذا کان فیہ منفعۃ واذا لم تکن منفعۃ اودفع ضرر فھو حرام کذا فی الذخیرۃ ـــ یعنی - انسان کو خصی کرنا بالاتفاق حرام ہے، اور دوسرے جانوروں کو خصی کرنا جب کہ اس میں کوئی منفعت ہو حرج نہیں ہے اور جب نہ کوئی منفعت ہو اور نہ کسی تکلیف کو دور کرنا مقصود ہو تو پھر خصی کرنا حرام ہے (عالمگیری ۲۳۷/۹ کتاب الکراہیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب - یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا

سوال (۱۷۶۶) ایک شخص شادی کے موقع پر عقیقہ کرتا ہے اور دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرتا ہے، عرفاً لوگ اس موقعہ پر "چڑھاوا" (وہیوار) دینے کے عادی ہیں اگر کوئی نہیں دیتا تو دینا ہی کو

ناگوار بھی ہوتی ہے اور بدعوتی بھی چڑھاوا دینا ضروری سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں عقیقہ کا گوشت دعوت میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عقیقہ کا گوشت بلا کسی عوض مفت کھلانا چاہئے شادی کی تقریب میں چونکہ کھانا کھلا کر چڑھاوا (دِلوار) لیا جاتا ہے اس لئے عوض اور بدلہ کا شبہ ہوتا ہے لہذا بچنا چاہئے، ہاں ناشتہ وغیرہ کی دعوت میں جس میں چڑھاوا لینے کا دستور نہیں ہے کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج (دستور) ہو جانے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ استحباب کی رعایت نہ ہوگی مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہو اور تیسرا حصہ غرباء کو دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچہ کا عقیقہ کون کرے؟	**سوال (۱۶۲۷)** اگر والدین صاحبِ مال ہوں اور بچہ کا عقیقہ ماموں، چچا، دادا، نانا وغیرہ رشتے

دار کریں تو صحیح ہے یا نہیں؟ عقیقہ ادا ہو جائیگا؟ یا والدین کو پھر دوبارہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس پر بچہ کا نفقہ واجب ہے اگر وہ صاحبِ مال ہو تو اسی کو عقیقہ کرنا چاہئے، مالابد منہ میں ہے۔ مسئلہ:۔ بر ہر کسے نفقہ مولود واجب باشد ادا عقیقہ ہم از مال خود باید کرد نہ از مال مولود ورنہ ضامن خواہد شد اگر پدر غنی محتاج باشد با در ش عقیقہ نماید اگر میسر باشد (مالابد منہ۔ رسالہ احکام عقیقہ ص۱۴۹)

اس کے باوجود اگر والدین کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اور دوسرے کرنا چاہیں اور والدین رضامند ہوں تو کافی ہو جائیگا دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۲ صفر المظفر سنہ [illegible]ھ

مرحوم بچے کے عقیقہ کے متعلق ایک اشکال کا جواب	**سوال (۱۶۲۸)** فتاوی رحیمیہ ص۹۲ ج۲ میں

ہے۔ الجواب:- مرحوم بچہ کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں، فقط۔ اس سے جواز تو ثابت ہوتا ہے جواز کی دلیل کیا ہے؟ ارقام فرما کر ممنون فرمائیں۔ (از مبارکپور)

الجواب:- عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں اگر مردہ بچے کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے محض شفاعت کی امید اور مغفرت کی نیت سے کر دیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے حج نہیں کیا اور بلا وصیت مر گیا اور وارث نے اس کی مغفرت کی امید پر اپنے خرچ سے حج بدل کیا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ قبول فرمائے اس صورت میں عقیقہ کا جانور مستقل ہو احتیاطاً قربانی کے جانور میں شرکت نہ کرے (وحاصله ان الغلام اذا لم یعق عنه فمات لم یشفع لوالدیه ثم ان الترمذی اجازها الی یوم احدی و عشرین قلت بل یجوز الی ان یموت لانی رأیت فی بعض الروایات ان النبی صلی الله علیه وسلم عق عن نفسه بنفسه الخ (فیض الباری ج ۴ ص ۳۳۶) دیگر علماء سے بھی تحقیق کر کے عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

عقیقہ کے جانور کے چمڑے کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا!

سوال (۱۷۶۹) عقیقہ کے جانور کا چمڑا بیچ کر اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے چمڑے کی وہ اہمیت نہیں ہے جو قربانی کے چمڑے کی ہے لیکن اسے غرباء ہی کو دیا جائے اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر نہ خریدا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آج کل کے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم

سوال (۱۷۷۰) کیا آج کل کے یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ

حلال ہے؟ ہمارے یہاں یونیورسٹی اور کالج میں عرب ممالک کے جو اسٹوڈنٹس (طلباء) پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مصر فلسطین اور دیگر عرب ممالک کے علماء کرام کے فتاوی ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ میں نے ان کو مختصراً یہ جواب دیا کہ آج جو اہل کتاب ہیں وہ صرف برائے نام ہیں لیکن وہ تسلیم نہیں کرتے اور حجت بازی کرتے ہیں، لہٰذا آپ برائے کرم تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ کیا عمل کیا جائے؟ فی زماننا یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے یا آیت کریمہ منسوخ ہے۔ بینوا توجروا (از کینیڈا)

الجواب: بے شک قرآن میں ہے وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم مگر اس آیت کا تعلق ایسے یہود و نصاریٰ سے تھا جو اپنے مذہب کے اصول اور پیغمبر اور کتب سماویہ کو مانتے تھے۔ سائنس پرست اور نجوم پرست نہیں تھے؛ ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام نہ لیتے تھے اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے تھے تو ایسے یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال تھا اگر آج بھی اس قسم کے عقائد کے یہود و نصاریٰ ہوں اور بوقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیتے ہوں[1] تو ان کا ذبیحہ اس آیت کی رو سے درست ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن آج کل جو یہود و نصاریٰ ہیں ان میں سے اکثر ملحد، بددین، دہریہ، سائنس پرست اور نجوم پرست ہیں صرف برائے نام اہل کتاب ہیں ان کو مذہب سے بالکل لگاؤ نہیں بلکہ ان کے اقوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب سے بیزار ہیں جب ان کی یہ حالت ہے تو وہ اہل کتاب کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کو کس طرح حلال کہا جا سکتا ہے؟ اور ان کے حق میں اس آیت سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ حلال اور غیر مشتبہ چیز کو چھوڑ کر مشتبہ چیز اختیار نہ کی جائے اور ان کے ذبیحہ سے بالکلیہ احتراز کیا جائے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

---

[1] اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتے ہوں۔ سعید عفی عنہ۔

الجواب :۔ ذبیحہ کتابی کا بنصِ قرآنی حلال ہے قال اللہ تعالیٰ وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم ای ذبائح الیہود والنصاریٰ جلالین، مگر شرط یہ ہے کہ غیر خدا کے نام سے ذبح نہ کرے ورنہ حرام ہے فی الدر المختار اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح علیہ السلام اور بعض فقہاء نے شرط لگائی ہے کہ کتابی یہودی معتقد الوہیت عزیر علیہ السلام و نصرانی معتقد الوہیت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہو مگر عامہ روایات مطلق ہیں مگر احتیاط یہ ہے کہ موضع اختلاف سے تحرز کریں، ہکذا حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار (امداد الفتاویٰ ص ۱۲۶ ج ۳ کتاب الذبائح والاضحیہ)

اور فرماتے ہیں، لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں (اس سے ذبیحہ کا حکم بھی سمجھا جا سکتا ہے)

(امداد الفتاویٰ ص ۱۲۱ ج ۲۔ بیان القرآن پ ۶ ج ۲)

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے۔ ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا، نیز یہ محفوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا مرتکب ہونا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (فوائد عثمانی سورۂ مائدہ پارہ ۶)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو دہری ہیں، کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود

ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاری کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے۔ (فتاوی دارالعلوم ج ۱۲ ص ۱-۷-۲)

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

"آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ توریت وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں نہ موسی وعیسی علیہما السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ محض مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے نصاری بنی تغلب کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں اور اس کی وجہ یہی بتلائی کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قائل نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

روی ابن الجوزی بسندہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لا تاکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب فانھم لم یتمسکوا من النصرانیۃ بشیء الا شربھم الخمر، ورواہ الشافعی بسند صحیح عنہ (تفسیر مظہری ج ۳ سورۂ مائدہ)

ابن الجوزی نے سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نصاری بنی تغلب کے ذبائح کو نہ کھاؤ کیوں کہ انہوں نے مذہب نصرانیت میں سے شراب نوشی کے سوا کچھ نہیں لیا، امام شافعی نے بھی سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنی تغلب کے متعلق یہی معلومات تھیں کہ وہ بے دین ہیں نصرانی نہیں ہیں۔ اگرچہ نصرانی کہلاتے ہیں اس لئے ان کے ذبیحے سے منع فرمایا (اسلامی ذبیحہ بحوالہ جواہر الفقہ ج ۲ ص ۳۹۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ کے بنی تغلب کے نصاریٰ کے حالات دیکھ کر ان کے ذبیحہ کو حرام فرمایا، آج کل کے یہود و نصاریٰ کے حالات تو ان سے کئی درجہ بدتر ہیں پھر کس طرح ان کے ذبیحہ کو حلال کہا جا سکتا ہے۔؟

مصر و فلسطین کے علماء کے فتووں کا ذکر کیا جاتا ہے مگر آج سے تقریباً نصف صدی پہلے جب مفتی عبدہ نے (آج کل کے مصری و فلسطینی علماء انہی کے جمع کردہ مواد سے استدلال کرتے ہیں اور انہی کی تقلید کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں) جب یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا تو اس زمانہ کے تمام ہی علماء نے ان کے اس فتویٰ کی تردید کی تھی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں)۔

« اب سے نصف صدی پہلے مصر کے مفتی عبدہ نے پوری ملت اسلامیہ اور ائمہ اربعہ کے خلاف یورپ میں ہونے والے سب ذبائح کے حلال ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا جس پر پورے عالم میں اضطراب پیدا ہوا مفتی عبدہ کو ان کے عہدہ سے ہٹانے کے مطالبات ہوئے اطراف عالم کے علماء نے ان کے فتویٰ کی تردید کی۔ الی قولہ ۔ اس لئے علماء امت نے مفتی عبدہ کے اس فتویٰ کو قرآن و سنت کی نصوص اور ائمہ اربعہ و جمہور فقہاء کے خلاف قرار دیا اور اسلامی دنیا کے ہر علاقہ سے اس کی تردید میں مضامین لکھے گئے، مفتی عبدہ کے شاگرد علامہ رشید رضا مصر کے اہل قلم صحافی اور ذی علم ہیں انھوں نے اپنے استاذ کی حمایت میں مضامین لکھے اور اپنے سیاسی اقتدار اور خاص کوششوں کے ذریعہ کچھ علماء کی موافقت بھی حاصل کرلی اس طرح مصر میں یہ فتنہ دب گیا مگر فتنہ کا دب جانا اور چیز ہے اور فتویٰ کا مانا جانا دوسری چیز ۔ اس زمانہ کے اخبارات و رسائل دیکھے جائیں تو یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی کہ پوری دنیا کے علماء نے مفتی عبدہ کے

اس فتویٰ کو غلط ناقابل اعتبار قرار دیا تھا۔

(اسلامی ذبیحہ بحوالہ جواہر الفقہ ص۴۰۵ و ۴۰۶ جلد دوم۔)

یہ ہے حقیقت مفتی عبدہ اور علامہ رشید رضا کے فتاویٰ کی، لہذا اب ان کے فتووں کا سہارا لے کر یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال کہنا اور پوری امت مسلمہ کے خلاف کرنا بالکل صحیح نہیں، مؤمن کی سعادت مندی اور کامیابی اسی میں ہے کہ اس کے پیٹ میں حلال طیب غذا پہنچے اس سے قلب منور ہوتا ہے روحانیت پیدا ہوتی ہے عبادات کا شوق پیدا ہوتا ہے اس میں دل لگتا ہے خدا کی محبت اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب پیٹ میں حرام اور مشتبہ چیز جاتی ہے تو قلب میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے روحانیت ختم ہو جاتی ہے، عبادت کا شوق پیدا نہیں ہوتا اور اس میں دل نہیں لگتا، اس لئے حلال وطیب ہی غذا کے حصول کی سعی کرنا چاہئے

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے علاوہ دنوں میں بڑا جانور عقیقہ میں ذبح کرنا اور اس میں اپنا اور والدین کا حصہ رکھنا

سوال (۱۱۷۱) میں نے اپنے بچہ کا عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس عقیقہ کے ساتھ میرا اور میرے والدین کا عقیقہ کرنے کا بھی ارادہ ہے اس لئے ان سات حصوں کے لئے بڑا جانور خریدا ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ صرف قربانی کے دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ ہوتا ہے دوسرے دنوں میں نہیں ہو سکتا، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں نے جس طرح عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا اور آپ کے والدین کا عقیقہ نہیں ہوا ہے اس وجہ سے آپ اپنے بچہ کے عقیقہ کے ساتھ سب کا عقیقہ

کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے بڑا جانور خریدا ہے تو یہ عقیقہ کرنا درست ہے، اور اگر آپ کا یا آپ کے والدین کا عقیقہ ہو چکا ہے تو دوسری مرتبہ عقیقہ کرنا مشروع نہیں اس لئے اس صورت میں ان کو شامل کرنے کی اجازت نہیں پورا جانور بچہ کی طرف سے عقیقہ کردیں یا دو بکرے خرید کر عقیقہ کردیں، یہ سمجھنا کہ قربانی کے دنوں کے علاوہ میں بڑا جانور عقیقہ کے لئے نہیں چل سکتا، صحیح نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بت یا مزار کے نام پر چھوڑا ہوا جانور اسکے مالک سے خرید کر قربانی کرنا یا اس کا گوشت خرید کر کھانا

سوال (۱۷۸۲) یہاں ہندو اور ان پڑھ جاہل مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ جانور کسی بت کے نام پر یا کسی مزار کے نام پر ایک معین مدت کیلئے چھوڑ دیتے ہیں پھر کچھ مدت کے بعد یا اپنی تکلیف دور ہونے پر اس جانور کو پکڑ کر فروخت کر دیتے ہیں، اب ایسا جانور جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو، اس کو خرید کر قربانی کرنا یا عام دنوں میں قصاب سے اس کا گوشت خرید کر کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کسی مزار یا بت کے نام پر جانور چھوڑنا نص قطعی حرام اور سخت گناہ کا کام ہے مگر اس حرام عمل سے جانور حرام نہیں ہو جاتا اور شرعی اصول کے مطابق یہ جانور اپنے مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتا (اگرچہ وہ اپنے غلط عقیدہ کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ وہ میری ملک سے نکل کر غیر اللہ کے لئے وقف ہو گیا ہے مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے وہ جانور بدستور اس کی ملک میں ہے) لہٰذا اگر کوئی شخص جانور کے مالک سے وہ جانور خرید کر قربانی کرے تو قربانی درست ہے، اسی طرح عام دنوں میں اگر قصاب یہ جانور خرید کر اس کا

گوشت فروخت کرے تو وہ گوشت خرید کر استعمال کرنا بھی درست ہے (معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ص ۴۲۳ ج ۲، ص ۴۲۴ سورۂ بقرہ تحت الآیۃ وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ یکم صفر المظفر ۱۴۰۳ھ۔

چرمِ قربانی کے متعلق ایک اشکال کا جواب

سوال (۱۷۷۳) فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم کتاب الاضحیہ میں ہے کہ قربانی کی کھال اس کو دے سکتے ہیں جسے گوشت دے سکتے ہیں، ایک صاحب نے سوال کیا کہ گوشت تو امیر کو بھی دیتے ہیں اور کافر کو بھی، تو اس فتویٰ میں وضاحت کی ضرورت ہے کہ جسے صدقہ دے سکتے ہیں اسے دے سکتے ہیں۔ وضاحت فرمائیں۔ (حیدرآباد)

الجواب:۔ چرم قربانی بالدار کو بھی ہبۃً دینا جائز ہے اس کا صدقہ واجب نہیں ہے استحبابی ہے جیسے گوشت کا۔ البتہ اگر کھال بیچ دی جائے[1] تو اس کی قیمت واجب التصدق ہے جس طرح کسی نے قربانی کا گوشت بیچ دیا تو اس کی قیمت بھی واجب التصدق ہے وہ قیمت صرف مستحقین زکوٰۃ ہی کو دی جاسکتی ہے، درمختار میں ہے (فان بیع اللحم او الجلد بہ) ای بمستہلک (او بدراھم تصدق بثمنہ) درمختار مع شامی ص ۲۸۷ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شہر کی کسی مسجد میں عید کی نماز ہوجانے کے بعد قربانی کرنا

سوال (۱۷۷۴) شہر میں نماز عید کسی بھی مسجد میں ہوگئی تو کیا اس شہر میں رہنے والا اپنی قربانی کرکے عیدگاہ نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کی واجب قربانی ادا ہوگی؟ اگر عیدگاہ میں پڑھ کر قصاب ڈھونڈیں تو بارہ ایک بجے تک مشکل ہو جاتے ہیں اس لئے لوگ جلدی کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ (حیدرآباد)

---

[1] یعنی قربانی کرنے والا کھال یا گوشت بیچے دے۔

الجواب: شہر کی کسی مسجد میں معتبر لوگوں نے نماز عید ادا کی ہے تو دوسرے لوگوں کی قربانی بھی ادا ہو جائے گی مگر احتیاط اس میں ہے کہ عیدگاہ کی نماز کے بعد قربانی کرے مجالس الابرار میں ہے واوّل وقتہا بعد طلوع الفجر لکن یشترط تقدیم صلوۃ العید علیہا فی حق اہل الامصار .... ولو خرج الامام بطائفۃ الی الجبانۃ وامر رجلاً ان یصلی بالضعفاء فی المصر وضحّٰی البعض بعد ما صلی احد الفریقین یجوز استحساناً (مجالس الابرار ص۲۱ مجلس ۵۵) درمختار میں ہے (واوّلُ وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر) ای بعد اسبق صلوۃ عید (قولہ بعد اسبق صلوۃ عید) ولو ضحّٰی بعد ما صلّٰی اہل المسجد ولم یصل اہل الجبانۃ اجزاہ استحساناً لانہا صلوۃ معتبرۃ الخ۔ (درمختار مع شامی ص۲۱۲ ج۵ کتاب الاضحیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رَدِّ بِدعات

ختم قرآن کیلئے اعلان کرنا

سوال (۵۰۰۱) ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو مسجد میں بعد نماز جنازہ یا قبرستان میں تدفین کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں فلاں نماز کے بعد میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوگی اور یہ طریقہ کئی سالوں سے جاری ہے اور بعض مرتبہ امام مسجد کے نہ بیٹھنے پر ان کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور بعض مرتبہ اس اعلان کے علاوہ اعزاء واقرباء کو قرآن خوانی میں شرکت کی

خصوصی طور پر دعوت دیجاتی ہے تو اس طریقہ سے اعلان کر کے لوگوں کو جمع کرنا جس سے اجتماعی التزام مترشح ہوتا ہے تداعی میں داخل ہو کر حسب ذیل امداد الفتاویٰ کے فتوی کا مصداق ہوگا یا نہیں ؟

سوال :- سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام و اوقات متعینہ قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے تو اپنے دوست و احباب کو شمولیت کیلئے کہنا کیسا ہے ؟

جواب :- یہ تداعی ہے غیر مقصود کیلئے جو بدعت اور مکروہ ہے ۔ فقط

(امداد الفتاویٰ جلد اول باب الجنائز)

جلد از جلد جواب سے نوازیں — بینوا توجروا ۔

الجواب :- وہو الموفق للصواب - شامی میں اس قسم کی قرآن خوانی اور رسمی تقریبات کے متعلق معراج الدرایہ سے نقل فرماتے ہیں ھذہ الافعال کلہا للسمعۃ والریاء فیحترز عنہا لانہم لا یریدون بہا وجہ اللہ تعالیٰ یعنی یہ سارے افعال محض دکھاوے اور نام ونمود کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے بچنا چاہئے کیونکہ ایسے رواجی کاموں میں خلوص وللّٰہیت نہیں ہوتی (شامی ص [illegible])

شرح سفر السعادت میں ہے ۔ عادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است و مکروہ ۔ یعنی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وغیرہم سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لئے سوائے صلوٰۃ جنازہ دوسرے کسی وقت میں جمع ہوتے ہوں اور قرآن پڑھتے ہوں نہ قبر پر اور نہ دیگر کسی مقام پر یہ تمام رواج و رسوم بدعت اور مکروہ ہیں (شرح سفر السعادت ص۲۰۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

"جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے، یہ صورت مروجہ ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہدیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچا دیں (الی قولہ) چاہے تین مرتبہ قل ہو اللہ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائیگا یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے (انفاس عیسیٰ ص ۲۱۵ ج ۱) لہذا آپ کے یہاں کا دستور خلاف سنت اور قابل ترک ہے اس کا اماموں کو پابند بنانا ظلم اور زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دعاء ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۷۶) بعد سلام مسنون ہمارے یہاں موریشش (MAURITIUS) میں بہت سی مساجد میں تقریباً سو سوا سو سال سے نمازوں کے بعد دعاء ثانی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بالالتزام فاتحہ پڑھنے کا دستور چلا آرہا ہے، ایک ایسی ہی مسجد میں ایک نوجوان عالم کو امام مقرر کیا گیا اور ان کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی کہ وہ دعاء ثانی کریں گے چھ ماہ تک وہ اس شرط پر عمل پیرا رہے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا، لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس پر عمل کرتے آرہے ہیں پھر یہ کیونکر بدعت ہو سکتا ہے اور امام کو دعاء ثانی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں، امام صاحب ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں متولی حیران و پریشان ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف رونما ہو جائے گا اور آپس میں جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوگا اس لئے متولی کی رائے یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے آپس میں پھوٹ اور اختلاف مت ڈالو اور پہلے سے دعاء ثانی کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس پر عمل کرتے رہو، بات کا

وارد ہوا، اسلام کے پانچ ارکان پر ہے، دعا ثانی کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب! آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مولوی حق بجانب ہے؟ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آئے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً، بے شک آپ کے یہاں موریشس میں سو، دو سو سال سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہوگا اور نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو

(۱)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ.

(سورۂ بقرہ پ ۲)

یعنی: اور جب ان (مشرکین) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے پیغمبر کے پاس بھیجا ہے اس کے مطابق چلو تو جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں! بلکہ ہم تو اسی طریق پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں (سورۂ بقرہ)

(۲)

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَنَا ۔

(سورۂ مائدہ پ۷)

یعنی۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے (سورۂ مائدہ)

(۳)

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

(سورۂ اعراف پ۸)

یعنی۔ (مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں۔ کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟

(سورۂ اعراف)

(۴)

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

(سورۂ یونس پ۱۱)

یعنی۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (سورۂ یونس)

(۵)

اَتَنْهٰنَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

(سورۂ ہود پ۱۲)

یعنی۔ (حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں (سورۂ ہود)

(۶)

أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

(سورہ ہود پ۱۲)

یعنی — (حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں (سورہ ہود)

(۷)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

(سورۂ لقمان پ۲۱)

یعنی — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے (سورۂ لقمان)

(۸)

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ (سورۂ زخرف پ۲۵)

یعنی — بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انھیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ (سورۂ زخرف)

(۹)

وَكَذَٰلِكَ .... إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ

(سورۂ زخرف پ۲۵)

یعنی — اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انھیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں (سورۂ زخرف)

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولو الامر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی

کریں۔

مسلمان کیلئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اولوالامر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین علماء کی پیروی ضروری ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

یعنی ... میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، جو نئی نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی ان سے احتراز کرو، اسلئے کہ ہر وہ نئی رسم جو دین کے نام پر ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (ابوداؤد شریف [illegible]، ترمذی شریف [illegible]، ابن ماجہ [illegible]، مشکوٰۃ شریف [illegible])

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعائیں مذکور ہیں، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے ابتدائی دعائیں موجود ہیں، بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعاء بھی منقول ہے تو سنن ونوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز کے بعد کی سنتیں اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف لے جاکر پڑھتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے فراغت کے بعد گھر ہی میں دعاء کرتے تھے سب کا مسجد میں واپس آکر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، پھر کس دلیل سے مسجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے سنن ونوافل ادا فرمائی ہیں مگر دعا سب نے مل کر

مانگی ہو یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہ رضؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مقتدی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القرأۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اہل المسجد (ابوداؤد شریف ص ۱۹۱ ج ۱) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا آپ عشاء کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں رہا (شرح معانی الآثار ص ۲۰۱ ج ۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے جو خالص ہونے کے ساتھ صواب یعنی سنت کے موافق بھی ہو حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لا یستقیم قول ولا عمل ونیۃ الا بموافقۃ السنۃ۔ (تلبیس ابلیس ص ۹)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں، لا العمل بلا اخلاص واصابۃ السنۃ یعنی کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا (الفتح الربانی ص ۱۲ مجلس ۲)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں من عمل عملاً بلا اتباع سنۃ فعملہ باطل جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا (کتاب الاعتصام ص ۱۱۲ ج ۱)

مولانا! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری

ہے اس لئے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح مسئلہ کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کرکے فتوی سنایا جائے۔ باربار سنایا جائے اور حکمتِ عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب امام اور متولی اپنے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بتلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لئے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سوا سو سال تو ہو چکے خدارا سنت کی قدر پہچانئے اور بدعت کی نحوست کو سمجھئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا ☆ تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

ترجمہ: جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔ اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے ؎

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا ☆ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

لہٰذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے۔ حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی۔ نیز حدیث میں ہے من احیی سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ، جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲) نیز حدیث میں ہے من حفظ سنتی اکرمہ اللہ باربع خصال، المحبۃ فی قلوب البررۃ، والھیبۃ فی قلوب الفجرۃ والسعۃ فی الرزق، والثقۃ فی الدین۔ یعنی جس نے میری سنت کی حفاظت

کی توقیر کرے اللہ تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا (۱) پاکباز لوگوں (بزرگوں) کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا (۲) بدکار (بدمعاش) لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کر دیگا (۳) رزق کو فراخ کر دے گا (۴) اور دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔

(شرعۃ شرعۃ الاسلام مع شرحہ ص ۱۰، ملخصاً)

امام زہری کا قول ہے الاعتصام بالسنۃ نجاۃ سنت کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے ان السنۃ مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف عنہا غرق۔ یعنی سنت بمثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے اندر ہے جو اس میں سوار ہو گیا (وہ گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا)۔

خدا تعالیٰ سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عاشوراء کے دن مسجد میں جمع ہو کر نوافل پڑھنا

سوال (۱۸۸) ہمارے یہاں (ملاوی، سنٹرل افریقہ میں) عرصہ دراز سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ دسویں محرم الحرام کے ایک دن پہلے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ کل آٹھ بجے نفل نماز پڑھی جائے گی، چنانچہ عاشوراء کے روز شہر کے لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو کر تنہا تنہا نماز پڑھتے ہیں اور امام مسجد اعلان کرتا ہے کہ دو رکعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے۔ اور دو رکعت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایصال ثواب کے لئے اسی طرح چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کی نیت سے نوافل پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟ مع دلائل جواب تحریر فرمائیں، بینوا توجروا

الجواب: دسویں محرم کو (عاشوراء کے دن) اعلان اور مظاہرہ کے ساتھ مسجد میں نوافل پڑھنے کا اہتمام و التزام (جس طرح سوال میں مذکور ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے عمل اور زبان سے یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین و ائمہ دین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے، یہ طریقہ ممنوع اور لائق ترک ہے کہ ریا اور خلاف سنت ہے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا ؛ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

پرہیزگاری و پارسائی، سچائی و صفائی میں کوشش کئے جا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے جیسا اور جس قدر کیا ہے ویسا اور اسی قدر کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر، زیادتی کرنا شریعت میں اضافہ اور اختراع کرنے کے مترادف ہے، اور یہ مذموم اور بدعت ہے اور شرک فی النبوۃ ہے، نوافل پڑھنے میں کوئی اختلاف اور اعتراض کی بات نہیں ہے مگر پڑھنے کا طریقہ اور مسجد میں جمع کا اہتمام اور التزام قابلِ اعتراض ہے۔

چاشت کی نماز احادیث سے ثابت ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ اس کے لئے لوگ مسجد میں جمع ہونے کا اہتمام کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ طریقہ بدعت ہے۔ بخاری شریف میں ہے عن مجاہد قال دخلت انا وعروۃ ابن الزبیر المسجد فاذا عبداللہ بن عمر جالس الی حجرۃ عائشۃ واذا ناس یصلون فی المسجد صلوۃ الضحی قال فسألناہ عن صلوتھم فقال بدعۃ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۳۸ فی اول ابواب العمرۃ) (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۲۰)

علامہ نووی فرماتے ہیں واما ما صح عن ابن عمرؓ قال فی الضحی ھی بدعۃ فمحمول علی ان صلوتھا فی المسجد والتظاھر بھا کما کانوا یفعلونہ بدعۃ لان

اصلها فی البیوت رنووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۶) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کان ولابد ففی بیوتکم اگر تم کو چاشت کی نماز پڑھنے کا شوق ہی ہے تو اپنے مکان میں پڑھو (فتح الباری ج ۳ ص ۴۳)

دیکھئے ! جلیل القدر صحابی مجتمع ہو کر نوافل پڑھنے کو بدعت قرار دے رہے ہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں یہ طریقہ نہیں تھا، اسی طرح عاشوراء کے دن آپ کے یہاں مجتمع ہو کر نوافل پڑھنے کا جو دستور بنالیا ہے اس کا صحیح ثبوت نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ملتا ہے نہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تابعین نہ تبع تابعین اور نہ ائمہ دین کے زمانہ میں، اس لئے اس کے قابلِ ترک ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہٰذا اس میں شرکت نہ کی جائے۔

انہی وجوہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ شب برات، عیدین رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں اور ذی الحجہ کے عشرۂ اولیٰ کی دس راتوں میں اور نصف شعبان کی رات کو عبادت کے لئے جاگنا مستحب ہے مگر اس کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے، بحر الرائق میں ہے ومن المندوبات احیاء لیالی العشر من رمضان ولیلتی العیدین ولیالی عشر ذی الحجۃ ولیلۃ النصف من شعبان کما وردت به الاحادیث — الی قوله — ولکن یکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من هذه اللیالی فی المساجد (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۲)

اسی طرح عاشوراء کے دن یا رات کو اپنے اپنے مکانوں میں عبادت اور نوافل وغیرہ ذکر واذکار میں مشغول رہیں مساجد میں اعلان ومظاہرہ کے ساتھ نوافل کا اہتمام والتزام ممنوع ومکروہ ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جنازے کیساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا

سوال (۱۷۷۸) جب جنازے کو لے کر چلتے ہیں تو آگے آگے چند آدمی بلند آواز سے کلمۂ طیبہ اور دوسرے دعائیہ الفاظ مثلاً اغفرلی، یا غفور پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ قبرستان تک رہتا ہے، اس طرح بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح جنازہ کی نماز کے بعد فاتحہ پڑھنا اور دفن کے بعد اور پھر چند قدم چل کر اور میت کے گھر واپس آکر فاتحہ پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جنازے کے ساتھ ذکر خفی کی اجازت ہے، زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں، مکروہ ہے لہذا جنازے کے آگے چند آدمیوں کا آواز ملا کر بلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے عن قیس بن عبادۃ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون الصوت عند ثلاث الجنائز والقتال والذکر (البحر الرائق ج ۵ ص ۳۳ کتاب السیر)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن وقولهم کل حی یموت ونحو ذالک خلف الجنازۃ بدعۃ (فتاویٰ سراجیہ ص ۲۳) (ھکذا فی مراقی الفلاح ص ۱۱۸) (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن کذا فی شرح الطحاوی وان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان (ج ۱ ص ۱۶۲ عالمگیری) البحر الرائق میں ہے ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن وغیرھما فی الجنازۃ والکراھۃ فیھما کراھۃ تحریم — الی قولہ — وفی الظھیریۃ فان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل وھو یمشی معھا استغفروا لہ غفر اللہ لکم (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنازہ کے ساتھ دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کیا جائے، جہراً ذکر کرنا مکروہ ہے، اور بحرالرائق کی عبارت میں تصریح ہے کہ کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے۔

جنازہ کی نماز بذاتہ اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اس کے بعد دوسری اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے چلتے چلتے فرادیٰ فرادیٰ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں، جنازہ روک کر اجتماعی دعا کا رواج خلاف سنت اور مکروہ ہے (لا یقوم بالدعاء فی قراءة القرآن لاجل المیت بعد صلوٰة الجنازة وقبلہا) یعنی نماز جنازہ کے بعد یا اس سے پہلے قرآن شریف پڑھ کر میت کے لئے کھڑے ہو کر دعا نہ کرنا چاہئے (خلاصة الفتاویٰ ص ۲۲۵ ج ۱) مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد اول کتاب الجنائز ملاحظہ ہو۔

دفن سے فارغ ہو کر میت کے لئے کچھ دیر تک مغفرت کی دعا کرنا اور قرآن وغیرہ پڑھ کر بخشنا مسنون اور مستحب ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور عمل سے ثابت ہے، سنن ابوداؤد میں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الآن یسئل وکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتہا وروی ان عمرو بن العاص قال وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی — جوھرة (شامی ص ۸۴۳ ج ۱)

تدفین کے بعد چند قدم چل کر دعا کرنے کا رواج اور میت کے گھر دعا کرنے کے لئے جمع ہونے کا دستور خلاف سنت ہے، شامی میں ہے بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغل الناس بامورھم وصاحب البیت بامرہ اھ (شامی ص ۸۴۲ ج ۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب

حولِ قبر کی نماز

سوال (۱۰۷۹) ہمارے محلہ میں گذشتہ سال ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اور دفن کے وقت ان کو سپردِ خاک کیا گیا مغرب کے بعد ان کے رشتے دار آئے اور امام کو کہنے لگے کہ آپ مرحوم کے لئے حولِ قبر کی نماز پڑھا دیجئے۔ امام نے کہا کہ حولِ قبر کی نماز کیا ہے میں تو نہیں جانتا میں نے کبھی یہ نماز پڑھی ہے نہ پڑھائی ہے نہ کسی کتاب میں دیکھی ہے حولِ قبر کی نماز کا نام سنا ہے تو کہنے لگے کہ حولِ قبر کی نماز یہ ہے کہ دو رکعت کی نیت کرو پہلی رکعت میں گیارہ مرتبہ اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُر اور دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد، پڑھو اور سلام پھیرنے کے بعد میت کو اس کا ثواب بخش دو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شریعت میں اس نماز کا ثبوت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے یہ نماز پڑھی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حولِ قبر کی نماز باجماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام سے منقول نہیں ہے اس کو مسنون سمجھنا اور شرعی حکم بتانا اپنی طرف سے شریعت میں اضافہ کرنے کے مرادف ہے۔ وہی عمل قابلِ قبول اور میت کے لئے مفید اور باعثِ ثواب ہو سکتا ہے جو سنت کے موافق ہو۔ حدیث شریف میں ہے: القول والعمل لا یقبل ما لم یوافق السنۃ — یعنی قول، عمل اور نیت اسی وقت درست اور قابلِ قبول ہوتے ہیں جب سنت کے موافق کئے جائیں (تلبیس ابلیس ص۹)

والاکال حضرت اخوند بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں — من عمل عملا بغیر اتباع سنۃ فباطل عملہ، جو عمل بھی سنت کے مطابق نہ کیا جائے وہ باطل اور بیکار ہے خدا کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ (کتاب الاعتصام ص ۱۹/۱)

پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: لا یقبل قول الا بعمل

والاعمل بلا اخلاص واصابة السنة کوئی قول بلا عمل کے اور کوئی عمل بلا اخلاص کے اور بلا اتباع سنت کے قبولیت کے قابل نہیں ہو سکتا۔
(فتح ربانی ص۱۲ مجلس ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرشد کے پاس رمضان گذارنا

سوال (۱۷۸۰) رمضان المبارک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم (نور اللہ مرقدہ) اپنے خلفاء اور خاص خاص مریدین کو سہارنپور میں جمع کرتے ہیں اور پورا رمضان اعتکاف میں گذارتے ہیں، ذکر و مراقبہ میں مشغول رکھتے ہیں کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ ایک اردو ماہنامہ میں اس پر سخت تنقید کی گئی ہے اس لئے وضاحت ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مرشد اپنے مریدین کو اپنے پاس بلا کر رکھتے ہیں اس کا مقصود تعلیم و تربیت اور اصلاح نفس ہوتا ہے کہ مریدین مرشد کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کریں، دل میں جلا (نور) پیدا کریں اور یقین کو مضبوط بنائیں اپنے نفس کو رذائل سے پاک کریں اور مرشد ان پر نگرانی رکھے اور خصوصی توجہ فرمائے، یہ مریدین کی تعلیم و تربیت کا خاص طریقہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کا بھی یہ عمل رہا ہے، آپ فرماتے ہیں ”دراں ہنگام بزرگان بسیار و لیائے بسیار از یاران والد ماجد معتکف بودند یعنی۔ اس زمانہ میں بہت سے بزرگ اور بہت سے اولیا والد ماجد کے رفقاء میں سے مسجد میں معتکف ہوتے تھے (ملفوظات) اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اپنے بعض مخصوص مسترشدین اور مریدین کو رمضان المبارک میں اپنے پاس بلانے کی کوشش بھی فرماتے چنانچہ شاہ ابو سعید رحمہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ” اگر گرمی ہوا بہم رساینجا تشریف آوردہ اینجا رمضان گذارند۔ اگر دل چاہے اور اشتیاق ہو تو رمضان ہمارے۔

پاس آکر گزاریں (الامام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ص۲۲ مطبوعہ کانپور)

الحاصل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم (نور اللہ مرقدہ و برّد اللہ مضجعہ) کا عمل بدعت نہیں ہے، تعلیم میں جو طریقہ استاذ و مرشد کے تجربہ میں نفع بخش ہو حدودِ شرع میں رہتے ہوئے اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس طریقہ پر تنقید کرنا مناسب نہیں بیجا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

اذان علی القبر بدعت ہے

سوال (۱۸۰) رضا خانی جماعت کے لوگ تدفین کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اذان سنکر شیطان بھاگتا ہے، مردہ اس کی شرارت سے محفوظ رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ قبر پر اذان دینا بے اصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانشین خلفائے راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداؤدؒ وغیرہ رحمہم اللہ سے ثابت نہیں، یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کے مبارک طریقہ کے موافق نہیں ہے بدعت ہے اور واجب الترک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے دور میں ہزاروں اور سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ اور تابعین کی وفات ہوئی وہ حضرات اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے مردوں کو دفناتے تھے عذاب قبر اور شیطانی شرارتوں سے واقف تھے مگر کسی کی قبر پر اذان دی گئی ہو اس کا ثبوت نہیں کیا وہ حضرات اپنے مردوں کے خیرخواہ نہ تھے؟ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قبر پر اذان نہیں دی تو اب کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قبر پر اذان دے اور اس کو شرعی حکم بتلائے اس نئے طریقہ کو

جاری کرنا ہے یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک طریقہ کو ناقص سمجھنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے (صحیح بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱، صحیح مسلم شریف ص ۷۷ ج ۲) مسلم شریف میں ایک اور حدیث ہے من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ جو شخص ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد اور باطل ہے (مسلم شریف ص ۷۷ ج ۲) ابوداؤد شریف میں ہے من صنع امرا علی غیر امرنا فھو رد۔ جس نے ہمارے عمل کے خلاف کوئی کام کیا وہ مردود ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۲۸۸ ج ۲)

دوسری ایک حدیث میں ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ ترجمہ: میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرو اور اس کو مضبوطی سے پکڑو اور دانتوں سے مضبوط دبائے رکھو، اور نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے گریز کرو اس لئے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰، ابوداؤد شریف ص ۲۸۷ ج ۲، ترمذی شریف ص ۹۲ ج ۲، ابن ماجہ ص ۵)

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم۔ ہمارے نقش قدم پر چلو اور بدعات ایجاد نہ کرو تمہارے لئے ہماری اتباع ہی کافی ہے۔ (کتاب الاعتصام ص ۵۴ ج ۱)

مشہور و معروف صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کل عبادۃ لم یتعبدھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا۔ جو عبادت

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نہیں کی وہ تم بھی نہ کرو (کتاب الاعتصام ص ۱۱۳ ج ۱)

اسی بنا پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں واما اھل السنۃ والجماعۃ فیقولون کل فعل وقول لم یثبت عن الصحابۃ فھو بدعۃ لانہ لوکان خیراً لسبقونا الیہ لانھم لم یترکوا خصلۃً من خصال الخیر الا وقد بادروا الیہا

یعنی۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جو قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے کیونکہ اگر اس کام میں خیر ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کارِ خیر کو ہم سے پہلے ضرور کرتے اسلئے کہ انھوں نے کسی عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے ہیں۔

(بحوالہ المنہاج الواضح ص ۶۶)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں، جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اس کو نیک کام سمجھا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خائن اور کوتاہی کرنے والا ٹھیرایا چونکہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ، آج میں نے تمھارے لئے دین کو مکمل کر دیا لہذا جو کام آپ کے مبارک زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا (الاعتصام ص ۲۸ ج ۱)

اسی لئے عید کی نماز اور خطبہ کے وقت اذان اور جماعت کے وقت اقامت نہیں کہی جاتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اذان عید وا قامت دین کے اندر نہیں تھی اسی طرح قبر پر اذان دینا بھی دین میں شامل نہیں لہٰذا بدعت ہے کیونکہ سنت سے ثابت نہیں۔ اور کسی ایک صحابی کی قبر پر اذان دی گئی ہو اس کا ثبوت نہیں۔

میت کی مغفرت کے لئے نماز جنازہ ہے اور اس کو قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہنا ہے اور جو لوگ میت کی تدفین میں حاضر ہیں ان کے واسطے تین لپیں (مٹھی) مٹی ڈالنا مستحب ہے پہلی بار منہا خلقنٰکم اور دوسری بار

وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی کہنا ہے، اور تدفین کے بعد اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں (الٓمّ سے مفلحون تک) اور پائنتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (آمن الرسول سے آخر تک) پڑھنا ہے اور میت کے لئے مغفرت، ثابت قدمی اور منکر نکیر کے سوال کے جواب کی آسانی اور عذابِ قبر سے نجات کیلئے دعا کرنا ہے اور جو میت کے قریبی رشتے دار اور تعلق والے ہیں ان کے واسطے مستحب یہ ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد مزید قبر کے پاس اتنا وقت ٹھیریں جتنا وقت ایک اونٹ ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتا ہے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہوگا اور منکر نکیر کے جواب دینے میں وحشت (گھبراہٹ) نہیں ہوگی، اور وہاں ٹھیر کر قرآن پڑھتے رہیں اور میت کے لئے دعا اور استغفار کرتے رہیں، یہ سب باتیں تو احادیث سے ثابت ہیں اور ماموربہ ہیں (مگر اذان علی القبر کا کہیں ذکر اور ثبوت نہیں)

ملاحظہ ہو کتاب الاذکار میں ہے باب ما یقول بعد الدفن - السنة لمن کان علی القبر ان یحثی ثلاث حثیات بیدیه جمیعا من قبل راسه قال جماعة من اصحابنا یستحب ان یقول فی الحثیة الاولیٰ منها خلقناکم و فی الثانیة وفیها نعیدکم و فی الثالثة و منها نخرجکم تارة اخریٰ (تدفین کے بعد کیا کہے - جو شخص بوقت تدفین موجود ہو تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ مردہ کے سر کی طرف سے تین لپ مٹی ڈالے، ہمارے فقہاء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پہلی لپ ڈالتے وقت منها خلقناکم اور دوسری لپ ڈالتے وقت وفیها نعیدکم اور تیسری لپ ڈالتے وقت ومنها نخرجکم تارة اخریٰ کہے (کتاب الاذکار ص۱۳۲ امام نوویؒ)

مشکوٰۃ شریف میں ہے عن عبد اللّٰہ بن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا به الی قبرہ ولیقرأ عند

رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة (حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے بند روکے رکھو اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرو اور اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اس کے پائینتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھی جائیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹ باب دفن المیت)

تدفین کے بعد انفرادی و اجتماعی طور پر میت کے لئے دعاء مغفرت کرنے اور منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدمی کے لئے دعا کرنے کی ترغیب ہے ابوداؤد شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تدفین سے فراغت کے بعد قبر کے قریب کھڑے ہو کر فرماتے استغفروا لاخیکم واسئلوا له التثبیت تم اپنے بھائی کیلئے مغفرت طلب کرو اور خدا تعالیٰ سے اس کے لئے (سوال و جواب میں توحید پر) ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ (ابوداؤد شریف ص ۱۰۳ ج ۲)

اسی طرح تدفین کے بعد دیر تک ٹھہرنے اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں میت کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا ثبوت اور ترغیب ہے۔ کتب احادیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو جائے تو جنازہ میں نوحہ کرنے والی عورت اور آگ نہ ہو (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا) اور جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر مٹی ڈالنا اور پھر میری قبر کے ارد گرد (ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہوئے) اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے اور اسکا گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے تاکہ تمہاری وجہ سے مجھے انس رہے اور اپنے پروردگار کے فرشتوں کو بلا وحشت جواب دے سکوں (حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھے قبر پر (ادا الحدیثا) عن عمرو بن العاص قال لابنه وهو فی سیاق

الموت اذا انا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبري قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع به رسل ربي رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)

اور کتاب الاذکار میں ہے ویستحب ان یقعد عنده بعد الفراغ ساعة قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها ویشتغل القاعدون بتلاوة القرآن و الدعاء للمیت (کتاب الاذکار ص ۹۲)

ملاحظہ کیجئے مندرجہ بالا حوالجات میں قبل از تدفین اور بعد از تدفین جو جو باتیں مسنون ہیں ان کو مفصل بیان کیا گیا ہے مگر کسی جگہ اذان کا تذکرہ تک نہیں ہے اگر اس وقت اذان دینا مسنون ہوتا یا اس کی ضرورت ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور حکم فرماتے اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے اور اپنی وفات کے بعد قبر پر اذان دینے کی ہدایت اور وصیت فرماتے مگر کہیں اس کا ثبوت نہیں، لہذا قبر پر اذان دینا اور اس کو مسنون و مستحب سمجھنا دین میں اضافہ کرنا ہے۔ اور یہ فعل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ کو ناقص اور قابل اصلاح قرار دینے کے مرادف ہے (معاذ اللہ) اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کوئی عمل خیر (جس میں فلاح ہے) نہیں چھوڑا۔

مجالس الابرار میں ہے۔

واما ما کان المقتضی لفعله فی عهده علیه السلام موجودا من غیر وجود المانع منه ومع ذالک لم یفعله علیه السلام

(ترجمہ) جس فعل کا موجب (سبب) عہد نبوی میں موجود ہو اور (اس فعل کے کرنے سے) کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ

فاحداثه تغيير لدين الله تعالى اذ لو كان فيه مصلحة لفعله عليه السلام او حث عليه ولما لم يفعله عليه السلام ولم يحث عليه علم انه ليس فيه مصلحة ولا خير بل هو بدعة قبيحة سيئة مثاله الاذان في العيدين فانه لما احدثه بعض السلاطين انكره العلماء وحكموا بكراهته فلو لم يكن كونه بدعة دليلا على كراهته لقيل هذا ذكر الله تعالى ودعاء الخلق الى عبادة الله تعالى فيقاس على اذان الجمعة او يدخل في العمومات التي من جملتها قوله تعالى وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وقوله تعالى

عمل (کام) نہ کیا ہو (مثلاً اذانِ قبر) تو اس کام کو جاری کرنا دین کو بدلنا ہے اس لئے کہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور کرتے، یا اس کی ترغیب فرماتے، اور جب آپ نے نہ خود اس کام کو کیا نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی اور خیر و فلاح نہیں بلکہ وہ بدعتِ قبیحہ سیئہ ہے اس کی مثال عیدین میں اذان کہنا ہے کہ جب اس کو بعض سلاطین نے ایجاد کیا تو علماء نے منع کیا اور ناجائز بتلایا اگر اس کا بدعت ہونا اس کی کراہت کی دلیل نہ ہوتی تو کہا جاتا کہ یہ تو خدا کا ذکر ہے اور اللہ کی عبادت کیلئے لوگوں کو بلانا ہے، اور شیطان کو بھگانا بھی ہے، لہٰذا جمعہ کی اذان پر اس کو قیاس کیا جائے یا ان عام احکامات کے تحت اس کو داخل مانا جائے جن میں سے ایک اللہ کا یہ فرمان ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ
دَعَآ اِلَی اللّٰہِ لٰکن
لم یقولوا ذلک بل
قالوا کما ان فعل
ما فعله علیه السلام
کان سنة کذلک ترک
ما ترکه علیه السلام
مع وجود المقتضی وعدم
المانع منه کان سنة
ایضا فانه علیه السلام
لَمَّا اَمَرَ بالاذان فی
الجمعة دون العیدین
کان ترک الاذان
فیها سنة ولیس
لاحد ان یزید
ویقول هذه زیادة
العمل الصالح لا یضر
زیادته اذ لو جاز ذلک
لتغیرت ادیان
الرسل وتبدلت.
ثم اعلم ان الزیادة

نیز یہ ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ اَحْسَنُ
قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ اس سے بہتر
کون ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا لیکن
ان دونوں امور میں سے کسی پر قیاس کرکے
کسی نے اذان عید کے سنت ہونے
کو نہیں کہا بلکہ تمام علماء یہی کہتے رہے
کہ جس کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا ہے اس کا اسی طرح کرنا سنت
ہے اسی طرح اس کام کو چھوڑنا بھی سنت
ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے باوجود اقتضاء کے اور مانع نہ ہونے
کے نہیں کیا کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین
میں حکم نہیں دیا تو عیدین میں اذان نہ
کہنا ہی سنت ہے اور کسی کو حق نہیں ہے
کہ اس پر زیادتی کرے اور یہ کہے کہ یہ
نیک کام کی افزائش ہے اور ایسی
زیادتی مضر نہیں اس لئے کہ اگر اسے یہ
کیا جائے گا تو اسی طرح پیغمبروں کے دین
متغیر ہو گئے اور ان کی شریعتیں بدل
گئیں اس لئے کہ اگر دین میں زیادتی

فإن السنن لو جازت لجاز ان يصلى الفجر اربع ركعات والظهر ستة ركعات ويقال هذا زيادة عمل صالح لا يضر زيادته لكن ليس لاحد ان يقول ذلك لان ما يبديه المبتدع من المصلحة والفضيلة ان كان ثابتا في عهده عليه السلام ومع هذا لم يفعله عليه السلام يكون ترك مثل هذا افضل سنة متقدمة على كل عموم وقياس الخ

جائز ہوتی تو یہ بھی جائز ہوتا کہ صبح کی نماز چار رکعت پڑھے اور ظہر کی چھ رکعت اور کہا جاتا کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں، لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا اس واسطے کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت بیان کرتا ہے اگر وہ مصلحت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ثابت (موجود) تھی اور باوجود اس کے آپ نے اس کو نہیں کیا تو اس کام کا چھوڑنا ہی ایسی سنت ہے جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہے۔

(مجالس الابرار ص۱۲۹ ص۱۳۰ مجلس نمبر ۱۸ فی اقسام البدع واحکامها)

یہی حال اذان علی القبر کا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود سبب پائے جانے کے نہیں کیا تو آج کسی کو یہ حق نہیں کہ یہ کام کرے اسی بنا پر علامہ حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں ویکرہ عند القبر کل ما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع یعنی قبر کے پاس ہر وہ کام کرنا جو سنت سے ثابت نہیں مکروہ ہے اور ثابت یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور کھڑے کھڑے دعا کی جائے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں کرتے تھے (بحر الرائق ص ۱۹۷/۲، عالمگیری ص ۱۰۱/۱ الفصل السادس کتاب الجنائز، فتح القدیر ص ۱۰۲/۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد شرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعۃ .... ومن ظن انہ سنۃ قیاساً علی ندبھا للمولود الحاقاً لخاتمۃ الامر بابتدائہ فلم یصب الخ یعنی۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا مسنون نہیں ہے، اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور جو شخص نومولود بچے کے کان میں اذان دینے کے مندوب ہونے پر قیاس کرے اور خاتمہ کو ابتدا سے ملحق کرتے ہوئے اذان علی القبر کو سنت کہے تو اس نے غلطی کی (اور اس کا یہ قیاس صحیح نہ ہوگا) (شامی ج ۱ ص ۸۴۳)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی فرماتے ہیں :- الجواب : اذان دادن بر قبر بعد دفن مکروہ است کہ معہود از سنت نیست (مائۃ مسائل ص ۵۵) ترجمہ :- قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں۔

دُرر البحار میں ہے من البدع التی شاعت فی الھند الاذان علی القبر بعد الدفن منجملہ بدعات میں سے ایک بدعت جو ہندوستان میں شائع ہے دفن کے بعد قبور پر اذان دینا ہے (بحوالہ المنہاج الواضح ص ۲۱۳)

لہٰذا اذان علی القبر کو مسنون سمجھنا اور اس کو رائج کرنا صحیح نہیں، ہماری نجات اور کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلیں، خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ تمہاری نجات اور کامیابی میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے، صاف ارشاد فرمایا ما انا علیہ واصحابی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) نیز حدیث شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت ہی عجیب وغریب اور بلیغ وموثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے

وعظ ایسا کہ ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرز اٹھے، ایک صحابیؓ نے
عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ارشادات تو ایسے ہیں جیسے کوئی رخصت کرتے وقت
ضروری نصیحتیں کیا کرتا ہے، ہمیں کچھ اور بھی نصیحتیں فرمائیں، آپ نے کچھ اور نصیحتیں
بھی ارشاد فرمائیں ان میں سے اہم ترین نصیحت یہ تھی، میرے بعد جو زندہ رہے گا
وہ بہت اختلافات دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم اور ضروری ہے کہ اس طریقہ پر
مضبوطی سے جمے رہو جو میرا اور میرے بعد ان خلفاء راشدینؓ کا طریقہ ہے جو ہدایت
یافتہ ہیں اس طریقہ کو مضبوطی سے سنبھال لو اور دانتوں اور کچلیوں سے مضبوط پکڑ لو
اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں ان سے پوری طرح پرہیز کرو اسلئے کہ دین میں ہر نئی بات
بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ عن العرباض
بن ساریة قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل
علینا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها
القلوب فقال رجل یا رسول اللہ كأن هذه موعظة مودع فاوصنا فقال
(وفی نسخة اوصيكم) بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبدا حبشيا
فانه من يعش منكم بعدی فسیری اختلافا كثيرا فعليكم بسنتی وسنة
الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات
الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة - رواه احمد وابو داؤد
والترمذی وابن ماجة الا انهما لم يذكرا الصلوة (مشکوٰة شریف ص ۳۰)
عنداللہ کسی بھی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اخلاص کے ساتھ
ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا
مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں
ہو سکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں ایک اَسْلَمَ وَجْهَهٗ اپنی ذات کو اللہ کے

سپرد کرے ریاکاری یا دنیا سازی کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے عمل کرے۔ دوسرے وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے، امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کا مخترع خود ساختہ طرز نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہو، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہو (معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ص۵۵۵ ج۲ سورۂ نساء)

اور آیت کریمہ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ ذکروا فی تفسیر أَحْسَنُ عَمَلًا وجوھا (احدھا) ان یکون اخلص الاعمال واصوبھا لان العمل اذا کان خالصاً غیر صواب لم یقبل وکذلک اذا کان صوابا غیر خالص فالخالص ان یکون لوجہ اللّٰہ والصواب ان یکون علی السنۃ

یعنی "أَحْسَنُ عَمَلًا" سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں ہے تو وہ قبول نہیں ہے عمل خالص وہ ہے جو محض اللہ کی خوشنودی کیلئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو، (تفسیر کبیر ص۲۴۳ ج۸ سورۂ ملک) (رسالۃ العبودیۃ لابن تیمیہ ص۲۱-۲۰)

ارشاد الطالبین میں محدث قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے حدیث نقل کی ہے۔

"ان القول لا یقبل ما لم یعمل بہ وکلاھما لا یقبلان بدون النیۃ والقول والعمل والنیۃ لا تقبل ما لم توافق السنۃ" سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہر دو مقبول نیستند بدون نیت وہر سہ مقبول نیستند کہ موافق سنت نباشند۔

یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں (قول وعمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں گے اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کیلئے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو (ص۲۸)

پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں لَا یُقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابۃ السنۃ یعنی۔ کوئی قول عمل کے بغیر قابلِ قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو۔ (فتح ربانی ص۱۳ مجلس ۱۰)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا یستقیم قول وعمل ونیۃ الا بموافقۃ السنۃ۔ یعنی۔ کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق نہ ہو (تلبیس ابلیس ص۹)

حضرت احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَن عَمِلَ عملا بلا اتباع سنۃ فباطلٌ عملُہٗ یعنی جو بھی عمل اتباعِ سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے (الاعتصام ص۱۱۱ ج۱)

حضرت ابو العالیہ تابعی رح فرماتے ہیں علیکم بالامر الاول الذی کانوا علیہ قبل ان یفترقوا تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہلِ ایمان مختلف ہونے سے پہلے متفق تھے۔ (تلبیس ابلیس ص۸)

حضرت امام اوزاعی رح فرماتے ہیں اِصبِر نفسکَ علی السنّۃِ وَقِف حیثُ وقف القوم وقل بما قالوا وکُفَّ عمّا کفوا عنہ واسلُک سبیلَ سلفکَ الصالحین فانہ یسعک ما وسعھم۔ یعنی الغرض سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو جہاں قوم (جماعتِ صحابہؓ) ٹھیر گئی تم بھی ٹھیر جاؤ، جو ان بزرگوں نے کہا وہی تم بھی کہو جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (اپنی عقل نہ لڑاؤ) اور اپنے سلفِ صالحین کے طریقہ پر چلو۔ (تلبیس ابلیس ص۹)

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ اپنے ایک خصوصی شاگرد کو لکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ طاعات وعبادت کیا چیز ہے؟ سنو! جنابِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے قولاً وعملاً، اوامر یعنی

خواہی میں بھی، اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرو اگرچہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں - بلکہ گناہ ہے ۔ دیکھو نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقات مکروہہ میں یا غصب کردہ زمین میں اس کا پڑھنا گناہ ہے، اسی طرح روزہ فی نفسہ عمدہ عبادت ہے مگر ایام عید و تشریق میں روزہ رکھنا گناہ ہے، اس لئے کہ حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے اور لہو و لعب اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ کرنا باعث اجر ہے کیونکہ بحکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے تو معلوم ہوگیا کہ عبادت کی حقیقت فرمانبرداری ہے نہ محض نماز روزہ، کیونکہ نماز روزہ کا بھی اسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے جبکہ وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ہو تو بیٹا تمہارے احوال و اقوال کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے اسلئے کہ کوئی علم و عمل بدون اجازت شارع علیہ السلام کے سراسر گمراہی اور خدا سے بعد کا سبب ہے

(خط امام غزالی بنام شاگرد خود ص۹ مترجم)

حضرت خواجہ معصوم سرہندی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"سعادت دارین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الاخیار صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضامندی، رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد و تقویٰ، توکل و تبتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے بغیر مقبول نہیں اور ذکر و فکر ذوق و شوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے بغیر ناقابل اعتبار ہے، صلوات اللہ علیہ وسلامہ (مکتوب نمبر ۵۱ بنام خواجہ و بنارس؟)

دیگر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے، اور راہ سنت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۳ بنام صوفی صفت)

قامع البدعات حضرت الامام ابن الہمام رحمہ اللہ ... فرماتے ہیں: نحن متبعون لا مبتدعون نقف حیث وقفوا ونقفو ما قفوا یعنی ہم اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہم) کی اتباع کرنے والے ہیں، بدعت کرنے والے نہیں ہیں، جہاں وہ حضرات ٹھہر گئے ہم بھی وہیں ٹھہر جائیں گے، اور جہاں سے وہ ... کریں گے۔ (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۸۲)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھ کو عالم رؤیا میں ارشاد ہوا تَمَنَّ عَلَیَّ ابْنَ اِدْرِیْسَ. مجھ سے کچھ تمنا کرو اے ادریس کے بیٹے! میں نے عرض کیا اَمِتْنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ مجھ کو اسلام پر موت نصیب فرما، ارشاد ہوا قُلْ وَعَلَی السُّنَّۃِ اسلام کے ساتھ سنت پر بھی مرنے کی تمنا کیجئے! (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام اور سنت پر خاتمہ نصیب فرمائے آمین)

سلف صالحین کی بدعت سے بیزاری کا نمونہ

حکی ابن وضاح قال ثَوَّبَ المؤذنُ بالمدینة فی زمان مالک فقال له: ما هذا الذی تفعل؟ فقال اردتُ ان یعرف الناس طلوع الفجر فیقوموا فقال له مالک لا تفعل. لا تحدث فی بلدنا شیئاً لم یکن فیه قد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذا البلد عشر سنین وابو بکر وعمر وعثمان فلم یفعلوا هذا فلا تحدث فی بلدنا ما لم یکن فیه فکفَّ المؤذنُ عن ذلک واقام زماناً ثم انه تَنَحْنَحَ فی المنارة عند طلوع الفجر فقال له الم انهک ان لا تحدث عندنا ما لم یکن فقال انما نَهَیْتَنِیْ عن التثویب فقال له لا تفعل فکفَّ زماناً ثم جعل یضرب الابواب فارسل الیه مالک فقال: ما هذا الذی تفعل؟ فقال اردتُ

ان یعلم الناس طلوع الفجر فقال له مالك لا تفعل لا تحدث فی بلدنا ما لم یکن فیه.

ترجمہ: حضرت ابن وضاح کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کا مؤذن امام مالکؒ کے زمانہ میں صبح صادق کے وقت لوگوں کو آواز دیتا، امام مالک نے اس کو بلایا اور دریافت فرمایا تو یہ کیا کرتا ہے؟ جواب دیا لوگوں کو صبح صادق کی خبر کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہوں تاکہ لوگ اٹھ جائیں، امام مالک نے فرمایا تو ایسا نہ کر ہمارے اس شہر میں ایسی بات ایجاد نہ کر جو اس میں نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک شہر میں دس سال قیام فرمایا ہے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے بھی (یہاں قیام فرمایا ہے) انھوں نے یہ کام نہیں کیا اس لئے تو بھی ایسی چیز ایجاد مت کر جو آج تک یہاں نہیں ہوئی، تو مؤذن رک گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد صبح صادق کے وقت منارے پر کھنکھارنا شروع کیا، امام مالک نے فرمایا کیا تم کو نئی چیز ایجاد کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (پھر یہ نیا کام کیوں شروع کردیا) اس نے جواب دیا آپ نے تثویب (یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے پکارنا) سے منع فرمایا تھا، امام مالک نے فرمایا نہیں، یہ کام بھی مت کرو، پھر کچھ مدت اس سے رکا رہا اسکے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کیا، امام مالکؒ نے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا اور پچھوایا کہ پھر یہ کیا کرنا شروع کردیا؟ تو اس نے کہا میں نہ تو تثویب کرتا ہوں نہ کھنکھارتا ہوں جس سے آپ نے منع فرمایا تھا اب تو میں لوگوں کو صبح صادق کی اطلاع دینے کے لئے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں، آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز اس شہر میں نہیں ہوئی تو اسے یہاں جاری مت کر۔ (الاعتصام - از امام شاطبیؒ ص ۲۲۵ ج ۲)

غور کیجئے! مؤذن لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کی نیت سے تثویب کررہا ہے

کھلا رہا ہے، دروازے کھلا رہا ہے لیکن امام مالکؒ نے محض اسی وجہ سے کہ یہ نئی چیز تھی ثابت شدہ نہیں تھی، پسند نہیں فرمایا اور موذن کو روک دیا تو وہ اذان قبر کو جس کا ثبوت نہیں ہے کس طرح برداشت کرسکتے ہیں؟

اسی لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں، دن کے وقت نفل نماز ایک تحریمہ سے چار رکعت سے زیادہ پڑھنا منع اور مکروہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، ہدایہ اولین میں کراہت کی دلیل بیان فرماتے ہیں والدلیل الکراھۃ انہ علیہ السلام لم یزد علی ذلک (ھدایہ ج ۱ ص ۱۲۷)

صلوٰۃ کسوف میں خطبہ مسنون نہیں اور مسنون نہ ہونے کی دلیل یہ لکھی ہے کہ خطبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ ولیس فی الکسوف خطبۃ لانہ لم ینقل (ھدایہ اولین ج ۱ ص ۱۵۳) اور تحریر فرماتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے نفل نماز منع اور مکروہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نماز کے حریص ہونے کے نہیں پڑھی۔ وَلَا یَتَنَفَّلُ فی المصلیٰ قبل صلوٰۃ العید لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوٰۃ (ھدایہ اولین ص ۱۵۲) اور لکھتے ہیں کہ نماز استسقاء کے لئے تین دن باہر نکلیں اس سے زیادہ نہیں کہ تین دن سے زیادہ نکلنا منقول نہیں۔ ویخرجون ثلٰثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منھا (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۹۳)

غور کیجئے! نفل نماز عبادت ہے شریعت میں نفل کے لئے بہت زیادہ سہولت اور آسانی ہے لیکن دن کے وقت ایک تحریمہ سے چار رکعت، اور رات کے وقت آٹھ رکعات سے زیادہ ایک تحریمہ سے پڑھنا مکروہ ہے کہ ثابت اور منقول نہیں اسی طرح اذان قبر بھی ممنوع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں ہے خطبہ عبادت ہے اس میں خدا کی حمد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے مگر نماز کسوف میں

ادا کی اجازت نہیں کہ منقول نہیں، اسی طرح اذان فجر منع اور مکروہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ سے منقول نہیں — صبح صادق کے بعد کا وقت ہے انتہا انوارانی اور برکتی ہے مگر نفلی نماز، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں — نماز عید سے پہلے مسجد یا عیدگاہ میں یا گھر میں اشراق اور دیگر نفل نماز پڑھنا ممنوع و مکروہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اسی طرح اذان تو بھی ممنوع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں — استسقاء (بارش طلب کرنے کے لئے میدان میں جا کر نماز پڑھنا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آہ و بکا، گریہ وزاری تضرع و عاجزی کے ساتھ دعا کرنا ہے پھر چلے جانا ہے اگر بارش نہ آئے تو تین دن کے بعد یہ سلسلہ ختم اس نماز پر جاری نہیں رکھا جاتا کہ اس سے زیادہ ثابت نہیں، اسی طرح اذان قبر بھی ثابت نہیں اس لئے ممنوع و مکروہ ہے۔

اتباع کامل اور سچی پیروی یہ ہے کہ جو عمل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح عمل میں لایا جائے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کی جائے، مثلاً۔

(۱) عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ آتے جاتے بلند آواز سے تکبیر کہی جائے اور عید الفطر میں آہستہ آواز سے کہ اسی طرح ثابت ہے۔

(۲) نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) باجماعت ادا کی جائے اور نماز خسوف (چاند گرہن کی نماز) انفرادی طور پر ادا کی جائے، جماعت منع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔

(۳) صلوٰۃ استسقاء میں خطبہ ہے اور نماز کسوف میں نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۴) رمضان المبارک میں وتر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے جبکہ دوسرے ایام میں باجماعت ادا کرنا مکروہ و ممنوع ہے کہ ثابت نہیں۔

(۵) جمعہ کی نماز کیلئے دو اذان (ایک منارہ پر، دوسری منبر کے سامنے) دی جاتی ہیں اور نماز سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے مگر دونوں عیدوں میں نہ منارہ کی اذان ہے اور نہ خطبہ کی اذان ہے نہ نماز کیلئے اقامت ہے، اور سبب صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۶) نماز اشراق ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اس پر مقبول حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے مگر عید کے دنوں میں منع ہے کہ ثابت نہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو امور غیر مسنونہ سے اجتناب کا بڑا اہتمام تھا اسکی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) حضرت عمارۃ بن رُوَیبَہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر فرمایا قَبَّحَ اللّٰہُ ھَاتَیْنِ الیدینِ القصیرتینِ لقد رأیتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما یزید علی ھذا و اشار ھُشَیم بالسبابۃ — یعنی — اللہ ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو خراب کردے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا (ترمذی شریف ص۶۹ ج۱)

دیکھئے! خطبہ میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں اس لئے صحابی نے اس پر کتنی سخت نکیر کی اور بددعا کی اسی طرح قبر پر اذان دینے والا بھی بددعا کا مستحق ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند نے نماز میں سورۂ فاتحہ شروع کرتے ہوئے جہراً بسم اللہ پڑھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ نے فوراً تنبیہ فرمائی بیٹا!

یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو۔ عن عبد الله بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی
الصلوٰة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاك والحدث۔
(ترمذی شریف ج۱ ص۳۳ باب ما جاء فی ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم)

غور کیجئے! بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے بجائے زور سے پڑھنے کو صحابی ناپسند کرتے
ہیں اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضور صلی
اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ میں سے
کسی کو بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا — اسی طرح قبر پر اذان دینا
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ
کے زمانہ میں ثابت نہیں، اس لئے اس کے بدعت ہونے میں شبہ نہیں۔ فمن ادعی فعلیہ
البیان یعنی جو شخص ثابت شدہ تسلیم کرے اس کے ذمہ صحیح دلیل پیش کرنا ہے۔

(۳) حضرت ابو مالک الاشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا
کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور حضرت علی
رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ آپ
نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے۔ عن مالك الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انك قد
صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی بن
ابی طالب ههنا بالکوفة نحوا من خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث۔

(ترمذی شریف ج۱ ص۵۳ باب فی ترك القنوت) (نسائی شریف ج۱ ص۱۲۲)

(۴) امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس
نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ، یہ زائد کلمہ والسلام علی رسول اللہ اپنے
مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے مگر اس موقع پر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ
اس کی تعلیم نہیں دی اس لئے اس اضافہ کو ناپسند کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تعلیم نہیں فرمائی اس موقعہ پر آپ کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کہیں الحمد للہ علی کل حال ۔ عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمرؓ وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی (ص ۹۸ ج ۲)

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۶ باب العطاس والتثاؤب)

دیکھئے! چھینک کے وقت الحمد للہ کے ساتھ والسلام علی رسول اللہ کہنے کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے صحابی نے ناپسند فرمایا، اسی طرح اذانِ قبر ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور قابلِ ترک ہے۔

افسوس! جہاں مچھر کے جانے کی گنجائش نہیں وہاں اہل بدعت ہاتھی گھسانا چاہتے ہیں۔

(۵) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے (اگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا) اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اور مظاہرہ کر کے پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور بدعت قرار دیا عن مجاھد قال دخلت انا وعروۃ بن الزبیر المسجد فاذا عبد اللہ بن عمرؓ جالس الی حجرۃ عائشۃ واذا ناس یصلون فی المسجد صلوٰۃ الضحیٰ قال فسألناہ عن صلوتھم فقال بدعۃ (بخاری شریف ص ۲۳۶ ج ۱) —— نووی شرح مسلم میں ہے واما ما صح عن ابن عمرؓ انہ قال فی الضحیٰ ھی بدعۃ فمحمول علی ان صلوتھا فی المسجد والتظاھر بھا کما کانوا یفعلونہ بدعۃ (نووی شرح مسلم ص ۲۴۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا ان کان ولابد ففی بیوتکم اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو (فتح الباری ص ۴۳ ج ۳)

16

(٦) نماز صبح میں لوگ جمع ہو کر خاص طریقہ سے سو مرتبہ اللّٰہ اکبر، سو مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ سو مرتبہ سبحان اللّٰہ پڑھتے تھے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللّٰہ عنہ نے حضرت عبد اللّٰہ ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ کو اس کی خبر دی تو ابن مسعود رض وہاں تشریف لے گئے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا اے ابو عبد الرحمٰن! ہم ان سنگریزوں سے تکبیر اور تہلیل اور تسبیح شمار کرتے ہیں آپ نے فرمایا بجائے اس کے تم اپنے گناہ شمار کرو پھر فرمایا ویحکم یا امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما اسرع هلكتكم هؤلاء صحابة نبيكم صلی اللّٰہ علیہ وسلم متوافرون وهذه ثيابه لم تبل وآنيته لم تكسر والذی نفسی بيده انكم لعلی ملّة هی اهدیٰ من ملة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم او مفتتح باب ضلالة۔ اے امت محمدؐ! تم پر افسوس تمہاری ہلاکت کس قدر جلد آگئی ابھی یہ اصحاب نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تمہارے درمیان بکثرت موجود ہیں اور تمہارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن نہیں ٹوٹے (اور تم ابھی سے بدعتوں میں مشغول ہو گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایک ایسے دین پر ہو جو حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے دین سے (نعوذ باللّٰہ) زیادہ راست اور صحیح ہے یا تو تم گمراہی کے دروازے پر پہونچ گئے جو عنقریب کھلنے والا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا واللّٰہ یا ابا عبد الرحمٰن ما اردنا الا الخير اے ابو عبد الرحمٰن! قسم خدا کی ہم اس عمل سے نیکی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا وكم من مريد للخير لن يصيبه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حدثنا ان قوماً يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم وَاَيْمُ اللّٰهِ ما اَدری لعلّ اكثرهم منكم ثم تولّی عنهم بہت سے نیکی کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں کہ انھیں نیکی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے

گے سے تجاوز نہ کرے گا، قسم اللہ کی! مجھے کچھ معلوم نہیں! ہو سکتا ہے کہ ان کے بیشتر لوگ تمہی میں سے ہوں!
یہ کہہ کر ابن مسعود رض تشریف لے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں (اس بدعت کے ایجاد کرنے کی بنا پر ان لوگوں کا انجام) ہم نے یہ دیکھا کہ جنگِ نہروان میں خوارج کے ساتھ مل کر یہ لوگ ہم پر برچھے مارتے تھے۔

(ازالۃ الخفا، ص ۲۷۹ ، ۲۸۰ جلد اول، مقصد اول، فصل پنجم، ملخصاً)

(۷) مجالس الابرار میں ہے:- ایک جماعت بعدِ مغرب بیٹھا کرتی تھی اور ان میں ایک شخص کہتا کہ اتنی بار اللہ اکبر کہو اور اتنی بار سبحان اللہ کہو اور اتنی بار الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے تھے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کو اس کی خبر دی گئی آپ ان لوگوں کے پاس گئے وہ جو کچھ کہتے تھے جب آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا انا عبد الله بن مسعود فوالله الذی لا اله غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء اولقد فُقْتُمْ علی اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم علماً یعنی انّ ما جئتم به اما ان یکون بدعة ظلماء او انکم تدارکتم علی الصحابة ما فاتهم لعدم تنبّهم له او لتکاسلهم عنه فغلبتم هم من حیث العلم بطریق العبادة والثانی منتف فتعین الاوّل وهو کونه بدعة ظلماء،
یعنی۔ میں عبد اللہ بن مسعود رض ہوں، قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بے شک یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے، دوسری چیز (یعنی علم میں بڑھ جانا) ناممکن ہے اس لئے پہلی چیز یعنی اس کا بدعتِ ظلماء ہونا متعین ہے۔

(مجالس الابرار ص ۱۲۵ مجلس ۱۸ فی احکام البدعۃ)

غور کیجئے! تسبیحات پڑھنے میں کس کو اعتراض ہو سکتا ہے مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام موافقِ سنت نہ ہونے کی وجہ سے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت

ہونے کا فتویٰ دیا۔

(۸) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے اوپر تک ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ دلیل میں فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقعہ کے) سینہ کے اوپر تک ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا عن ابن عمرؓ انہ یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر۔ رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

بجز استسقاء کے کسی دوسرے موقعہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے اس بنا پر بدعت کا فتویٰ دیا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نہ اذان دی نہ دلوائی لہذا یہ بھی بدعت ہے

(۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے دعا میں ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیتے دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۱۰) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عید کے دن عید گاہ میں نماز عید سے پہلے ایک شخص کو نفل نماز پڑھنے سے روک دیا اس نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہ دیگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے تو وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بے کار و بے فائدہ ہے بس ڈر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحہ ان رجلاً یوم العید فی الجبانۃ اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنہاہ علیؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم

ان اللہ لایعذب علی الصلوٰۃ فقال علیؓ انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لایثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوٰتک عبثاً والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بخلافک لنبیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (مجالس الابرار ص۱۲۹ مجلس نمبر ۱۸)

(۱۱) ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا اس کو اس سے روکا گیا تو اس نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے دریافت کیا یا ابا محمد ایعذبنی اللہ علی الصلوٰۃ اے ابو محمد! کیا خدا پاک مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: لکن یعذبک لخلاف السنۃ (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھ کو سزا دیں گے (مسند دارمی)

سوچئے! نماز عبادت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے خدا کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا چونکہ خلافِ سنت ہے اس لئے موجب عقاب ہے۔ بکذا اذانِ قبر بھی چونکہ خلاف سنت ہے اسلئے یہ بھی موجب عقاب ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت امیر معاویہؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حجر اسود کے بوسہ دینے اور رکن یمانی کو چھونے کے کسی اور گوشہ کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اس مقدس گھر کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے چھوڑ دی جائے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (تمہارے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے) بے شک خانہ کعبہ کی ہر چیز باعظمت اور ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا آپ کا ارشاد تیغ ہے۔ (مسند امام احمدؒ)

(۱۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مروان بن حکم کو نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا، اور فرمایا کہ یہ خلاف سنت ہے (اقامۃ الحجہ ص۵)

(۱۴) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن ابن ام حکم کو خلاف سنت خطبہ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا تو غضب ناک ہو کر فرمایا، دیکھو! یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے عن ابی عبیدۃ عن کعب بن عجرۃ قال دخل المسجد وعبد الرحمن بن ام حکم یخطب قاعداً فقال انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعداً (مسلم شریف)

دیکھئے! مذکورہ دو امور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تھے اس لئے صحابیٔ رسول سے برداشت نہ ہو سکا اور رہا وقت پر بلا جھجک نکیر فرمائی تو اذان قبر جو بالکل ثابت نہیں کس طرح برداشت کی جا سکتی ہے۔ خدارا سنت کی قدر پہچانیے، اور بدعت کی تاریکی سے بچئے۔

(۱۵) مکہ معظمہ میں مؤذن نے صبح کی اذان کے بعد تثویب کی مثلاً لوگوں کو بلانے کے بلند آواز سے پکارا، الصلوٰۃ جامعۃ (جماعت تیار ہے) تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کے ساتھ فرمایا اَلَیْسَ فِی اَذَانِکَ مَا یَکْفِینَا، (کیا تو نے اپنی اذان میں جو حی علی الصلوٰۃ کہا وہ ہمیں کافی نہ تھا؟ (کفایہ ص۲۱۵ ج۱ باب الاذان)

(۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو عشاء کی اذان کے بعد تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو خفا ہو کر فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ ان علیاً رأی مؤذناً یثوب للعشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد۔

(بحر الرائق ص۲۶۰ ج۱) (اقامۃ الحجۃ ص۷)

(۱۷) حضرت ابن عمرؓ نے اذان ظہر کے بعد مؤذن کو تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو بے حد غضب ناک ہوئے اور اپنے ساتھی حضرت مجاہدؒ سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس

سے ہمیں لے چلو (چونکہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے) پھر مسجد چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں نماز نہ پڑھی وروی عن مجاھد قال دخلت مع عبد اللّٰہ بن عمر مسجداً وقد اُذِّنَ فیہ ونحن نرید ان نصلّی فیہ فثوّب المؤذن فخرج عبد اللّٰہ بن عمر وقال اُخرُج بنا من عند ھذا المبتدع ولم یُصلِّ فیہ (ابوداؤد ص ۲۶ ج ۱، ترمذی ص ۲۹ ج ۱، فی الاعتصام ص ۲۱۳ ج ۱)

غور فرمائیے! جو حضرات اذان کے بعد ایک لفظ پکارنا گوارا نہ کرسکتے تھے کیا وہ اذانِ قبر برداشت کرسکتے ہیں؟

(۱۸) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کی تقریب میں نہیں جاتے تھے اور نہ اسکی دعوت دی جاتی تھی۔ (مسند امام احمد ص ۲۱۷ ج ۴)

حاصل کلام ! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بدعت اور خلافِ سنت کاموں سے اتنی بیزاری تھی کہ امت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتا جماعت صحابہ کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے لم اَرَ احدًا من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ۔ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ بدعت سے زیادہ اور کسی چیز سے بغض رکھتا ہو (ترمذی شریف ص ۳۳ ج ۱)

اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اشعار میں بیان فرمایا ہے

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا ؛ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

یعنی: پرہیزگاری وپارسائی وسچائی اور صفائی میں کوشش کر لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا اور جتنا کیا ہے اسی طرح کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے الٹی راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزلِ مقصود پر نہ پہونچ سکے گا۔

مپندار سعدی کہ راہِ صفا ٭ تواں یافت جز برپئے مصطفیٰ

سعدی! ایسا گمان ہرگز نہ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراطِ مستقیم اور صفائی کا راستہ پا سکو گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ٭ کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہنچ سکیگا کہ تو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ترکستان کا ہے۔

بدعت کی نحوست

جس قوم میں بدعت ایجاد ہوتی ہے اس کی نحوست کی وجہ سے وہ قوم سنت کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قومٌ بدعةً الا رُفِعَ مثلها من السُّنَّة فتمسُّكٌ بسنّةٍ خيرٌ من احداثِ بدعةٍ (رواہ احمد) (مشکوۃ شریف ص۳۱) یعنی جس قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو (اس کی نحوست سے) اس جیسی سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ وہ سنت تا قیامت ان کو دوبارہ نہیں دی جاتی یعنی وہ قوم اس سنت کی برکت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے عن حسان قال ما ابتدع قومٌ بدعةً فی دینهم الا نزع اللهُ من سنّتهم مثلها ثم لا یعیدها اللهُ

تلك الحسنة) اليها الى يوم القيمة رواه الدارمی (مشکوٰۃ شریف ص۳۲ ادارہ ص۳۲)

احیاء العلوم میں ہے ان للہ ملکا ینادی کل یوم من خالف سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تنلہ شفاعتہ ومثال الجانی علی الدین بابداع ما یخالف السنۃ بالنسبۃ الی من یذنب ذنبا مثال من عصی الملك فی قلب دولتہ بالنسبۃ الی من خالف امرہ فی خدمۃ معینۃ وذلك قد یغفر لہ فاما قلب الدولۃ فلا۔

یعنی خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے ہر روز پکارتا ہے کہ جو کوئی سنت کے خلاف کرے تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہوگی، اور جو شخص دین میں سنت کے خلاف بدعت ایجاد کرکے خطاوار ہوتا ہے اس کی نسبت دوسرے گنہگار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا۔ کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے کسی ایک حکم میں خلاف ورزی کرے تو بادشاہ کبھی یہ تقصیر معاف کر دیتا ہے مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے والے کو معاف نہیں کرتا، یہی حال بدعت ایجاد کرنے والا کا ہے (کہ وہ باغی سنت ہے، سنت کا مٹانے والا ہے اور بدعت کو اس کی جگہ جاری کرنے والا ہے، جو خدا اور رسول کا دشمن ہے) (احیاء العلوم ص۔ جلد اول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ رواہ مسلم۔ یعنی بہترین فرمان خدا کی کتاب ہے اور بہترین سیرت اور روش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ ہے اور بدترین امور محدثات (بدعات) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے (چاہے بظاہر اچھی نظر آتی ہو) (مشکوٰۃ شریف ص۲۷)

اور ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ

ضلالۃ تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (یعنی میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو اس کو دانتوں اور کچلیوں سے مضبوط پکڑ لو ہر نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو کیونکہ ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

اور ارشاد فرمایا۔ مَنْ اَحْدَثَ او اٰوٰی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل منہ صرفٌ ولاعدلٌ جس نے (دین میں) کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہے اور نہ نفلی عبادت۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۸ باب حرم المدینہ حرسہا اللہ تعالیٰ)

اور ارشاد فرمایا۔ من وقّر صاحب بدعۃٍ فقد اعان علی ھدم الاسلام جس نے بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اَبْغَضُ الامور الی اللہ البدعۃ خدا کے نزدیک مبغوض ترین چیز بدعت ہے (بیہقی)

اور ارشاد فرمایا لایقبل لصاحب بدعۃٍ صومًا والصلوٰۃً ولاصدقۃً ولا حجًا والعمرۃً ولاجہادًا ولاصرفًا ولاعدلًا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین۔ یعنی خدا تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت نہ نفلی عبادت، بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔ (ابن ماجہ ص ۶)

جب کوئی قوم بدعت پر عمل کرنے کی عادی ہو جاتی ہے تو بتدریج بدعت اس قوم میں اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ ان کے ہر عمل میں بدعت کی آمیزش ہوتی ہے، ایک

حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انہ سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بھم تلک الاھواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لایبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں خواہشات (بدعات) اس طرح سرایت کریں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کرجاتا ہے اور رگ رگ میں داخل ہوجاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیشین گوئی نقل فرماتے ہیں۔

عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ قال لایأتی علی الناس زمانٌ الا اماتوا فیہ سنۃً واحیوا بدعۃً لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا کہ وہ سنت کو مٹائینگے اور بدعت کو زندہ کریں گے (غنیۃ الطالبین ص ۵۹ الفصل الثانی فی بیان الفرق الضالۃ)

بدقسمتی زمانہ سے طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرلی گئی ہیں مثلاً قبر پر اذان، قبر کا طواف قبروں پر سجدہ، بزرگوں کے مزارات پر صندل، عرس، قوالی، پھولوں کی چادریں، ناریل کے چڑھاوے، ان کے نام کی نذر ونیاز، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ آنا اور ان کا افعال ناکردنی کرنا، مزارات پر ڈھول تاشہ بجانا، اسی طرح شادی وغمی کی سینکڑوں بدعات، اللہ مسلمانوں کو ان بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آج اس بات کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو ان بدعات سے روکا جاتا مگر اس کے بجائے ان اعمال کو اعمالِ اسلامیہ بنایا جاتا ہے، رضا خانی فرقہ کی کتاب "تجانب اہل السنۃ" میں ہے "نماز روزہ میلاد گیارہویں شریف وسوم وچہلم وعرس وغیرہا اعمالِ اسلامیہ میں نہایت خاموشی کے ساتھ مشغول ہیں (تجانب ص ۱۵) دیکھا آپ نے رضا خانی فرقہ کے نزدیک اسلامی اعمال میں نماز روزہ کے بعد میلاد گیارہویں شریف، سوم، چہلم، عرس وغیرہ یعنی صندل، مزارات کے سجدے، طواف، قوالی، ناریل کے چڑھاوے اعمال اسلامیہ

میں شامل ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیہم طریق الہالکین

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ”ترویج بدعت موجب تخریب دین است وتعظیم مبتدع باعث ہدم اسلام۔ الیٰ قولہ۔ بدعت را در رنگ کلندی داند کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید وسنت را در رنگ کوکب درخشاں می نماید کہ در شب دیجور ضلالت ہدایت می فرماید (مکتوبات امام ربانی ص۲۸ ج۲ فارسی)

ترجمہ:۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے۔ الیٰ قولہ۔ بندہ بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص۲۲ ج۲ مکتوب نمبر ۲۳)

نیز تحریر فرماتے ہیں: ”عمل بدعت ازدیاد آں ظلمت می نماید وتقلیل نور سنت می سازد، وعمل سنت باعث تقلیل آں ظلمت است وتکثیر آں نور فمن شاء فلیکثر ظلمۃ البدعۃ ومن شاء فلیکثر نور السنۃ ومن شاء فلیکثر حزب الشیطان ومن شاء فلیکثر حزب اللہ الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون الا ان حزب اللہ ہم المفلحون۔

(مکتوبات امام ربانی ص۳۱ ج۲ مکتوب نمبر ۲۳ فارسی)

ترجمہ:۔ بدعت پر عمل کرنا اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعتوں کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور جو چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کے گروہ کو زیادہ کرے الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔ اور الا ان حزب اللہ ھم المفلحون جان لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ میں ہے اور خدائی فوج کامیاب ہے۔

(ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص۲۴ ج۲ مکتوب ۲۳)

اور ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں النصیحۃ ھی الدین ومتابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام واتیان السنۃ السنیۃ والاجتناب عن البدعۃ اللامرضیۃ وان کانت البدعۃ تری مثل فلق الصبح لانہ فی الحقیقۃ لا نور فیہا ولا ضیاء ولا للعلیل منہا شفاء ولا للداء منہا دواء کیف والبدعۃ اما رافعۃ للسنۃ او ساکتۃ عنہا والساکتۃ اما لابد وان تکون زائدۃ علی السنۃ فتکون ناسخۃ لہا فی الحقیقۃ ایضا لان الزیادۃ علی النص نسخ لہ فالبدعۃ کیف کانت تکون رافعۃ للسنۃ نقیضۃ لہا فلا خیر فیہا ولا حسن فیہا (مکتوبات امام ربانی ص $\frac{31}{2}$ ج ۲ مکتوب نمبر ۱۹ فارسی)

ترجمہ:۔ سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنتِ سنیہ کو بجا لائیں اور بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز کریں اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند (بظاہر) روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں کسی بیمار کی دوا اور بیمار کی شفاء ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت کی رافع ہوگی، یا رافع سنت ہونے سے ساکت ہوگی، ساکت ہونے کی صورت میں سنت پر ضرور زائد ہوگی تو درحقیقت سنت کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے، پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں۔ (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص $\frac{52-53}{2}$ ج ۲ مکتوب نمبر ۱۹)

اور ہدایت فرماتے ہیں: از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرع وزاری والتجا وافتقار وذل وانکسار در سر وجہار مسألت می نماید کہ ہرچہ در دین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمانہ خیر البشر وخلفائے راشدین او نبودہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را با جمعے

کرباو مستمند اند گرفتار عمل محدث مگردانا و مفتون حسن آں مبتدع مکناد بحرمت سید
المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است
حسنہ و سیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنحضور و خلفائے راشدین علیہ
وعلیہم الصلوات انتہا و من التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رفع سنت
نہ نماید و سیئہ آنکہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتے ازیں بدعتہا حسن و نورانیت
مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز
بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نظارت بینند فردا کہ حدید البصر کردن دانند کہ جز
خسارت و ندامت نتیجہ نداشت (مکتوبات امام ربانی ج ۱/۱۸۶ مکتوب نمبر ۱۸۶)

ترجمہ:- عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت و خواری کے ساتھ ظاہر
اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے اور جو کچھ اس دین میں محدث اور
مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات
کے زمانہ میں نہ تھا اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کے مانند ہو اس ضعیف کو ان
لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے
اور اس مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے بحرمۃ سید المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ
والسلام - بعض علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ و سیئہ حسنہ اس نیک
عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوا ہو،
اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور سیئہ اس بدعت کو کہتے ہیں جو سنت کو رفع کرے،
یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت
و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگرچہ آج اس مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت
کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھیں لیکن کل جبکہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ
اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہیں تھا (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص ۳۰۰-۲۹۹ جلد اول.
مکتوب ۱۸۶)

خدارا سنت کی قدر پہچانو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی سنتوں کو زندہ کرو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من تمسّك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد جس نے میری امت میں فساد کے وقت (یعنی غلبۂ بدعت کے وقت) میری ایک سنت اختیار کی تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے (مشکوۃ شریف ص۳۰) نیز فرمایا ومَن اَحَبَّ سنتی فقد اَحَبَّنی ومَن اَحَبَّنی كان معی فی الجنة جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (مشکوۃ شریف ص۳۰) نیز ارشاد فرماتے ہیں من حفظ سنتی اکرمه الله باربع خصال المحبة فی قلوب البَرَرَةِ، والهيبة فی قلوب الفَجَرَةِ، والسعة فی الرزق. والثقة فی الدین جس نے میری سنت کی حفاظت کی (یعنی دل وجان سے اس کو مضبوط پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کردے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) رزق فراخ کردے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا (شرح شرعۃ الاسلام لسید علی زادہ ص۸)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے. ان السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجی ومن تخلف عنها غرق. سنت کی مثال نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہوگیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا)

خدا تعالیٰ کا اعلان ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو اس کی عملی صورت یہ ہے کہ میری اتباع کرو، اور میرے نقشِ قدم

پر چلو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے مبارک طریقہ پر چلنے سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی؟ لہٰذا سعادت مندی اسی میں ہے کہ بدعت سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے بلکہ جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو تو ایسے فعل کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے وَمَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْبِدْعَةِ وَالسُّنَّةِ يُتْرَكُ لِاَنَّ تَرْكَ الْبِدْعَةِ لَازِمٌ یعنی جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے (فتح القدیر ص ۴۵۵ ج ۱ باب سجود السہو)

مجالس الابرار میں ہے فقد صَرَّحَ العلماء بان ما لم يُعلم صِحَّتُهٗ لا يصحّ اتباعه وان لم يُعلم بطلانه فضلاً عما عُلِمَ بُطلانُه - علماء اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس چیز کی صحت یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کا باطل ہونا بھی معلوم نہ ہو چہ جائے کہ اس کا باطل ہونا معلوم ہو جائے (یعنی جب اس چیز کا باطل ہونا معلوم ہو جائے تو بطریقہ اولیٰ اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا) (مجالس الابرار ص ۱۳۵ مجلس ۱۹)

بحرالرائق میں ہے ان الحکم اذا تَرَدَّدَ بین سنة وبدعة کان ترک البدعة راجحاً علی فعل السنة۔ جب کوئی حکم سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو بدعت کو چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی نسبت بہتر اور راجح ہوگا (بحرالرائق ص ۲۰ ج ۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے وَمَا تَرَدَّدَ بین البدعة والسُّنَّة يُتْرَكُ جو چیز سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے (ص ۱۷۹ ج ۱ مصری)

شامی میں ہے اذا تَرَدَّدَ الحكمُ بین سنةٍ وبدعةٍ کان ترک السنة راجحاً

علی فعل البدعۃ جب کوئی حکم سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو سنت کا
چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے راجح ہوگا (شامی ص ۶۰۰ ج ۱)

بلکہ یہاں تک ہدایت ہے کہ اگر کوئی بات دل میں آئے جو اسے اچھی معلوم ہو تو
فوراً اس پر عمل شروع نہ کردینا چاہئے تا آنکہ اس کا موافقِ سنت ہونا معلوم نہ ہوجائے
حضرت سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ا ینبغی لمن الہم شیئاً من الخیر ان
یعمل بہ حتی یسمع بہ فی الاثر فیحمد اللہ تعالیٰ اذ وافق ما فی نفسہ وانما قال
ہذا لان ما قد ابدع من الآراء قد قرع الاسماع وعلق بالقلوب وربما یشوش
صفاء القلب فیتخیل بسببہ الباطل حقاً فیحتاط فیہ بالاستظہار۔

(احیاء العلوم ص ۸۶ ج ۱۲)

یعنی: جس شخص کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اس پر عمل
نہ کرے جب تک کہ اس کا آثار کے موافق ہونا معلوم نہ ہوجائے۔ اگر آثار میں اس امر کا
وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جو بات اس کے دل میں آئی وہ آثار
کے مطابق ہوئی، اور یہ بات آپ نے (یعنی سلیمان دارانی نے) اس لئے فرمائی کہ اب
جو بہت سی نئی نئی راہیں پیدا ہوگئی ہیں ان کو سنکر آدمی کبھی دل میں جما لیتا ہے اور
اس سے بعض اوقات دل کی صفائی میں فرق آجاتا ہے اور اس کے سبب سے وہ امر
باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہے اس لئے احتیاط ضروری ہوا کہ جو امر دل میں پڑے اس
کی تائید آثار سے کرے (مذاق العارفین ص ۹۳ جلد اول)

اہل بدعت اذان قبر کے بارے میں کہتے ہیں کہ شیطان قبر میں داخل ہوکر مردہ کو
بہکاتا ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے لہذا اذان دینا چاہئے تاکہ مردہ اس کی
شرارت سے محفوظ رہ سکے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس دعوی کے ثبوت پر کوئی صحیح اور صریح حدیث اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کا عمل پیش کرنا چاہیے مگر اہل بدعت اس کے ثبوت پر کوئی صحیح اور صریح حدیث پیش نہیں کرتے، جب صحیح طریقہ سے اس کا ثبوت نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا اس پر عمل نہیں تو اسے کس طرح مسنون سمجھا جا سکتا ہے؛ اور بلا دلیل نقلی اس پر عمل پیرا ہونا بلکہ دوسروں کو اس پر مجبور کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ خاکم بدہن۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں تھا، اور اگر علم تھا تو آپ نے امت کو اذان کی ہدایت نہ فرما کر مردے کی خیر خواہی میں کوتاہی فرمائی (معاذ اللہ) اور اس کمی کو اب یہ اہل بدعت پوری کر رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں کار طفلاں تمام خواہد شد

اسی لئے کہا گیا ہے۔ نیم حکیم خطرۂ جان و نیم ملا خطرۂ ایمان۔

اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جہاں شیطان شرارت کرے وہاں اذان دینا چاہیے۔ حدیث میں ہے ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم (متفق علیہ) شیطان انسان کے بدن میں داخل ہو کر خون کی طرح دوڑتا ہے (اور انسان کو گمراہ کرتا ہے) (مشکوٰۃ شریف ص۱۸ باب فی الوسوسہ) اہل بدعت بتلائیں کیا اس وقت اذان دینا مسنون ہے؟

اسی طرح حدیث میں ہے کہ میاں بیوی جب صحبت کرتے ہیں تو شیطان شرارت کرتا ہے اور شامل ہونے کی کوشش کرتا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی کہ صحبت سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ اے اللہ تو ہمیں شیطان سے دور رکھ اور جو اولاد تو عطا کرے اسے بھی شیطانی اثر سے محفوظ رکھ۔ اور بوقت انزال دل میں یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ

فیارزقنی نصیبًا اے اللہ جو کچھ تو ہمیں عطا فرمائے اس میں شیطان کا حصہ نہ رکھو۔ (حصن حصین ص ۱۳۰)

کیا اہل بدعت بوقت صحبت اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ ہے؟! اسی طرح حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں خبیث جنات مرد اور عورتیں رہتی ہیں جو انسان کی شرمگاہ سے کھیلتے ہیں اور شرارت کرتے ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی کہ بیت الخلاء جانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

کیا یہ بدعتی بیت الخلاء میں جاتے وقت شیطانی شرارت سے محفوظ رہنے کے لئے اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ ہے؟؟؟ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ان مواقع میں اذان دینا ثابت نہیں اس لئے نہیں دیتے، اسی طرح قبر پر اذان دینا ثابت نہیں اس لئے قبر پر اذان نہیں دیتے اور نہ اسے مسنون سمجھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ امت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہ پر عمل کرنے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ واہل بیتہ

اہل طاعتہ اجمعین

کتاب الحظر والاباحۃ

ڈاڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈوانا

سوال (۱۷۸۲) بعض ملازمتوں کیلئے ڈاڑھی منڈانے کی شرط ہوتی ہے جسکی ڈاڑھی ہوتی ہے اس کو ملازمت نہیں ملتی اگر کوشش کے بعد مل بھی جائے تو تنخواہ نسبتاً کم ہوتی ہے، ایسی صورت میں ڈاڑھی منڈانا یا فرنچ کٹ رکھوانا کیسا ہے؟ مدلل ومفصل جواب کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے سامنے پوری وضاحت آجائے اور لوگ اس شنیع حرکت سے باز آئیں اور ڈاڑھی کی اہمیت ان کے دل میں پیدا ہو۔ بینوا توجروا۔ (از سورت)

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ مردوں کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے، ڈاڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے، اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت و بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں امتیاز و فرق کرنے والی ہے، اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے، اور آپ نے اپنی امت کو ڈاڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے، لہٰذا ڈاڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر امت کا اجماع ہے، حدیث میں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں: عشرٌ من الفطرۃ قصُّ الشارب واعفاء اللحیۃ الخ یعنی دس چیزیں فطرۃ میں سے ہیں (۱) مونچھوں کا کتروانا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈال کر صفائی کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) بدن کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف کے بال صاف کرنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا۔ راوی حدیث کو دسویں چیز یاد نہ رہی، فرماتے ہیں ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو (مسلم شریف ص ۱۲۹ باب خصال الفطرۃ۔ کتاب الطہارۃ)

اس حدیث میں جو کہ نہایت قوی ہے دس چیزوں کو جن میں سے ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کتروانا بھی ہے۔ فطرۃ بتلایا ہے اور فطرۃ عرف شرع میں اُن امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاءؑ اور رُسل کی معمول بہا اور متفق علیہ سنت ہو اور ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہو۔ صاحب مجمع البحار اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

عشر من الفطرۃ ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیہم السلام التی امرنا بالاقتداء بہم فیہا. ک : ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیہم السلام واتفقت علیہا الشرائع. فکانّھا امر جبلی فطروا علیہ — یعنی دس چیزیں فطرۃ یعنی سنت میں سے ہیں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ان سنتوں میں سے جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ) یعنی اس سنت قدیمہ میں سے جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمایا اور اس پر تمام شرائع متفق ہیں گویا کہ وہ امر جبلی ہے جس پر انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا گیا ہے (مجمع البحار ص ۱۳۰ فطر) امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا ومعناہ انھا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم یعنی فطرۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے (نووی شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم تمام شریعتوں میں تھا اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے عن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب – وفی روایۃ انہکوا الشوارب واعفوا اللحیٰ ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۳۸۰ باب الترجل) یعنی مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو (چھوٹی کرو) اور ڈاڑھی کو معاف رکھو (یعنی اسے نہ کاٹو) اور ایک حدیث میں ہے۔ ارخوا اللحیٰ۔ ڈاڑھی لٹکاؤ۔ ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صیغۂ امر کے ساتھ ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرما رہے ہیں اور امر حقیقت میں وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ نیز ڈاڑھی منڈانے میں کفار، اناث (عورتیں) اور مخنثوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جس کا ناجائز اور حرام ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ من تشبہ بقوم فہو منہم (ابو داؤد شریف) ایک حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں۔ اللہ لعنت کرتے ہیں ان مردوں پر (جو ڈاڑھی منڈا کر یا زنانہ لباس پہن کر) عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (مشکوٰۃ شریف ص۳۸۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں اور اسی طرح ان عورتوں پر (جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں) اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال دو — عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم (مشکوٰۃ شریف ص۳۸۰)

مالا بد منہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بزنان وزن را تشبہ بمردان مسلم را تشبہ بکفار

وفساق حرام است ۔ یعنی مرد کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورت کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالابد منہ ص۱۳۱) لہٰذا کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنا ضروری ہے، صلحاء کی مشابہت اختیار کرنا باعث فلاح ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

فَتَشَبَّهُوْا اِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اِنَّ التَّشَبُّهَ بِالْكِرَامِ فَلَاحٌ

نیز ڈاڑھی مرد کے لئے وقار اور زینت کی چیز ہے۔ تکملہ بحرالرائق میں ہے لان اللحیۃ فی اوانہا جمال (ص۲۳۲ ج۸) آسمانوں پر ملائکہ کی تسبیح ہے سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی ۔ (تکملہ بحرالرائق ص۲۳۲ ج۸) (شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ ص۱۳)

مفسرین نے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا بھی تغییر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا ہے (بیان القرآن ص۱۵۱ پارہ ۵ حاشیہ) (ترجمہ شیخ الہند ص۱۲۱ تفسیر حقانی ص۲۲۲ ج۲ پارہ ۵ سورۂ نساء) اور بالاتفاق تغییر خلق اللہ حرام ہے۔ شیطان لعین نے یہ کہا تھا کہ میں خدا کے بندوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈا کر اپنی فطری صورت بگاڑتے ہیں وہ شیطان لعین کے حکم کی تعمیل اور اس کی مرضی کا کام کرتے ہیں اور جو لوگ شیطان مردود کے فرماں بردار ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں پڑے گا۔

تفسیر روح البیان میں ہے حلق اللحیۃ قبیح بل مُثْلَةٌ وحرام وکان

حلق شعر الرأس فی حق المرأۃ مثلۃ منھیٌ عنھا وتفویتٌ للزینۃ کذلک حلق اللحیۃ مُثلَۃٌ فی حق الرجال وتَشبُّہٌ بالنساء منھی عنہ وتفویت للزینۃ قال الفقہاء اللحیۃ فی وقتھا جمال وفی حلقھا تفویتٌ للزینۃ علی الکمال ومن تسبیح الملائکۃ سبحان من زَیَّنَ الرجال باللُّحی وزَیَّنَ النساءَ بالذوائب۔

یعنی: ڈاڑھی منڈانا قبیح ہے بلکہ مثلہ اور حرام ہے جس طرح عورت اگر اپنے سر کے بال منڈا دے تو یہ مثلہ ہے جو ممنوع ہے اور اس سے عورت کی زینت ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح مرد اگر ڈاڑھی منڈا دے تو یہ بھی مثلہ ہے اور اس سے مردانہ شان ختم ہوجاتی ہے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی اپنے وقت میں جمال ہے اور اس کو منڈا دینا زینت کو ختم کرنا ہے اور ملائکہ کی تسبیح ہے، سبحان ...... پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں سے اور چوٹیوں سے۔ (روح البیان ص ۲۲۲ تحت الآیۃ وَاِذِ ابتلیٰ اِبراھیمَ رَبُّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّھُنَّ)

ہدایہ میں ہے لان حلق الشعر فی حقّھا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال یعنی عورت کا سر کے بال منڈانا مثلہ ہے جس طرح مرد کا ڈاڑھی منڈانا مثلہ ہے۔ (ہدایہ ص $\frac{۲۳۵}{ج ۱}$ باب الاحرام کتاب الحج) (ہکذا فی الجوہرۃ النیرۃ ص $\frac{۱۹۶}{ج ۱}$ کتاب الحج)

ڈاڑھی منڈانا قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، درمنثور میں ہے "قوم لوط دس برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی ان میں سے ایک ڈاڑھی منڈانا بھی ہے۔ واخرج اسحٰق بن بشیر والخطیب وابن عساکر عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر خصال عَمِلَتْھَا قوم لوط بھا اُھلکوا وتزیدھا امتی بخلۃ اتیان الرجل بعضھا بعضًا ۔ الی قولہ۔

وقص اللحیۃ وطول الشارب الخ (در منثور ص ۳۳۲ ج ۴ سورۂ انبیاء پارہ ۱۷ تحت الآیۃ۔ ولوطاً آتیناہ حکماً وعلماً ونجیناہ من القریۃ الخ)

جب کسریٰ کے دو قاصد ڈاڑھی منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ ان کی یہ صورت دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے پوچھا کہ ایسی صورت بنانے کا تمکو کس نے حکم دیا ہے؟ کہنے لگے ہمارے رب کسریٰ نے۔ آپ نے فرمایا لکن امرنی ربی ان احفی شاربی واعفی لحیتی۔ یعنی۔ لیکن میرے رب نے تو مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے (طبقات ابن سعد جلد اول۔ بحوالہ ڈاڑھی کا وجوب۔ مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ)

بڑی حیرت کا مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کافر کو ایسی حالت میں دیکھا تو اس ہیئت وصورت کو ناپسند فرماتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہو کر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی محبت کے دعویدار بن کر یہ شنیع حرکت کریں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اس سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی! اس کا اندازہ خود ناظرین لگالیں۔

ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے، ان کے نعتیہ کلام سے متأثر ہو کر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے، شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ ڈاڑھی منڈوانے میں مشغول تھے، ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا! آغا ریش می تراشی؟ (آقا آپ ڈاڑھی منڈاتے ہیں) اس نے کہا بلے دل کسے نمی تراشم (کہا ہاں! لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں، برا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے) ایرانی مسافر نے برجستہ کہا، آرے دل رسول خدا می تراشی، تو تو رسول اللہ علیہ وسلم کا دل دکھاتا ہے تب اسکے دل کی .

آنکھیں کھلیں اور قائل یا حالاً کہا سے

جزاک اللہ چشمم باز کردی مرا باجان جاں ہمساز کردی

رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو، لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا داڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن رویفع بن ثابت قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رُوَیفِعُ لَعَلَّ الحیٰوۃَ ستطول بك بعدی فاخبر الناس ان من عقد لحیتہ او تقلد وترا او استنجی برجیع دابۃ او عظم فان محمدا منہ برئ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲ باب آداب الخلاء)

جب داڑھی لٹکانے کے بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی؟ ناظرین اس کا خود اندازہ لگالیں! مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اسلامی شعار ہے اور منڈانا حرام ہے۔

احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا ایک مشت بلکہ اس سے کچھ زائد ہونا ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک میں خلال فرماتے تھے عن انس بن مالك ان رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کان اذا توضأ اخذ کفاً من ماء فادخلہ تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ و قال ھکذا امرنی ربی (ابوداؤد شریف باب تخلیل اللحیۃ) اور آپ کی داڑھی مبارک اتنی گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کو گھیر لیا تھا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ یملا الصدر (شمائل ترمذی) اور آپ ریش مبارک میں

کنگھی بھی فرماتے تھے عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن رأسہ وتسریح لحیتہ (شمائل ترمذی ص ۳) نیز روایتوں میں یہ بھی وارد ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے قبضہ سے زائد بالوں کو کتر لیتے تھے، ترمذی شریف کی روایت ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من لحیتہ من عرضہا وطولہا (ترمذی شریف ج۲ ص ۱۰۰ باب ما جاء فی الاخذ من اللحیۃ) شرح شرعۃ الاسلام میں بمقدار قبضہ کی صراحت آئی ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من لحیتہ طولاً وعرضاً علی قدر القبضۃ (شرح شرعۃ الاسلام ص ۲۹۹) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ "الطرائف والظرائف" میں تحریر فرماتے ہیں۔ فائدہ: روی الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من لحیتہ طولاً وعرضاً وفی مفاتیح وغرائب زاد آخر ایں حدیث لفظ اذا زاد علی قدر القبضۃ نیز نقل کردہ اند۔ یعنی "مفاتیح غرائب" میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک سے عرضاً وطولاً کترتے تھے جبکہ قبضہ کی مقدار سے زائد ہو جاتی۔ (الطرائف والظرائف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو آپ کے اقوال وافعال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اور آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے والے ہیں ان کے عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کے بڑے شیدائی ہیں امام بخاریؒ نے ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے

تھے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصہ زائد ہوتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے (بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ کتاب اللباس) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قُبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے (حاشیہ بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ حاشیہ نمبر ۱۲) ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے وقد روی عن ابی هريرة ايضا انه كان يقبض على لحيته فيأخذ ما فضل عن القبضة اسنده ابو شيبة ج ۲ ص ۱۰۰ حاشیہ نمبر ۱)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرض اور طول میں ڈاڑھی کترنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا، اور یہ ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے لہذا اس سے کم کرنا اور خشخشی ڈاڑھی رکھنا از روئے شرع جائز نہیں ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں اقوال فقہاء بھی ملاحظہ ہوں۔ امام محمد رحمہ اللہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں والسنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعة۔ ڈاڑھی کی مقدار مسنونہ ایک قبضہ ہے اور وہ اس طرح کہ ڈاڑھی مٹھی میں لے لے اور جو زائد ہو اسے کاٹ دے (کتاب الآثار)

درمختار میں ہے ولا بأس بأخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة (قوله والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن الامام قال وبه نأخذ محيط اه یعنی ڈاڑھی میں مقدار مسنون ایک مشت ہے۔ لہذا جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو اس کو کتر دے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (شامی ص ۳۵۱ ج ۵ کتاب الحظر والاباحۃ تحت فصل البیع) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم۔ (درمختار مع الشامی ص ۱۵۵ ج ۲)

ترجمہ:- اور ڈاڑھی میں سے لینا اس حال میں کہ وہ مشت سے کم رہ جائے جیسا کہ بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں، پس اس کو کسی نے مباح نہیں کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے، کذا فی فتح القدیر۔ غایۃ الاوطار ص ۵۲۴ ج ۱ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

قولہ: لم یبحہ احدٌ نص فی الاجماع (بوادر النوادر ص ۴۴۳ ج ۲) یعنی صاحب درمختار (و فتح القدیر) کا قول لم یبحہ احدٌ ڈاڑھی منڈانے اور کٹوانے کی حرمت پر اجماع کی صریح دلیل ہے

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے۔ وقال العلائی فی کتاب الصوم قبیل فصل العوارض ان من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال لم یبحہ احدٌ واخذ کلہا فعل یہود الھند ومجوس الاعاجم فحیث ادمن علی فعل ھذا المحرم یفسق وان لم یکن ممن یستخفونہ ولا یعدونہ قادحاً للعدالۃ والمروّۃ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ص ۳۵۱ ج ۱) خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے کو کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔

علامہ محمود خطاب لکھتے ہیں: فلذلک کان حلق اللحیۃ محرماً عند ائمۃ المسلمین المجتہدین ابی حنیفۃ ومالک والشافعی وغیرھم (المنہل ص ۱۸۶ ج ۱ بحوالہ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں) یعنی: اسی وجہ سے تمام ائمہ مجتہدین جیسے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔

فیض الباری شرح بخاری میں ہے: واما قطع ما دون ذلک فحرام اجماعاً بین الائمۃ رحمھم اللہ ڈاڑھی اس طرح کاٹنا کہ قبضہ سے کم رہ جائے باتفاق ائمہ

حرام ہے (ص ۳۸/ج ۴)

نصاب الاحتساب میں ہے ۔ مسئلہ : ھل یجوز حلق اللحیۃ کما یفعلہ الجوالقیون ؟ ۔ الجواب : لا یجوز ذکرہ فی کراھیۃ التجنیس والمزید وفی جنایات الھدایۃ وقال علیہ السلام احفوا الشوارب واعفوا اللحی ای قصوا الشوارب واترکوا اللحی ولا تحلقوھا ولا تقطعوھا ولا تنقصوھا عن القدر المسنون وھی القبضۃ ۔ ترجمہ : مسئلہ ۔ ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں ؟ الجواب ۔ التجنیس والمزید کی کتاب الکراہیۃ اور ہدایہ کے باب الجنایات میں مذکور ہے کہ (ڈاڑھی منڈانا) جائز نہیں ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مونچھوں کو چھوٹا کرو اور ڈاڑھیوں کو کمی کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور مقدار مسنون سے کم نہ کرو اور وہ ایک قبضہ ہے (نصاب الاحتساب ص ۱۴-۱۵ ، قلمی باب ۱۱)

مالابد منہ میں ہے ۔ تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است ۔ یعنی ڈاڑھی منڈانا اور ایک قبضہ سے کم رکھنا حرام ہے (مالابد منہ ص ۱۳۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : حلق کردن لحیہ حرام است و روش افرنج وہنود است وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است واورا سنت گویند بمعنی طریقۂ مسلوک در دین است یا بہ جہت آں کہ ثبوت آں بہ سنت است چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند ۔ یعنی ڈاڑھی منڈانا حرام ہے اور اہل مغرب اور ہندوؤں کا طریقہ ہے ڈاڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور اسی کو سنت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے ، یا اس لئے سنت کہا جاتا ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے چنانچہ نماز عید کو (اسی معنی کے اعتبار سے) سنت کہا جاتا ہے (حالانکہ وہ واجب ہے) (اشعۃ اللمعات ص ۲۱۲ /ج ۱)

الاختیار شرح المختار میں ہے واعفاء اللحی ۔ قال محمد عن ابی حنیفۃ ترکھا

حتی تکث وتکثر والتقصیر فیہا سنۃ وہو ان یقبض رجل لحیتہ فما زاد علی قبضۃ قطعہ لان اللحیۃ زینۃ وکثرتہا من کمال الزینۃ وطولہا الفاحش خلاف السنۃ — ترجمہ:۔ اعفاء اللحی — ڈاڑھی بڑھانا، امام محمدؒ کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ڈاڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہئے یہاں تک کہ گھنی ہوجائے اور بڑھ جائے اور ڈاڑھی میں قصر سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے، ڈاڑھی زینت ہے اور اس کا بھرپور ہونا (گھنی ہونا) کمالِ زینت ہے اور ڈاڑھی کی غیر معمولی درازی خلافِ سنت ہے

(الاختیار شرح المختار ص ۱۶۷ ج ۴)

امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں وقد اختلفوا فیما طال منہا فقیل ان یقبض الرجل علی لحیتہ واخذ ما فضل عن القبضۃ فلا بأس فقد فعلہ ابن عمر وجماعۃ من التابعین واستحسنہ الشعبی وابن سیرین وکرہہ الحسن وقتادۃ وقالا ترکہا عافیۃ احب لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعفوا اللحی (احیاء العلوم ص ۱۴۲ ج ۱)

ترجمہ:۔ لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ اگر ڈاڑھی لمبی ہوجائے تو کیا کرنا چاہئے بعض کا قول ہے کہ مقدار مشت چھوڑ کر باقی کاٹ ڈالے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور امام شعبی اور ابن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا ہے، حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کو لٹکی رہنے دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعفوا اللحی ڈاڑھی بڑھاؤ۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۱۵۹ ج ۱۶۰)

ان روایات واقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سنت مؤکدہ ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی لمبی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں اور مذاق سا بن جائے یہ بھی خلاف سنت ہے، لہٰذا لازمت

اور اچھی تنخواہ کے خاطر داڑھی منڈانا اور فرنچ کٹ بنانے کی شرط قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ حق تعالیٰ رزاق ہے اسی پر اعتماد و توکل کرنا چاہیئے، اس کے احکام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنا چاہیئے فرمانِ خداوندی ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (سورۂ عنکبوت پ۲۱) ترجمہ: کئی جاندار ایسے ہیں کہ آئندہ کیلئے اپنا رزق نہیں بچاتے خدا پاک ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تمکو بھی رزق دیتا ہے۔ اور ارشاد ربانی ہے ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اس کی نافرمانی اور گناہ کے کام نہیں کرتا) تو حق تعالیٰ اس کیلئے (مشکلات سے) نجات کی راہ نکالتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو کوئی خدا پر بھروسہ رکھتا ہے، (اس کی مشکلات حل کرنے کے لئے) خدا کافی ہے (سورۂ طلاق پ۲۸)

حدیث میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، بے شک اگر تم خدا پر مکمل طور پر توکل کرو تو وہ تمکو اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے جو صبح (اپنے گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون عَلَی اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وتروح بطانا (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۲)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب	گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم	تو کہ با دشمناں نظر داری

اے خدا! آپ جبکہ ایسے کریم ہیں کہ یہود ونصاریٰ، آتش پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ کو اپنے خزانۂ غیب سے روزی پہنچاتے ہیں، دشمنوں پر جب ایسی نظرِ کرم ہے تو اپنے دوستوں کو (جو تیرے عبادت گذار ہیں) کس طرح محروم رکھیں گے؟
(مقدمۂ گلستاں)

منقول ہے کہ کوّے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اس وقت اس کے بدن کے بال وپر سفید ہوتے ہیں، نر ومادہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے اگر ہمارا ہوتا تو ہم جیسا سیاہ ہی ہوتا، اس لئے وہ کھلانے سے گریز کرتے ہیں، بال وپر جب سیاہ ہونے لگتے ہیں تب اسے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور پھر کھلانا پلانا شروع کرتے ہیں جب تک اس کے بال وپر سیاہ نہیں ہوتے اس کمسپرسی کی حالت میں خدا تعالیٰ اسے اس طریقہ سے روزی پہنچاتے ہیں کہ بچہ جب اپنی چونچ بار بار کھولتا ہے تو اس وقت حشرات الارض اور جراثیم ہوا کے ذریعہ اس کے منھ میں پہونچ کر اس کی خوراک بنتے ہیں (ابن کثیر۔ مظاہر حق) اس طرح اللہ تعالیٰ کوّے کے بچہ کو روزی پہنچاتے ہیں تو کیا وہ ذات اپنے وفاشعار بندوں کو روزی نہیں پہنچائے گی؟ کیا وہ تمہیں بھوکا مارے گی؟ نہیں ہرگز نہیں!! بقول شاعر

غمِ روزی مخور، برہم مزن اوراقِ دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پُر کند پستانِ مادر را

فکرِ معاش میں حیران وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں خدا تو ایسی قدرت والے ہیں کہ بچہ کے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے پستانِ مادر میں دودھ مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح غیر المعقول طریقہ پر خوراک کا انتظام فرما دیتے ہیں، بے شک وہ بڑی شان اور قدرت والے ہیں اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ خدا کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا

چاہتا ہے تو وہ اس کو حکم دیتا ہے "کن" ہوجا۔ تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے
(سورہ یٰس پ ۲۳)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم وہو الہادی الی الصراط المستقیم۔

غیر مذبوحہ جانور کا گوشت خرید کر بلی کو کھلانا

سوال (۱۷۸۳) ہمارے یہاں ڈبے میں بیل کا گوشت ملتا ہے جو کہ حرام ہے یعنی غیر مذبوح ہوتا ہے مسلمان اس گوشت کو خرید کر بلی کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ (ریونین)

الجواب :- مردار اور حرام جانور کا گوشت ناپاک اور حرام ہے نہ تو کھانا درست اور نہ کسی طرح اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس کی خرید و فروخت بھی درست نہیں لہٰذا اس کو خرید کر بلی کو کھلانا جائز نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

مکھی کے کسی جز سے شربت کو سرخ بنایا گیا تو اس کا استعمال کیسا ہے؟

سوال (۱۷۸۴) یہاں دکانوں میں لال شربت ملتا ہے اس کے اندر جو سرخی اور لالی ہوتی ہے وہ ایک قسم کی مکھی سے کشید کی جاتی ہے، اس مکھی کو پیس کر یا کسی اور طریقہ سے سرخی کشید کرتے ہیں اور اس کو شربت میں ملاتے ہیں تو اس شربت کا پینا کیسا ہے؟ (از ریونین)

الجواب :- مکھی اور چیونٹی میں دم سائل نہیں ہے اس لئے پاک ہے مگر کھانا حلال نہیں، خارجی استعمال درست ہے، داخلی استعمال درست نہیں لہٰذا اس کا کوئی جز شربت میں پڑتا ہو تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا، درمختار میں

ہے۔ (ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ او مخلب یصید بمخلبہ ولا الحشرات) ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ (قولہ واحدھا حشرۃ) بالتحریک فیہما کالفارۃ والوزغۃ وسام ابرص والقنفذ والحیۃ والضفدع والزنبور والبرغوث والقمل والذباب والبعوض والقراد الخ (در مختار والشامی ص ۲۶۲ ج ۵ کتاب الذبائح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۹۰ھ

رمضان المبارک میں دن کے وقت ہوٹل کھولنا

سوال (۱۶۸۵) میرے ایک دوست کا ہوٹل ہے وہ ماہ رمضان المبارک میں دن کے وقت کھولنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جو غیر روزہ دار ہیں ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے تو دن میں ہوٹل کھولنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- ماہ مبارک کا احترام کرتے ہوئے دن کو کھانے پینے کی ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، کھانے پینے والا چاہے کوئی بھی ہو، یہ مبارک مہینہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اللہ کے شعائر کا احترام ضروری ہے قرآن میں ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ لہٰذا اگر دن کو ہوٹل کھانا کھلانے یا چائے پلانے کے لئے کھولیگا تو ماہِ مبارک کی حرمت باقی نہیں رہے گی اور کھولنے والا گنہگار ہوگا۔ البتہ شام کو افطاری سے کچھ پہلے لوگ افطاری کی چیزیں حلیم، فیرنی، سموسے وغیرہ خرید کر اپنے گھر لیجاتے ہوں تو اس میں کوئی خرابی نہیں کہ افطاری کا سامان ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول رہنا

سوال (۱۶۸۶) مسجد میں مجلس جما کر رات کے بارہ بجے تک دنیوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسجد میں دنیوی باتیں کرنا حرام ہے، مسجد کے باہر بھی اتنی دیر

تک دنیوی غیر ضروری باتوں میں مشغول رہنا برا ہے اسلئے کہ عشاء کے بعد جلدی سونے کا حکم ہے، حدیث میں عشاء کے بعد بے کار دنیوی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا عشاء کے بعد اتنی رات تک دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے اور اکثر ایسے لوگوں کی صبح کی جماعت فوت ہوجاتی ہے بلکہ بعض کی تو نماز بھی قضا ہوجاتی ہے اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ شامی میں ہے ویکرہ النوم قبلہا والحدیث بعدہا لنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہما الاحدیثاً فی خیر لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاسمر بعد الصلوٰۃ یعنی العشاء الاخیرۃ الخ .... وانما کرہ الحدیث بعدہا لانہ ربما یؤدی الی اللغو او الی تفویت الصبح او قیام اللیل لمن لہ عادۃ بہ واذا کان لحاجۃ مہمۃ فلا بأس۔ یعنی۔ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول رہنا مکروہ ہے البتہ خیر اور دین کی بات مکروہ نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر " لاسمر بعد الصلوٰۃ " عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول نہ ہونا چاہئے ـــ اور یہ اس بنا پر مکروہ ہے کہ بسا اوقات اس کی وجہ سے لغو اور بیکار باتوں میں مشغول ہو جاتی ہے اور کبھی صبح کی نماز یا تہجد گذار کی تہجد فوت ہوجاتی ہے، البتہ ضروری بات ہو تو حرج نہیں (شامی ص ۳۴۱ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ تحت قول وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل)

ابوداؤد شریف میں حدیث ہے ـ عن ابی برزۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن النوم قبلہا (ای قبل صلوٰۃ العشاء لما فیہ من خوف فوت الجماعۃ فی العشاء) والحدیث بعدہا (لانہ یؤدی الی الاکثار فیؤدی الی تفویت قیام اللیل بل صلوٰۃ الصبح ایضاً) (ابوداؤد شریف ص ۳۱۸ ج ۲ باب فی السمر بعد العشاء)

خدارا وقت کی قدر کیجئے اور زندگی کو غنیمت سمجھئے جو مانند برف کے پگھل رہی

ہے۔ بزرگوں کی زریں نصیحت ہے ؎

خیرے کن اے فلاں غنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

یعنی : نیکی کے کاموں میں لگے رہو اور عمر عزیز کو غنیمت سمجھو اس سے قبل کہ یہ اعلان ہو کہ فلاں میں بقا نہیں رہا (گلستاں) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوئی لوح دل از نقش غیر حق — علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

یعنی : اللہ کے ذکر کے علاوہ دوسرے کاموں میں مشغول رہنا زندگی برباد کرنا ہے عشق الٰہی کے سوا جو کچھ پڑھا جائے بیکار ہے ، اے سعدی ! تو دل کی تختی کو غیر اللہ کے نقش سے صاف کر دے جس علم سے اللہ تک رسائی نہ ہو وہ علم نہیں جہالت ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خواہ مخواہ شبہ کرنا

سوال (۱۷۸۷) امام و مؤذن کا کھانا محلہ میں سے متعدد گھروں سے آتا ہے اور جہاں سے کھانا آتا ہے ان کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ سود ، رشوت لیتے ہیں یا نہیں ؟ تو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ محلہ سے جو کھانا آتا ہے وہ حلال ہے شک نہ کیا جائے ، جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں کا ذریعہ معاش کا غالب حصہ سود یا رشوت کا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناجائز اور مشتبہ لباس تیار کرنا

سوال (۱۷۸۸) ایک مسلمان درزی دوسرے مسلمان کو یہود و نصاریٰ کا لباس سی کر دیتا ہے تو وہ درزی مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کی معاونت کرنے والوں میں داخل ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ایسا لباس جس میں کفار اور فساق سے تشبہ لازم آتا ہو مسلمان کے لئے پہننا مکروہ و ممنوع ہے۔ مالابدمنہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بہ زناں، وزن را تشبہ بہ مردان، و مسلم را تشبہ بہ کفار و فساق حرام است۔ یعنی مرد کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۱۳)

دیندار مسلمان اور علماء جس لباس کو اختیار کریں اسے اختیار کیا جائے اور جس لباس سے دیندار مسلمان اور علماء احتراز کریں اس سے بچا جائے، اور ایسا لباس جس میں کفار یا فساق سے مشابہت لازم آتی ہو تیار کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے شامی میں ہے۔ امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاط امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ۔ یعنی کسی موچی سے کسی نے یہ فرمائش کی کہ تو مجھ کو ایسا موزہ بنا دے جو مجوسیوں یا فاسقوں کے انداز پر ہے یا درزی سے کہا کہ تو مجھے اہل فسق کا لباس تیار کردے تو ان پیشہ وروں کو ایسی چیز کا بنا کر دینا شرعاً مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں کفار اور فساق سے مشابہت ہوتی ہے۔

(شامی ص ۳۴۵ ج ۵) (عمدۃ الآثام ص ۹۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۷۰۹) **ایک بیوی سے دوسری بیوی کے دیکھتے ہوئے ہمبستر ہونا**

ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں اور وہ دونوں کو ایک ہی مکان میں رکھتا ہے اور رات کو بھی ایک ہی بستر پر سلاتا ہے اور گاہے ایک سے دوسری کے دیکھتے ہوئے ہمبستری بھی کرتا ہے تو یہ حرکت کیسی ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- دوسری بیوی کے دیکھتے ہوئے صحبت کرنا بے حیائی ہے اور

دوسری عورت کا دل دکھانا ہے، ایک عورت کو دوسری عورت کا ستر دیکھنا بھی گناہ ہے، لہذا یہ طریقہ واجب الترک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے وطئ زوجتہ بحضرۃ ضرتھا او امتہ یکرہ عند محمدؒ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۱۹ کتاب الکراہیۃ (الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہندؤں کی مردہ نعش کو اجرت لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال (۱۷۹۰) یہاں کافروں کی مردہ نعش کو مسلم اداروں کی موٹریں ہسپتال سے لے کر ان کے مکان تک پہنچاتی ہیں اور یہ کام اجرت پر ہوتا ہے تو اس طرح اجرت لے کر کافروں کی نعش کو مسلم ادارے کی موٹر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس میں کوئی قباحت نہیں، نعش کو اٹھانے اور ہاتھ لگانے سے احتراز کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۷۹۱) ایک کنواری لڑکی اپنی غلط کاری کی وجہ سے حاملہ ہو گئی ہے اور اب اس کے حمل کو چار مہینے ہو چکے ہیں اور والدین کی عزت کا سوال ہے ایسی صورت میں حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بچہ کے بال انگلیاں پیر وغیرہ اعضاء بن چکے ہوں اور بچہ میں جان پڑ گئی ہو جس کی مدت ۱۲۰ دن ہے (یعنی چار مہینے) ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں حرام اور گناہ ہے، بچہ ضائع ہوگا اور اس کی ماں کی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنا ہے اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی وفی الذخیرۃ لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالوا ان مضت مدۃ ینفخ فیہ الروح

لا یباح لها وقبله اختلف المشائخ فيها النفخ مقدر بمائة وعشرين يوما بالحديث (رشادی ۳۳۶/۵) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۰ھ

مسجد کے قرآن کے پارے گھر لے جانا

سوال (۱۶۹۲) مسجد میں قرآن بصورت پارے رکھے جاتے ہیں انہیں گھروں میں ختم قرآن کے لئے لے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد میں پارے دینے کا مقصود یہ ہو کہ لوگ اسے اپنے مکان لے جائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس صورت گھر لے جانے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی تدبیر سے یا رشوت دیکر میونسپلٹی کو ٹیکس کم دینا

سوال (۱۶۹۳) ہماری کپڑے کی دوکان ہے اور ہم باہر سے مال منگواتے ہیں میونسپلٹی کے قانون کے اعتبار سے سو روپے کے مال پر ڈیڑھ روپیہ بطور ٹیکس حکومت کو دینا ضروری ہوتا ہے بہت سے لوگ کسی تدبیر سے یا افسر کو رشوت دیکر کم ٹیکس دیتے ہیں، تو یہ حرکت جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب: میونسپلٹی کا ٹیکس بچا کر پولیسوں اور افسروں کو رشوت دینا اور ان کو اس کا عادی بنانا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ ٹیکس پورا دیدیا جائے نہ دینے میں کبھی ذلیل اور بے عزت ہونے کا موقعہ آجاتا ہے اور خود کو ذلیل کرنا شرعاً جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہندوؤں کو نمستے کہنا

سوال (۱۶۹۴) ہندوؤں کو نمسکار یا نمستے کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اسکی اجازت نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] کیونکہ یہ مخصوص مذہبی الفاظ ہیں دوسرں تشبہ [illegible] البتہ جو الفاظ مذہبی نہیں ہیں بلکہ معاشرتی ہیں جیسے آداب! یا آداب عرض ہے! ان کا [illegible]

عورت کا پستان منہ میں لینا

سوال (۱۷۹۵) عمر بوقت صحبت غلبۂ شہوت سے اپنی نوجوان بیوی کے پستان منہ میں لیتا ہے، تو کیا عورت کے پستان کو منہ میں لینا جب کہ اس میں سے دودھ نہ نکلے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بچہ کی ولادت کی وجہ سے دودھ اتر آئے پھر یہ عمل کرے تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- شہوت کے جوش میں پستان منہ میں لینے پر مجبور ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا، البتہ دودھ پینا حرام ہے، مگر اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی کہ مدتِ رضاعت نہیں ہے۔ واذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم كذا في الهداية (عالمگیری ص ج۲ کتاب الرضاع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۷۹۶) جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع دلائل وجہ جواز تحریر فرماویں اور جو لوگ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں ان کا کیا جواب ہوگا؟ یہاں گجرات میں عام طور پر بکثرت کھایا جاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے۔ جھینگا میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے کیڑا ہونے کا شبہ ہے لہذا بنا بر اصل کے حلال ہے حرام قرار دینا صحیح نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے اس لئے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں اس لئے جھینگا حرام اور واجب الترک نہ ہوگا

یہ فتویٰ ہے اور بچنے میں تقویٰ ہے، اور تقویٰ مرتبہ کمال ہے ۔ کتب لغات وطب میں بالاتفاق اس کی تصریح ہے کہ جھینگا مچھلی ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) الروبیان (جھینگا) ھو السمك صغیر جداً احمر (حیوۃ الحیوان ص۲ ج۱)

(۲) الاربیان بالکسر سمکٌ کالدود (قاموس المحیط ص۲۳۲ ج۴ دارالمامون) (ص۲۵۴ ربع رابع۔ نولکشور)

(۳) (والاربیان بالکسر سمك کالدود) وفی الصحاح بیض من السمك کالدود یکون بالبصرۃ۔ فصل الراء من باب الواو والیاء (صحاح مع تاج العروس ص۱۴۳ ج۱۰) (امام بغوی والسید محمد مرتضی الزبیدی)

یعنی: اربیان ایک مچھلی کا نام ہے جو شکل وصورت میں کیڑے کی طرح ہوتی ہے۔

(۴) اربیان نوعی از ماہی (صراح ص۵۶ باب الواو والیاء فصل الراء۔ نولکشور)

(۵) اربیان نوعی از ماہی است کہ آں را ہندی جھینگا می گویند (منتہی الارب فی لغتہ العرب ص۱۲۰ ربع دوم)

(۶) اربیان بفتح الف وبائی تازی ملخ آب وآن نوعی از ماہی خورداست کہ ہندی جھینگا گویند وبتازی جراد البحر گویند (شمس اللغات ص۴۲ فارسی)

(۷) مچھلی جھینگا ماہی روبیان ۔ حلال مچھلی ہے، اس کی مونچھیں لمبی ہوتی ہیں رنگ سفید ذائقہ شیریں لبساندہ (مخزن المفردات)

(۸) روبیان اسم مضرب من السمک (تذکرہ داؤد انطاکی)

(۹) الاربیان ۔ جھینگا مچھلی (المنجد اردو ص۵۲ مطبع مصطفائیہ)

(۱۰) جھینگا اگر مچھلی کی قسم ہے تو مباح ہے، لیکن کچھ شک کی وجہ سے تردد ہو گیا ہے۔ اور اظہر یہ ہے کہ مباح ہے (عین الہدایہ ص۱۷۳ ج۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

ماہی روبیان کا حکم

الجواب :- اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بجمیع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں، سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہو جاوے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمدؒ مخالف ہیں کما نقلہ الشامی۔ اس وقت میرے پاس حیوۃ الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے الروبیان ہو السمک صغیر جداً۔ اور اسکے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں پس یہ مقتضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے اس میں تو اس کو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہیں مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے پس اس سے اور بھی تائید ہو گئی، بہر حال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ واللہ اعلم

۱۱ر ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ امداد ج ۲ ص ۱۲۷ (امداد الفتاوی ص ۱۰۱ ج ۴)

ایضاً :- سوال (۵۸) اوجھڑی کا کھانا کہ وہ کس قسم کا ہے اور جھینگا دریائی کہ جو بنگال اور مدراس میں اکثر کھایا جاتا ہے کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب :- فقہاء نے اوجھڑی کو بمنزلہ لحم لکھا ہے، کما فی رد المحتار (ج ۵) اور درمختار وغیرہ میں تمام انواع سمک کو حلال کہا ہے، اور سمک ہونا یہ عدول مبصرین کے اخبار پر ہے اور جھینگا مچھلی کو حیوۃ الحیوان میں سمک لکھا ہے اسلئے اوجھڑی اور جھینگا مچھلی دونوں حلال ہیں۔ اور جھینگا کے لفظ سے شبہ نہ کیا جاوے جیسا کہ ارباہن کی لغت مصرح ہے اور لفظ نار سے اس میں شبہ نہیں کیا گیا۔ ۹ رجب ۱۳۲۱ھ

(تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی ص ۱۲۲ ج ۲)

حضرت علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

"وجھینگہ کہ آں را اربیان بکسر ہمزہ میگویند چنانچہ از صحاح وغیرہ مفہوم می شود حلال است، چہ آں نوعیست از انواع سمک والسمک بجمیع انواعہ حلال لاتفاق وآنانکہ قائل بحرمتش شدہ اند منشائی آن فہمیدن جھینگہ را خارج از اقسام سمک است ولیس کذلک، در حمادیہ می آرد، الدودی الذی یقال لہ جھینگہ حرام عند بعض العلماء لانہ لایشبہ السمک فانما یباح عندنا من صید البحر انواع السمک وہذا لایکون کذلک وقال بعضہم حلال لانہ یسمیٰ باسم السمک واللہ اعلم حررہ (علامہ) محمد عبدالحی عفا اللہ عنہ (مجموعہ فتاویٰ قدیم ج ۱ ص ۱۷)

یعنی: جھینگا جس کو اربیان بھی کہتے ہیں جیسا کہ صحاح سے مفہوم ہے حلال ہے کیوں کہ یہ بھی مچھلی کی ایک قسم ہے اور مچھلی بجمیع انواعہ بالاتفاق حلال ہے اور جن لوگوں نے اس کو حرام قرار دیا ہے محض اس کو مچھلی کی انواع سے خارج تصور کرتے ہوئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، حمادیہ میں ہے کیڑا جسے جھینگہ کہا جاتا ہے بعض علماء کے نزدیک حرام ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ دریا کا شکار جو از قسم مچھلی ہے وہ حلال ہے اور یہ جھینگہ از قسم سمک نہیں ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ جھینگہ حلال ہے اس لئے کہ اس کو سمک (مچھلی) کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چوروں کے خوف سے کتا پالنا

سوال (۱۷۹۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے گھر میں چار مرتبہ چوری ہوئی اس لئے خیال ہوتا ہے کہ حفاظت کی نیت سے کتا پالوں تو اس بارہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کچھ کتابوں کے مطالعہ سے

اتنا معلوم ہوا کہ شکار کیلئے اور کھیتی باڑی کی حفاظت کیلئے کتا پالنے کی گنجائش ہے چونکہ ہمارے گھر میں بار بار چوری ہونے کی وجہ سے بچوں اور عورتوں کے دل میں دہشت اور خوف پیدا ہوگیا ہے تو اس حالت میں میرے لئے کتا پالنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب چوروں کا اس قدر خوف ہے اور ان کے دفع کرنے کا کوئی اور علاج نہیں ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں بغرض حفاظت جان و مال کتا پالنا درست ہے۔ وفی الاجناس لا ینبغی ان یتخذ کلبا الا ان یخاف من اللصوص او غیرهم۔ الیٰ قوله ۔۔ ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لاجل الحرس جائز شرعاً وکذا اقتناءه للاصطیاد مباح وکذا اقتناءه لحفظ الزرع والماشیة جائز کذا فی الذخیرة (فتاوی عالمگیری ص ۲۲۰ ج ۴)

وفی فتح القدیر والانتفاع بالکلب للحراسة والاصطیاد جائز اجماعاً لکن لا ینبغی ان یتخذ فی داره الا ان خاف اللصوص او عدواً الخ (البحر الرائق ص ۱۷۳ ج ۶ کتاب البیوع باب المتفرقات) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کی ختنہ کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۹۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ لڑکیوں کی ختنہ کرانا اسلام میں ہے یا نہیں؟ بحوالہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قوی یہ ہے کہ عورتوں کی ختنہ سنت نہیں ہے، جائز ہے اس میں مردوں کا مفاد ہے کہ اَلَذّ ہے جماع میں۔ وختان المرأة لیس بسنة بل مکرمة للرجال وقیل سنة (درمختار) (قوله بل مکرمة للرجال) لانه الَذّ فی الجماع زیلعی (قوله وقیل سنة) جزم به البزازی معللاً انه نص علی ان الخنثیٰ تختن (الیٰ قوله) ولا یفید ذلک سنیة للمرأة تامل الخ (شامی ص ۶۵۷ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

کسی دوسرے شخص کو آنکھ دینے کی وصیت کرنا اور اس کو خون پر قیاس کرنا

سوال (۱۷۹۹) آج کل آنکھوں کی بنک قائم ہے اور لوگ یہ وصیت کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہماری آنکھ اس بنک کو دیدی جائے، بنک والے وہ آنکھ کسی آنکھ کے مریض یا کسی نابینا کو لگاتے ہیں جس سے بسا اوقات مریض کو فائدہ ہوتا ہے تو انسان کی آنکھ سے اس طرح فائدہ اٹھانا اور انسان کا اپنی آنکھ کی وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انسانی خون کا استعمال بوقت مجبوری جائز ہے کیا اس پر قیاس کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- موت اور ہلاکت سے بچانے کیلئے انسان کا خون بذریعہ انجکشن لے کر انجکشن کے ذریعہ مریض کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے، یہ بوقت اضطرار جائز ہے، آنکھ کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے خون نکالنے میں وہ تکلیف نہیں ہے جو آنکھ نکالنے میں عموماً ہوتی ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کسر عظم المیت ککسر عظم الحی۔ مرے ہوئے انسان کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے مماثل ہے (ابوداؤد شریف ص۱۰۲ ج۲) (موطا امام مالک ص۹۰) (شرح سیر کبیر ص۹ ج۱) اور میت کے کسی جزء سے انتفاع جائز نہیں اس کے احترام کی وجہ سے۔ لا یجوز ان یتداوی بشیء من الآدمی الحی کذالک لا یجوز ان یتداوی بعظم المیت الاتریٰ انہ قال علیہ السلام کسر عظم المیت ککسر عظم الحی (شرح سیر کبیر ج۱)

نیز جسم سے خون نکالنا مثلہ نہیں ہے اور نہ اس سے بدن میں کوئی ظاہری عیب پیدا ہوتا ہے (اور یہ تو شرط ہی ہے کہ جس کا خون نکالا جا رہا ہے اس کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو) بخلاف آنکھ نکالنے کے، کہ آنکھ نکالنے سے ظاہری عیب بھی

پیدا ہوتا ہے اور آنکھ نکالنا مثلہ بھی ہے اور مثلہ حرام ہے، لہذا زندگی میں یا موت کے بعد بطور بیع یا ہبہ کسی کو اپنی آنکھ دینا یا وصیت کرنا اور مریض کا اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، نفع سے انکار نہیں لیکن (قولہ تعالیٰ) واثمھما اکبر من نفعھما کے اصول پر حرام ہی ہوگا کہ نقصان نفع سے زیادہ ہے اور اس طریقہ میں انسانیت کی توہین بھی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

انگریزی بال رکھنا

سوال (۱۸۰۰) انگریزی بال کہ جس میں پیچھے کے حصہ کے بال چھانٹے جاتے ہیں، آگے کے بال بہ نسبت پیچھے کے حصہ کے بڑے ہوتے ہیں تو ایسے بال رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زلفی بال رکھتے تھے، موئے مبارک کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانۂ مبارک سے چھو جاتے، اور ایک مرتبہ آپ نے حج کے موقعہ پر اپنا سر مبارک منڈایا بھی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ بعض صحابہ سے بھی سر منڈانا ثابت ہے اس لئے سنت یہ ہے کہ پورے سر پر بال رکھے جائیں یا سب کے سب منڈا دیئے جائیں یا مساوی طور پر کٹا دیئے جائیں، کچھ حصہ منڈانا اور کچھ حصہ میں بال رکھنا، یا چھوٹے بڑے اتار چڑھاؤ بال رکھنا جو آج کل فیشن ہے اور انگریزی بال سے موسوم ہے یہ خلاف سنت ہے، نصاریٰ، فساق اور فجار کی ہیئت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع کو منع فرمایا ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈے جائیں اور بعض حصے کے چھوڑ دیئے جائیں عن ابن عمر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القزع والقزع ان یحلق رأس الصبی فیترک بعض شعرہ (ابوداؤد ص۲۲۲ ج۲ مشکوٰۃ شریف ص۳۸۰) بخاری میں قزع کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے "آگے سے بال چھوڑ دینا اور سر کا پچھلا حصہ منڈا دینا" ولکن القزع ان یترک

بناصیتہ شعر ولیس فی راسہ غیرہ (بخاری شریف ص ۸۷۷ ج ۲)

دوسری ایک حدیث ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کے سر کے بعض حصے کے بال مونڈے ہوئے ہیں اور بعض حصے میں بال چھوڑ دیئے گئے ہیں تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر بال مونڈنا ہو تو پورے سر کے بال مونڈو اور اگر بال رکھنا ہو تو پورے سر پر بال رکھو۔ عن نافع عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی صبیاً قد حلق بعض رأسہ وترک بعضہ فنہاھم عن ذلک فقال احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ (ابوداؤد شریف ص ۲۲۵ ج ۲ ؛ مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰ باب الترجل)

شامی میں ہے (قولہ واما حلق رأسہ الخ) وفی الروضۃ للزندویسی ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق او الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلثۃ۔ الی قولہ۔ ویکرہ القزع وھو ان یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلثۃ اصابع الخ یعنی علامہ زندویسی کی روضہ میں ہے سر کے بال رکھنے کے سلسلہ میں سنت طریقہ یا تو فرق (سر پر بال رکھنا) ہے یا حلق (سر منڈانا) ہے علامہ طحاویؒ نے فرمایا ہے کہ حلق سنت ہے اور علماء ثلثہ امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ الی قولہ۔ اور قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈے جائیں اور بعض کے چھوڑ دیئے جائیں (شامی ص ۳۵۹ ج ۵)

عالمگیری میں ہے یستحب حلق الرأس فی کل جمعۃ کذا فی الغرائب۔ الی قولہ۔ ویکرہ القزع وھو ان یحلق البعض ویترک البعض مقدار ثلثۃ اصابع کذا فی الغرائب۔ یعنی غرائب میں ہے کہ ہر جمعہ سر منڈانا مستحب ہے

--- الیٰ قولہ --- اور قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصہ کے بال مونڈے اور بعض حصہ میں تین انگلیوں کے بقدر چھوڑ دے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۴۸ ج ۲ کتاب الکراہیۃ)

بہشتی گوہر میں ہے۔ مسئلہ :- پورے سر پر بال رکھنا نرمۂ گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے سنت ہے، اور اگر سر منڈائے تو پورا سر منڈا دینا سنت ہے اور کترانا درست ہے مگر سب کتروانا اور آگے کی جانب کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں اور اسی طرح کچھ حصہ منڈوانا کچھ رہنے دینا درست نہیں (بہشتی گوہر ص ۱۳۴)

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ

سوال :- کیا انگریزی بال رکھنا جائز نہیں ہے؟

جواب :- انگریزی بال رکھنا مکروہ ہے (کفایت المفتی ص ۱۷۰ ج ۹)

لہٰذا انگریزی اور فیشن ایبل بال رکھنا مکروہ ہے اس میں غیر قوموں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور حدیث میں غیروں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے مشہور حدیث ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں شمار ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵)

مالابدمنہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بزناں وزن را تشبہ بمرداں، ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور اسی طرح مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۱۳۱)

احادیث میں ایسی مشابہت پر سخت وعید آئی ہے، حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں لعنت فرمائی ہے اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور فرمایا ان کو اپنے گھروں سے نکالدو ۔۔۔ ایک دوسری حدیث میں ہے وعنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (بخاری شریف ۸۷۴/۲) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰)

لہذا کفار و فساق و فجار کی مشابہت سے احتراز کیا جائے اور ایسی وضع اختیار کرنے سے اپنے آپ کو بچایا جائے، علماء و صلحاء کی مشابہت اختیار کی جائے وہی مستحسن ہے ۔

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم — فان التشبہ بالکرام فلاح

صلحاء کی مشابہت اختیار کرو اگرچہ تم ان جیسے نہیں ہو کہ نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے میں فلاح ہے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

عورت اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرکے اپنی چوٹی میں ملا سکتی ہے یا نہیں ؟

سوال (۱۰۰۱) عورت اگر اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرکے اپنی چوٹی میں ملائے تو کیا حکم ہے؟ اگر کالے تاگے کی رسی جو بالوں کے مشابہ ہوتی ہے، ملائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا ۔

الجواب :- عورت اپنے گرے ہوئے بال بالوں میں نہ ملائے، ممنوع ہے۔

تا گا ملا سکتی ہے۔ وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها الخ (در مختار) (قوله سواء کان شعرها او شعر غیرها) لما فیه من التزویر کما یظہر مما یأتی وفی شعر غیرها انتفاع بجزء الآدمی ایضاً لکن فی التتارخانیة واذا وصلت المرأة شعرها بشعرها فهو مکروه وانما الرخصة فی غیر شعر بنی آدم تتخذه المرأة لتزید فی قرونها وهو مروی عن ابی یوسف وفی الخانیة ولا بأس للمرأة ان تجعل فی قرونها وذوائبها شیئا من الوبر (شامی ص ۲۳۸ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سونے کے بٹن استعمال کرنا

سوال (۱۸۰۲) سونے کے بٹن استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سونے کی گھنڈی جو کپڑے سے الگ نہیں ہوتی، ملحق ہوتی ہے، جائز ہے۔ جو سونے کے بٹن گھنڈی کے مانند نہیں ہیں الگ ہوتے رہتے ہیں اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

الجواب:۔ مدت ہوئی حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ اس ازرار سے مراد کلابتوں کی گھنڈی ہے، بٹن اس میں داخل نہیں، ان کے صاحبزادے قاری عبدالسلام مرحوم سے سن کر صفائی معاملات کے اس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا ہے، اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ (ترجیح خامسہ ص ۱۱۲) (امداد الفتاویٰ ص ۱۳۵-۱۳۶ ج ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چہرہ بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۰۳) ڈاڑھی ترشوا کر چہرہ بنوانا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو

کتنا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اس طرح چہرہ بنوانا کہ ہر طرف سے ایک مشت ڈاڑھی باقی رہے درست ہے اگر ایک مشت سے کم رہے تو اس کی اجازت نہیں ولا بأس باخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ (قولہ والسنۃ فیہا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منہا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ ناخذ محیط (در مختار والشامی ص ۳۵۹ ج ۵)
دونوں رخسار پر جبڑے کی حد سے آگے بال نکل آئے ہوں اور چہرہ بدوضع معلوم ہوتا ہو تو ان بالوں کو بھی صاف کرا سکتے ہیں۔ عمدۃ الانام میں ہے : ڈاڑھی کے جو بال رخسار کی طرف بڑھ جاتے ہیں ان کو برابر کر دینے میں یعنی خط بنوانے میں کوئی حرج نہیں ہے (عالمگیری) (عمدۃ الانام۔ مرتب مولوی محمد یار حسین حنفی گوپاموی) فقط واللہ اعلم بالصواب

ناعرم عورت کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا

سوال (۱۸۰۴) نامحرم عورتوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ نامحرم عورتوں کو سلام کرنا بہتر نہیں ہے، اور اگر نامحرم عورت سلام کرے تو دل ہی دل میں جواب دیدے زبان سے جواب نہ دے اور اگر بوڑھی عورت ہو تو زبان سے بھی جواب دے سکتے ہیں ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزاً عطست او سلمت فیشمتہا ویرد السلام علیہا والا لا (قولہ والا لا) ای وان لا تکن عجوزاً بل شابۃ لا یشمتہا ولا یرد السلام بلسانہ (در مختار والشامی ص ۳۲۲ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۱ شوال المکرم

ریڈیو بنانا، فروخت کرنا اور خریدنا

سوال (۱۸۰۵) زید کے پاس ریڈیو کا کارخانہ ہے جس میں وہ خود بھی ریڈیو

بناتا ہے اور پھر دوسری کمپنیوں کو فروخت کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ اور بکر اس نیت سے ریڈیو خریدتا ہے کہ قرأت تقریر اور خبریں سنا کرے گا مگر بکر کے گھر والے اس کا گانے بجانے میں بھی استعمال کرتے ہیں تو بکر کا ریڈیو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ ریڈیو خبریں اور تقاریر سننے کے لئے وضع ہوا ہے لیکن اب زیادہ تر گانے بجانے اور لہو ولعب میں استعمال ہونے لگا ہے اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو خبریں، تقریریں اور بیانات وغیرہ جائز چیزوں کے سننے میں اس کا استعمال کرتے ہیں لہٰذا اس کو آلات لہو و طرب میں داخل نہیں کیا جائیگا، ناجائز طریقہ پر استعمال کرنے کا جرم ان پر عائد ہوگا جو اس کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں لہٰذا اس کا بنانا فروخت کرنا جائز طریقہ سے استعمال کی نیت سے خریدنا اور اس کی مرمت کرنا و ملازمت کرنا فی نفسہ مباح ہے مگر تقویٰ اور احتیاط بچنے میں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی کے اس حصہ میں جہاں بال نہیں ہیں بال آنے کی نیت سے استرا پھیرنا

سوال (۱۸۰۶) میری داڑھی نکلی ہے مگر درمیان میں بعض جگہ بالکل بال نہیں ہیں اس لئے بدنما اور برا معلوم ہوتا ہے، بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ اگر خالی جگہ پر استرا پھیرا جائے تو بال نکل آتے ہیں اس نیت سے موضع ریش پر استرا پھیرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ موضع ریش کا بعض حصہ بالوں سے خالی ہو تو بال نکل آئیں اور ریش بھر جائے اس غرض سے خالی جگہ پر بطور علاج استرا پھرانے میں مضائقہ نہیں ہے، اگر موضع ریش پر چھوٹے اور متفرق بال ہوں تو بڑھانے اور ملانے کی غرض سے ان بالوں کو مونڈنا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

مرد کا عورت کی شرمگاہ کو چومنا اور عورت کے منہ میں اپنا عضو مخصوص دینا

سوال (۱۸۰۷) مرد و عورت جب پاک ہوں تو ان کی شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر بوقتِ ہمبستری عورت مرد کی شرمگاہ کو منہ میں لیوے یا مرد اسکے منھ میں دیدے، اسی طرح اگر مرد عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو زبان لگائے، چومے تو ایسی حرکتوں میں قباحت ہے یا نہیں؟ گناہ ہوگا یا نہیں؟ ایسے مسائل کے دریافت کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے مگر ضرورۃً دریافت کیا ہے معاف فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- دین کے مسائل واحکام دریافت کرنے میں شرم وحیا کو آڑ نہیں بنانا چاہئے اگر شرم وحیا کا لحاظ کرکے دینی احکام معلوم نہ کئے جائیں تو شرعی احکام کا علم کیسے ہوگا؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیِ مِنَ الْحَقِّ (اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا) لہذا مسائل کے دریافت کرنے میں شرم وحیا کو حجاب نہ بنانا چاہئے، بے شک شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ لگایا جائے اور منہ میں لیا جائے اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے۔ ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز (خصلت) ہوسکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ مَقْعَد (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے، تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرمگاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں، بکروں وغیرہ حیوانات کی خصلت کے مشابہ ہے اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کرکے ختم کرلے، البتہ عورت فاعل نہیں ہے، مفعول ہوتی ہے، پس صحبت اسکے اختیار کی بات نہیں ہے اسلئے اگر وہ صحبت کی درخواست کرنے میں شرم محسوس کرے اور شہوت سے مغلوب ہوکر

مرد کے عضو مخصوص کو منہ میں لے لے تو معذوری ہے لیکن اس کی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فی النوازل اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأتہ قد قیل یکرہ وقد قیل بخلافہ کذا فی الذخیرۃ (عالمگیری ص ۲۴۲ ج ۴ کتاب الکراھیۃ الباب الثلثون فی المتفرقات)

غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کر سکتا ہے؟ ایک شاعر کہتا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھوؤں تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

یادگار کیلئے یا وطن بھیجنے کیلئے یا شادی کے لئے فوٹو کھنچوانا

سوال (۱۸۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوٹو کھنچوایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا بہت گناہ ہے تو اس کو بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی اب اس گناہ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے؟ اور یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا شادی کی غرض سے لڑکے اور لڑکی کو بتلانے کیلئے تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ضرورت اور قانونی شرعی مجبوری کے بغیر تصویر بنانا اور بنوانا جائز نہیں گناہ کا کام ہے بنوالی ہو تو ضائع کر دی جائے اور توبہ استغفار کرے اللہ سے معافی مانگے۔ یادگار کیلئے یا وطن بھیجنے کیلئے یا لڑکی لڑکے کو بتانے کے لئے تصویر بنوانے کی شرعاً اجازت نہیں، جس کو دیکھنے کی ضرورت ہو وہ جا کر دیکھ لے اور اسمیں تصویر کشی کے گناہ کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نازک بچہ کو ختنہ کے وقت بھنگ کھلانا

سوال (۱۸۰۹) میرا فرزند عتیق الرحمٰن سلمہٗ نہایت نازک اور غضب ناک بچہ ہے عمر تین چار سال کے درمیان ہے، کبھی معمولی سزا دینے بلکہ غصہ کرنے پر ایسا لگتا ہے کہ دیر تک آواز نہیں نکلتی، سارا گھر بے چین ہو جاتا ہے منہ پر پانی چھڑکا جاتا ہے تب جا کر کہیں آواز نکلتی ہے، ایسی حالت میں ختنہ کرانے میں ڈر لگتا ہے، ایسے بچوں کو ختنہ کرنے والا شیرینی کے ساتھ کچھ بھنگ کھلا کر غنودگی کی سی حالت ہونے پر ختنہ کرتا ہے تاکہ تکلیف کا احساس نہ ہو یا کم ہو شرعاً اس کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ عذر شرعی ہے، اس میں بقدر ضرورت تھوڑی سی بھنگ جس میں شراب وغیرہ نجس چیز کی آمیزش نہ ہو پلا دینے کی گنجائش ہے، شامی میں ہے (فرع) تقدم فی الحظر والاباحۃ عن التتارخانیۃ انہ لا بأس بشرب ما یذھب بالعقل لقطع نحو اکلۃ اقول ینبغی تقییدہ بغیر الخمر وظاھرہ انہ لا یتقید بنحو بنج من غیر المائع وقیدہ بہ الشافعیۃ واللہ تعالیٰ اعلم (شامی ص۲۰۲ ج۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دیوی، دیوتاؤں کی تصویروں کو فریم کرنا کیسا ہے

سوال (۱۸۱۰) زید نقشوں اور تصویروں کو شیشے میں لگانے اور طغری بنانے کا کام کرتا ہے جس میں کفار کی دیوی، دیوتاؤں کی تصویریں بھی آتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ زید ایسی تصویروں کی فریم بنا کر اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عمل اور محنت کی اجرت تو فی نفسہ جائز ہے لیکن یہ عمل اعانت علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فلمی کام کرنیوالوں کو ہوٹل کے کمرے کرایہ پر دینا

سوال (۱۸۱۱) میرے دوست کا ایک ہوٹل ہے اور اسکے ساتھ گیسٹ ہاؤس بھی ہے اسمیں مسافر آکر کرایہ پر رہتے ہیں، ان مسافروں میں کبھی چند مسافر ایسے بھی ہوتے ہیں جو فلمی کام کرنے والے یا قوال ہوتے ہیں انکے ساتھ اجنبی عورتیں بھی ہوتی ہیں اور وہ مخلوط رہتے ہیں اور اپنا پروگرام بناتے ہیں، ایسے لوگوں کو کمرے کرایہ پر دینا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جانتے ہوئے ایسے بدکاروں کو کمرہ کرایہ پر دینا اعانت علی المعصیت کی وجہ سے درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

میت والے کے مکان پر عید کے روز کھانا بھیجنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۱۲) ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو یہ رواج ہیکہ عید کے روز مختلف احباب کھانا لیکر حاضر ہوتے ہیں، اس سے گویا صاحب خانہ کی تعزیت اور ہمدردی اور احسان کرنا مقصود ہوتا ہے تو یہ دستور کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عید کے روز میت والے کے مکان پر کھانا بھیجنے کا دستور غلط اور قابل ترک ہے، تعزیت تین دن تک ہے اور ایک مرتبہ تعزیت کے بعد دوسری دفعہ تعزیت نہیں ہے اور میت کے گھر کھانا بھیجنا پہلے دن مسنون ہے اسکے بعد خصوصاً عید کے دن کھانا بھیجنے کی رسم کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے غیروں کا ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

مصنوعی دانتوں میں سونے کے دانت بنوانا

سوال (۱۸۱۳) عذر کے وقت سونے کے ایک دو دانت لگوانا جائز ہے، لیکن اگر کسی کے سب دانت مصنوعی ہوں اور ان مصنوعی دانتوں میں جسے چوکھٹہ کہتے ہیں سونے کے ایک دو دانت لگوالے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اس صورت میں کوئی شرعی عذر نہیں پایا جاتا، مصنوعی دانتوں (چوکھٹہ) کو نکال کر دھو سکتے ہیں، صاف کر سکتے ہیں اسلئے اس میں بدبو پیدا ہونیکا اندیشہ نہیں ہے لہذا اس صورت میں سونے کے دانت بنوانے کی اجازت نہیں، پہلی صورت میں عذر شرعی (کہ کسی اور جسم کا دانت بنوانے میں بدبو آتی ہے) پایا جاتا ہے اسلئے وہاں اجازت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نقش ونگار والے مصلّٰی پر نماز پڑھنا

سوال (۱۸۱۴) ایک مصلّٰی (جائے نماز) ایسا ہے کہ اس پر مسجد نبوی وکعبۃ اللہ وغیرہ کا نقش ہوتا ہے اگر ایسے مصلّٰی کے ان نقوش پر پیر پڑ جائے تو شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ کعبہ وغیرہ کا مصلّٰی پر جو نقشہ ہوتا ہے چونکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک مصنوعی نقشہ ہے لہذا اس کا احترام ضروری نہیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے اہانت کا خیال بھی نہیں ہوتا اس لئے اگر نادانستہ اتفاقاً پیر پڑ جائے تو گناہ نہ ہوگا اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسے مصلی (جائے نماز) پر نماز نہ پڑھی جائے کہ خشوع وخضوع میں خلل ہوگا اور نماز کی روح خشوع وخضوع ہے بغیر اسکے نماز بے جان ہے، نمازی کے سامنے نقش ونگار کا ہونا نمازی کی توجہ اور خیال کو اپنی طرف متوجہ کرے گا کھینچتا رہے گا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر خوبصورت پردہ دیکھ کر فرمایا اس کو ہٹا دو اس کے بیل بوٹے میری نماز میں عارض ہو کر خلل انداز ہوتے ہیں (صحیح بخاری شریف ص۵۴ ج۱) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھول دار چادر بھی اپنے لئے پسند نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر مجھے نماز میں غافل کرتی ہیں (صحیح مسلم شریف ج۱ ص۲۰۸) اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محراب مسجد اور قبلہ کی دیوار کے نقش ونگار کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ چیزیں نمازیوں کے خیالات اور توجہات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھول دار چادر کو اتار دینے پر یہی علت بیان فرمائی تھی کہ اسکے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹا دی (نووی شرح مسلم) (فتاوی رحیمیہ ج۲ ص۱۸)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

خاندانی عزت کے پیشِ نظر اسقاطِ حمل کرانا

سوال (۱۸۱۵) ایک باعزت گھرانے کی بچی نے کسی مسلمان کے ساتھ راہِ فرار اختیار کیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ پہلے ہی سے غلط روابط تھے مگر لڑکی کا کہنا ہے کہ ہم نے شادی کرلی ہے اس لئے اس آدمی سے طلاق نامہ لکھوالیا ہے مگر شبہ یہ ہے کہ کہیں حمل نہ ہو اگر جانچ کرانے کے بعد حمل کی بات پختہ طور پر معلوم ہوجائے تو ایسی صورت میں جبکہ جان نہ پڑی ہو اسقاط کراسکتے ہیں؟ اور اسقاط کے بعد عدت گذارنی ضروری ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نکاح متحقق ہونے کی صورت میں طلاق نامہ جبراً اکراہاً لکھوایا ہوگا تو طلاق معتبر نہ ہوگی ایسی حالت میں زبانی طلاق کا اعتبار ہوتا ہے، نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو تو طلاق کی عدت لازم ہوگی، بلاصحبت ہی طلاق کی نوبت آگئی ہو تو عدت لازم نہ ہوگی[1]، عدت لازم ہونے کی صورت میں اگر حمل ابتدائی درجہ میں ہو تو اسقاط کی گنجائش ہے لیکن عدت پوری نہ ہوگی، البتہ بچہ کے اعضاء بن گئے ہوں تو عدت ختم ہونے کا حکم دیا جائیگا مگر اعضاء بن جانے اور جان پڑجانے کے بعد اسقاط حرام ہے، نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوگا تو وہ ثابت النسب اور حلال ہوگا پھر اسقاط کا طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز جب لڑکی کے بھاگ جانے کا لوگوں کو علم ہے تو اسقاط سے عزت کیسے بچ سکتی ہے؟

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

مہوا پھل ان لوگوں کو بیچنا جو اس سے شراب کشید کرتے ہیں۔

سوال (۱۸۱۶) اس طرف ایک پھل ہوتا ہے جسے غریب عوام بطور غذا بھی استعمال کرتے ہیں اس کا نام مہوا ہے لیکن زیادہ تر اس سے شراب کشید کی جاتی ہے، اس کو جمع کرکے رکھنا اور موسم کے بعد اس کو

---

[1] خلوت (یعنی میاں بیوی میں یکجائی ہونے) سے بھی عدت واجب ہوتی ہے ۱۲ سعید احمد

فروخت کرنا کافی نفع بخش ہوتا ہے لیکن موسم کے بعد جو لوگ خریدتے ہیں وہ عموماً شراب بنانے کیلئے ہی خریدتے ہیں، اس کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(کھنڈوہ، مدھیہ پردیش)

الجواب:۔ موسم کے بعد مہوا کے خریدار عموماً اس سے شراب کشید کرتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو بیچنا جو اس سے شراب بناتے ہیں ممنوع ہے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔ فرمان خداوندی ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی معصیت اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (سورۂ مائدہ پ ۶) اور جو لوگ اس کا جائز استعمال کرتے ہیں ان کو بیچنا ممنوع نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ رجمادی الثانی [illegible]

سوال (۱۸۱۷) بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے یا نہیں؟ بندوق کی گولی سے شکار مارا۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب شکار ملا تو ذبح کیا لیکن اس کو ذبح کرنے کے وقت اس میں حرکت نہیں تھی صرف تھوڑا سا خون نکلا تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں! اگر بندوق چلاتے وقت ہی دل میں ذبح کی نیت کرلی جائے اور زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور پھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ جانور بے جان ملے تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح جانور اتنا چھوٹا ہے کہ گولی لگتے ہی مرجائیگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بندوق کی گولی سے شکار مارا تو اس جانور کے حلال ہونے کے لئے بعد میں ذبح کرنا شرط ہے اگر ذبح کرنے سے پہلے وہ شکار مرگیا (چھوٹا ہو یا بڑا) تو وہ شکار حلال نہ ہوگا کہ گولی میں دھار نہیں ہے۔ اور جانور گولی کی مار اندر جلن سے مرتا ہے۔ در مختار میں ہے (اَوْ قَتَلَہٗ معراض بعرضہ او بندقۃ ثقیلۃ

ذات حدۃ لقتلها بالثقل لا بالحد) شامی میں ہے قال قاضی خان لا یحل صید البندقۃ والحجر والمعراض والعصا وما اشبه ذلك وان جرح لانه لا یخزق ـ الی قوله ـ فاما الجرح الذی یدق فی الباطن ولا یخزق فی الظاہر لا یحل لانه لا یحصل به انہار الدم ـ الی قوله ـ وفی التبیین ان الموت اذا حصل بالجرح بیقین حل وان بالثقل او شك فیه فلا یحل حتماً او احتیاطاً اھ ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلا یحل وبه افتی ابن نجیم (در مختار وشامی ج۵ کتاب الصید) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

سینٹ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۱۸) سینٹ جس میں الکوہل کی ملاوٹ کبھی ۹۰ فیصد کبھی ۷۰ فیصد کبھی ۶۰ فیصد ہوتی ہے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اسپرٹ کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ یہ تیز شراب کا جوہر ہے اس میں سے بذریعۂ علم کیمیا خاص منشی جز علیحدہ کر لیا جاتا ہے اس کا نام الکوہل ہے، اگر انگور یا کھجور یا منقی سے بنی ہو تو بالاتفاق ناپاک اور حرام ہے، ایک قطرہ بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور جو اسپرٹ، بیر، آلو، جو، گیہوں، مہوا، سے بنتی ہے اس میں اختلاف ہے نمازی آدمی کو ایسی اسپرٹ لگانے سے بچنا چاہئے لیکن اگر کسی نے ایسا سینٹ لگا کر نماز پڑھ لی تو چونکہ اسپرٹ کی مقدار مانع جواز سے کم ہوگی اسلئے نماز ادا ہو جائے گی لیکن کراہت سے خالی نہیں، اور اگر سینٹ کی شیشی سے بدن پر چھڑکا (اسپرے کیا) تو اس کی مقدار زیادہ ہوگی لہذا نماز مشتبہ ہوگی اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

بلیک مارکیٹ کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۱۹) حکومت سے چوری چھپے بیرون ممالک کا سامان بیچنا جس کو ہمارے یہاں "بلیک مارکیٹ" اور "دو نمبر کا دھندا" کہتے ہیں، یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ مال نجس، ممنوع الاستعمال اور ممنوع البیع نہ ہو اور مالک سے خریدا ہو تو اس کی تجارت فی نفسہ حلال ہے، لیکن چونکہ حکومت کے قانون کے خلاف ہے اور مجرم سزا کا مستحق اور ذلیل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے ایسا معاملہ اختیار نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بطخ حلال ہے یا حرام؟

سوال (۱۸۲۰) بطخ کھانا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ذبح کرنے سے پہلے پیر کاٹ دیئے جائیں تو وہ حلال ہو جاتی ہے، کیا اسکے ذبح کا یہ مخصوص طریقہ ہے؟ اور یہ خیال صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بطخ کھانا حلال ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے وما لا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال كذا في البدائع (عالمگیری ص ۱۹۲ ج ۶ کتاب الذبائح) اور اسکے ذبح کا طریقہ وہی ہے جو مرغا مرغی کے ذبح کا طریقہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ ذیقعدہ الحرام

کالا گڑ جو صرف شراب بنانے میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت کرنا

سوال (۱۸۲۱) گڑ کی ایک خاص قسم ہے جسے کالا گڑ کہا جاتا ہے وہ صرف شراب بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے اور کسی کام میں مستعمل نہیں ہوتا از روئے شریعت اسکی تجارت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ جب اس کالے گڑ کا استعمال صرف شراب بنانے میں ہی ہوتا ہے تو وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے پیش نظر شرعاً اس کی تجارت کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

گھڑی کی گرفت کیلئے اسٹیل یا لوہے کی چین استعمال کرنا

سوال (۱۸۲۲) آج کل جو گھڑیاں ہاتھ میں باندھتے ہیں اس میں پٹہ یا چین اسٹیل یا لوہے کا ہوتا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ اسکا استعمال بحالت نماز جائز نہیں ہے لہذا آنجناب نماز وغیر نماز میں اس کے جواز یا عدم جواز کے متعلق تحریر فرمادیں۔

الجواب :۔ گھڑی کی گرفت کے لئے چمڑا موجود ہے اور دوسری اشیاء کے مقابلہ میں زیادہ موزون بھی ہے لہذا احتیاط اس میں ہے کہ چمڑے کا پٹہ استعمال کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لوہا پیتل یا تانبے کی انگوٹھی پہننا

سوال (۱۸۲۳) مرد کے لئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً لوہا، تانبا، اسٹیل کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں، اور عورتوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ چاندی کے علاوہ کسی اور دھات (مثلاً سونا، لوہا، تانبا، پیتل) کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز نہیں ہے، اسی طرح عورتوں کیلئے بھی سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی مکروہ ہے۔ شامی میں ہے وفی الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء (شامی ص۳۱۵ ج۵) فتاوی عالمگیری میں ہے وفی الخجندی التختم بالحديد والصفر والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً (فتاوی عالمگیری ص۳۳۴ ج۶

کتاب الکراھیۃ الباب العاشر) مالابد منہ میں ہے ۔ مسئلہ : انگشتری از آہن وسنگ ودرنیں جائز نیست (مالابد منہ ص۱۱ فصل در لباس) البتہ لوہے کی وہ انگوٹھی جس پر چاندی چڑھا دی گئی ہو تو اس کے پہننے میں حرج نہیں ۔ عالمگیری میں ہے ولا باس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیہ فضۃ او لبس بفضۃ حتی لا یری کذا فی المحیط (ص ۳۳۴ ج ۵) (شامی ص ۳۱۶ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب.

آتش فشاں کے قریب جلے ہوئے پتھروں سے قبرستان کا راستہ بنانا، اور گھروں میں ان پتھروں سے آتش فشاں کا مثل بنانا

سوال (۱۸۲۴) ریونین ایک پہاڑی علاقہ ہے اور یہاں ایک آتش فشاں ہے جو بہت دور تک پھیلا ہوا ہے اس کے قریب بہت سے جلے پتھر پڑے ہیں، جو وزن میں ہلکے ہوتے ہیں اور ان کا استعمال بہت سی جگہوں میں ہوتا ہے، سینٹ لوئیس کے قبرستان کے اندر جو آمد و رفت کا راستہ ہے وہاں کیچڑ نہ ہو اسلئے یہ پتھر وہاں ڈالتے ہیں، بعض لوگ اسپر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پتھر دوزخ کے پتھروں کی مثال ہے ۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟
(۲) اوپر کے سوال میں درج پتھروں کا استعمال یہاں کے بہت سے مسلمان اپنے مکانوں میں فیشن سمجھتے ہوئے ایک چھوٹا سا آتش فشاں بنواتے ہیں اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) قبرستان کے اندر لوگوں کے چلنے کا جو راستہ ہے اس کو پختہ کرنے کیلئے یہ پتھر لگائے جاسکتے ہیں، قبر کے اندر اور قبر کے اوپر لگانا منع ہے ۔
(۲) مباح ہے ۔ بنا سکتے ہیں لیکن فضولیات سے بچنا بہتر ہے فقط واللہ اعلم بالصواب

بذریعۂ انجکشن رحم میں مادہ منویہ پہنچانا

سوال (۱۸۲۵) میں پچھلے ساڑھے تین سال سے شادی شدہ ہوں مگر اولاد

سے محروم ہوں دعا کے ساتھ دوا بھی جاری ہے، ہم جس ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں وہ عیسائی ہے اس نے بہت توجہ سے علاج کیا (اور اس سلسلہ میں میری اہلیہ کا آپریشن بھی ہوا) اور اس نے ہمیں جو جو ہدایات کیں اس پر عمل بھی کیا مگر ہم ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم ہیں، اب ڈاکٹر صاحب نے ایک مصنوعی طریقہ بتایا ہے جس کے بارے میں مجھے فتویٰ درکار ہے، آپ رہنمائی فرمائیں۔ وہ طریقہ یہ ہے — ڈاکٹر صاحب میرا مادۂ منویہ جو کہ میں ہاتھ سے نکالوں گا میرے سامنے میری اہلیہ کی بچہ دانی میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کرینگے، اس عمل سے امید واثق ہے کہ اللہ کے حکم سے بچہ ہوجائیگا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ مادۂ منویہ میرا ہی ہوگا اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہوگی۔ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (از کینیڈا)

الجواب: مشت زنی کی تو اجازت نہیں بوقت صحبت عزل کا طریقہ اختیار کرکے منی محفوظ کی جاسکتی ہے، جو بچہ شوہر کے نطفہ سے پیدا ہوگا وہ ثابت النسب ہوگا، لیکن یہ طریقہ غیر فطری اور مکروہ ہے جبکہ خود شوہر یہ عمل کرے، ڈاکٹر سے ایسا عمل کرانا قطعی حرام ہے، ستر عورت فرض ہے عورت کی شرمگاہ (جائے پیشاب) عورتِ غلیظہ ہے شرمگاہ کے بالائی حصہ کو بلا وجہ شرعی دوسرے کیلئے دیکھنا جائز نہیں ہے تو اندرونی حصہ کو دیکھنا اور شرمگاہ کو چھونا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ میاں بیوی سخت گنہگار ہوں گے اور شوہر از روئے حدیث دیوث بنے گا اور جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا لہٰذا اس عمل سے قطعاً احتراز کیا جائے اولاد کا شوق ہے تو دوسری شادی کرسکتے ہیں جائز صورت ہوتے ہوئے ناجائز طریقہ عمل پڑا تو آپ سخت گنہگار اور مبغوض ہوں گے وَمَنْ سَنَّ سنۃً سَیِّئَۃً فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسلمان غیر مسلم کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۲۶) مسلمان غیر مسلم کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ نصاب الاحتساب باب ۵۵ میں ہے کہ اس کی تالیف قلب اور اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے ایک دو مرتبہ (نگاہے بگاہے) کھانے کا اتفاق ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ غیر مسلموں کے ساتھ کھانا کھایا ہے، پس ہم نے محمول کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اسی حیثیت سے تھا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ کھانا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مِنَ الجفاء ان یاکل مع غیر اھل دینہ یعنی غیر دین والوں کے ساتھ کھانا کھانا ظلم ہے پس ہم نے اس کو ہمیشگی اور مداومت پر محمول کیا اسی طرح ذخیرہ فصل اٹھارویں میں منقول ہے (نصاب الاحتساب ص ـــــ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تجارت کا اشتہار سینما کے ذریعہ

سوال (۱۸۲۷) ایک آدمی اپنی تجارتی چیز کو مشتہر کرنے کے لئے سینما میں سلائڈ (جو پکچر شروع ہونے سے پہلے بتائی جاتی ہے) دے سکتا ہے یا نہیں؟ جو شخص اشتہار دینا چاہتا ہے وہ دیندار پابند صوم وصلوۃ ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ اپنی تجارتی چیز کو مشہور کرنے کے لئے سینما کا ذریعہ (جو شیطانی گھر ہے) اختیار کرنا اور اس طرح سینما کی مدد کرنا درست نہیں ہے، دیندار اور دینی منصب والے کے لئے زیادہ برا اور بدنامی کی چیز ہے، حدیث میں ہے اتقوا مواضع التھمۃ ۔ یعنی تہمت کے موقعوں سے بچو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے ایاک وما یسبق الی العقول انکارہ وان کان عندک اعتذارہ

یعنی ایسی چیز سے بچو جس سے دوسروں کی عقلوں میں انکار پیدا ہو اگرچہ تمھارے پاس عذر موجود ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۶ رجمادی الاول ۱۳۸۲ھ

چوری کے کپڑوں سے بنائی ہوئی ٹوپیاں اور جزدان خریدنا

سوال (۱۸۲۸) ایک درزی کپڑا چوری کرتا ہے اور اس سے ٹوپیاں اور قرآن مجید کے جزدان بنا کر بیچتا ہے تو ان چیزوں کا خریدنا اور استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ ایسی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ چوری کے کپڑے سے بنائی ہوئی ٹوپی اور جزدان خریدنا درست نہیں حرام ہے بلا علم خرید لیا ہو تو گناہ نہیں نماز بھی درست ہے لیکن جب علم ہو گیا تو ایسا لباس ترک کر دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

غیر مسلم کو مطالعہ کیلئے قرآن شریف دینا

سوال (۱۸۲۹) غیر مسلم اگر قرآن شریف مطالعہ کیلئے مانگے تو دینا جائز ہے یا نہیں؟ غیر مسلم بلا وضو قرآن شریف چھو سکتا ہے یا نہیں؟ وہ مکلف بالاعمال نہیں کیا تب بھی اس کو غسل یا وضو کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر غیر مسلم کے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہو اور اس کی طرف سے اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ اس کی بے ادبی نہیں کرے گا تو اس کو قرآن مجید دینا جائز ہے ممکن ہے کہ اس کو ہدایت نصیب ہو جائے مگر اس کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے ناپاکی کی حالت میں اس کو چھونا اس کی عظمت کے خلاف ہے۔ لہذا ناپاکی کی حالت ہو تو غسل کرکے ورنہ وضو کرکے اس کا مطالعہ کیا جائے اس کو وضو اور غسل کا طریقہ بھی بتلا دیا جائے، اس سے اس کے دل میں قرآن مجید کی عظمت پیدا ہوگی۔ انشاء اللہ۔ در مختار میں ہے ویمنع النصرانی

(وفی بعض النسخ الکافر) من مسہ وجوزہ محمد اذا اغتسل ولا بأس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسی یہتدی (درمختار مع الشامی ج ١ ص ١٦٢) غیر مسلم گو مکلف بالاعمال نہیں ہے مگر قرآن مجید کو بے ادبی اور بے حرمتی سے محفوظ رکھنا ہم پر ضروری ہے اسی بنا پر اگر بے حرمتی کا خطرہ ہو تو کافروں اور دشمنوں کے ملک میں قرآن شریف لیجانے سے حدیث شریف میں منع فرمایا ہے مبادا کہ ان کے قبضہ میں قرآن مجید آجائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں (اگر بے حرمتی کا خطرہ نہ ہو تو ممنوع نہیں کہ علت نہیں پائی جارہی ہے) مسلم شریف میں ہے عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان ینھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو مخافۃ ان ینالہ العدو (مسلم شریف ج ٢ ص ١٣١ باب النھی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار اذا خیف وقوعہ بایدیھم) فقط واللہ اعلم بالصواب

خرگوش کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۲۳) خرگوش ایک ایسا جانور ہے جو صرف اناج اور گھاس کھاتا ہے مردار یا نجاست نہیں کھاتا نہ کسی جانور کا شکار کرتا ہے، خرگوش دو طرح کے ہوتے ہیں ۱ کھر والے ان کے پنجے نہیں ہوتے ۲ پنجہ والے، کھر والے خرگوش ہمارے یہاں نہیں ہوتے صرف پنجہ والے ہوتے ہیں لیکن یہ اپنے پنجہ سے کھاتا نہیں ہے اور یہ پنجہ والا خرگوش بھی نجاست یا مردار نہیں کھاتا ہے تو دونوں قسم کے خرگوش حلال ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (راندیر)

الجواب :۔ خرگوش دونوں قسم کے حلال ہیں، حیوۃ الحیوان میں ہے یحل اکل الارنب عند العلماء کافۃ یعنی تمام علماء کے نزدیک خرگوش کھانا حلال ہے (حیوۃ الحیوان ج ١ ص ١١) ہدایہ اخیرین میں ہے ولا بأس باکل الارنب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل منہ حین اھدی الیہ مشویا وامر اصحابہ

رضی اللہ عنہم بالاکل منہ ولانہ لیس من السباع ولا من اٰکلۃ الجیف فاشبہ الظبی ۔ یعنی ۔ خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا بھنا ہوا گوشت ہدیہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کا گوشت تناول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسکے کھانے کا حکم فرمایا، اور خرگوش نہ درندہ ہے نہ مردار کھانے والا پس یہ ہرن کے مشابہ ہے، اس لئے اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں (ہدایہ اخیرین ص۴۲۳ کتاب الذبائح) درمختار میں ہے (و حلّ غراب الزرع) الذی یاکل الحبّ (والارنب) (درمختار ص۲۴۲ ج۵ کتاب الذبائح) فقط واللہ اعلم بالصواب

دوسرے کی آنکھ لگوانا

سوال (۱۸۳۱) ایک شخص کی دونوں آنکھیں یا کم از کم ایک آنکھ نابود ہونے کے بالکل قریب ہے، ڈاکٹری رپورٹ یہ ہے کہ آنکھ خراب ہو گئی ہے، ہسپتال میں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھ نکال کر محفوظ کر لیتے ہیں اگر کسی مردے کی آنکھ اس شخص کو لگا دی جائے تو اس شخص کی آنکھ کی بینائی اچھی ہو جانے کی امید ہے تو کسی دوسرے کی آنکھ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- آنکھ کی بینائی کے لئے کسی دوسرے زندہ یا مردہ انسان کی آنکھ کا استعمال شرعاً درست نہیں کہ اجزاء انسانی کی تکریم و تعظیم کے منافی ہے الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسۃ وقیل للکرامۃ ھو الصحیح کذا فی جواھر الاخلاطی (فتاوی عالمگیری ص۱۲۶ ج۴ مطبوعہ کانپور) فقط واللہ اعلم بالصواب

کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا

سوال (۱۸۳۲) احقر کا لڑکا گردوں کا مریض ہے اس کے دونوں گردے خراب ہو گئے ہیں بہت پریشان ہے، ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے

شخص کا ایک گردہ اسے لگا دیا جائے تو امید ہے کہ افاقہ ہوگا اور اس کی طبیعت اچھی ہو جائے گی، لڑکے کی والدہ اپنا ایک گردہ دینے کے لئے تیار ہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ جلد مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرف کرسکے اسی بنا پر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دیدے، اور اس کی بہت سی نظائر کتب فقہ میں ہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مضطر لم یجد میتۃ وخاف الھلاک فقال لہ رجل اقطع یدی وکلھا او قال اقطع منی قطعۃ فکلھا لا یسعہ ان یفعل ذلک ولا یصح امرہ بہ کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعۃ من لحم نفسہ فیاکل یعنی کوئی شخص حالت اضطرار میں ہے اور بھوک کی وجہ سے اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اور مردار جانور تک نہیں ہے کہ اس کا گوشت کھا کر اپنی جان بچائے اس حالت میں کسی شخص نے پیش کش کی کہ تم میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو یا یوں کہا کہ کسی جگہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر کھا لو تو اس مضطر کے لئے اس شخص کا ہاتھ یا گوشت کاٹ کر کھانا جائز نہیں ہے اور کسی شخص کو اس طرح کی پیش کش کرنا بھی صحیح نہیں ہے (اس لئے کہ خود وہ اپنے ہاتھ یا اپنے بدن کے گوشت پوست کا مالک نہیں ہے) جس طرح خود مضطر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے گوشت کاٹ کر کھالے (فتاویٰ قاضی خاں ص ۴۰۴ ج ۳ کتاب الحظر والاباحۃ)

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے اس لئے کہ کوئی شخص اپنی روح کا مالک نہیں ہے کہ اسے ضائع کردے۔ لہٰذا کسی زندہ یا مردہ انسان کا گردہ آپریشن کرکے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے الاشباہ والنظائر

ثم ہے الضرر لایزال بالضرر۔ ضرر کو ضرر سے دفع نہ کیا جائے (الاشباہ ص۱۰۱) فتاوی عالمگیری میں ہے۔ الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسۃ وقیل للکرامۃ ھو الصحیح کذا فی جواھر الاخلاطی۔ یعنی انسان کے کسی جز سے انتفاع جائز نہیں ہے، انتفاع کے عدم جواز کی علت یا تو نجاست ہے یا کرامت واحترام صحیح، کرامت واحترام کو علت قرار دینا ہے (ارشاد خداوندی ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ تحقیق کہ عزت دی ہم نے اولاد آدم کو پارہ ۱۵ رکوع ۷)
(فتاوی عالمگیری ۳۴۶/۴ مطبوعہ کانپور)

حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اللہ کی لعنت ہے واصلہ اور مستوصلہ پر (واصلہ وہ عورت ہے جو دوسرے کے بال عورتوں کے بالوں میں لگاتی ہے تاکہ سر کے بال زیادہ اور لمبے معلوم ہوں، مستوصلہ، وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگوائے) مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری ومسلم حدیث ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لَعَنَ اللہ الواصلۃَ والمستوصلۃ۔ الخ (مشکوٰۃ شریف ص۳۸۱ باب الترجل) شامی میں ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرھا او شعر غیرھا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ الخ یعنی کسی دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں جوڑنا حرام ہے چاہے خود اسکے بال ہوں یا کسی دوسری عورت کے بال ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ کی بنا پر (شامی ۳۳۶/۵ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر واللمس)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں والدہ کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے کہ اپنا گردہ بیٹے کے جسم میں لگانے کے لئے دے۔

آج کل کی تحقیق کے اعتبار سے نفع ہوتا ہو تو اس سے انکار نہیں مگر اثمہما اکبر

من تفصیلہا کے اصول پر ناجائز ہی ہوگا، نیز اس طریقہ میں انسانیت کی توہین بھی ہے کہ اگر یہ طریقہ چل پڑا تو انسانی اعضاء "بکری کا مال" بن جائیں گے، اور یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے کہ جس کا گردہ لیا جائے گا اس کی صحت اور زندگی خطرہ میں پڑے گی اور جس کو گردہ دیا جائیگا اس کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔

اللہ ہی سے شفاء کی امید رکھیں دوا اور علاج کے ساتھ دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام رکھیں صدقہ وخیرات بھی حسب حیثیت کریں کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے اللہ کو منظور ہوگا تو انشاء اللہ ضرور شفا عطا فرمائے گا۔ قضائے الٰہی پر راضی رہیں اور ہر حال میں اسکا شکر ادا کرتے رہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جھنڈے کو سلامی دینا

سوال (۱۶۳۳) ۱۵ر اگست کے دن پرچم کشائی کے وقت سلامی دی جاتی ہے تو سلامی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سرکاری ماسٹر یا گورنمنٹ ملازم ہے تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ محض سیاسی چیز ہے اور حکومتوں کا طریقہ ہے اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتا ہے، بچنا اچھا ہے۔ اگر فتنہ کا ڈر ہو تو بادل ناخواستہ کرنے میں مؤاخذہ نہیں ہوگا، انشاء اللہ۔

اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو: "جھنڈے کی سلامی مسلم لیگ بھی کرتی ہے اور اسلامی ملکوں میں بھی ہوتی ہے وہ ایک فوجی عمل ہے اس میں اصلاح ہو سکتی ہے مگر مطلقًا اس کو مشرکانہ عمل قرار دینا صحیح نہیں ہے (از نقیب بلدۂ پھلواری شریف پٹنہ، ۲۲ر جمادی الاولیٰ، ۱۳۵۹ھ - ۹ر جولائی ۱۹۳۹ء یکشنبہ -)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا

سوال (۱۸۳۴) کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال سے یا کسی کپڑے سے پونچھے بغیر کھانا سنت ہے یا یہ کہ ہاتھ پونچھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ کھانے سے قبل ہاتھ دھوئے لیکن رومال یا تولیہ سے نہ پونچھے رومال سے پونچھے بغیر کھانا مستحب ہے، کھانے سے فارغ ہو کر جب ہاتھ دھوئے اس وقت پونچھ لے شامی میں ہے (قوله وغسل الیدین قبله) لنفی الفقر ولا یمسح یده بالمندیل لیبقی اثر الغسل (شامی ص۲۱۹ ج۵ کتاب الحظر والاباحۃ) (فتاوی رحیمیہ ص۲۳۳ ج۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھوئے یا ایک ہاتھ

سوال (۱۸۳۵) کھانے کے بعد یا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا چاہئے یا ایک ہاتھ دھونا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ دھوئے، ایک ہاتھ دھونے سے کامل سنت ادا نہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال نجم الائمۃ البخاری وغیرہ غسل الید الواحدۃ او اصابع الیدین لا یکفی لسنۃ غسل الیدین قبل الطعام لان المذکور غسل الیدین قبل الطعام الی الرسغ، کذا فی القنیۃ (عالمگیری ص۳۳۷ ج۵ کتاب الکراھیۃ باب ۱۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہاتھ پہنچوں تک دھونا چاہئے

سوال (۱۸۳۶) ہاتھ کہاں تک دھونا چاہئے صرف انگلیاں دھونے سے سنت ادا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونے چاہئیں، صرف انگلیاں دھونا کافی نہیں ہے (فتاوی عالمگیری ص ۳۳۷ ج ٥) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈالڈا گھی میں نجس شئی ملائے جانیکا شبہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۸۳۷) آج کل عوام میں یہ چرچا ہو رہا ہے کہ ڈالڈا گھی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اسکے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

حضرت مفتی صاحب مدظلہم! بعد سلام مسنون، بحمداللہ تعالیٰ یہاں خیریت ہے حق تعالیٰ کرے، مزاج عالی بعافیت ہو، بناسپتی گھی کے متعلق بہت سے سوالات آرہے ہیں، اب تک تو یہی لکھا ہے کہ بلا دلیل شرعی حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جو رائے عالی ہو تحریر فرمائیں (ایک مفتی صاحب مدظلہم)

الجواب :۔ مکرمی و محترمی زید مجدکم السامی۔ بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے، جبکہ دنیا بھر میں اس کا استعمال بلا تامل ہو رہا ہے تو جب تک نجس شئی ملائے جانے کا شرعی ثبوت نہ ہو حرام قرار دینا صحیح نہیں، جناب والا کی رائے بالکل صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سیاہ خضاب لگانا

سوال (۱۸۳۸) سر کے بال جوانی میں سفید ہو جائیں تو سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے احادیث میں اس پر وعید آئی ہے ایک حدیث میں ہے عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کا سینہ، ان لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی (ابوداؤد

شریف ج ۲ ص ۲۲۶ باب ما جاء فی خضاب السواد) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۲) دوسری حدیث ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی قحافۃ یوم الفتح ورأسہ ولحیتہ کالثغامۃ بیاضاً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیّروا ھذا الشئ واجتنبوا السواد۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ کے مانند بالکل سفید تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ خضاب سے احتراز کرو (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۲۶ باب فی الخضاب) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۲) اس حدیث میں سیاہ خضاب سے بچنے کا صراحۃً امر فرمایا لہٰذا اس سے بالکل احتراز کیا جائے اس کا استعمال جائز نہیں ہے سیاہ خضاب کے علاوہ دوسرے رنگ کا خضاب مثلاً سرخ خضاب خالص حنا یعنی مہندی کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم (ایک قسم کی گھاس ہے جو خضاب کے کام میں آتی ہے) شامل کیا جاتا ہے، جائز ہے، حدیث میں ہے ان احسن ما غیّر بہ الشیب الحناء والکتم بہترین خضاب حنا اور کتم ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۲۶ باب فی الخضاب) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں منقول ہے کہ حنا اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ وفی الصحیحین عن انس رضی اللہ عنہ ان ابابکر رضی اللہ عنہ اختضب بالحناء والکتم (زاد المعاد ج ۱)

فتاوی عالمگیری میں ہے وعن الامام ان الخضاب حسن لکن بالحناء والکتم والوسمۃ واراد اللحیۃ وشعر الرأس یعنی۔ ڈاڑھی اور سر کے بال میں خضاب کرنا اچھا ہے، لیکن مہندی، کتم اور وسمہ سے خضاب کیا جائے (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۹ کتاب الکراہیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

گھر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو رکھنا اور اسکو دیکھنا

سوال (۱۸۳۹) گھر میں ٹیلی ویژن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اسکا شمار لہو و لعب میں ہے یا نہیں؟ یہاں اسکا بہت رواج ہو گیا ہے اور اب تو ساتھ ویڈیو بھی عام ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی صرف خبریں سنے تو کیا حکم ہے؟ لیکن اکثر خبر نشر کرنے والی عورت ہی ہوتی ہے، مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیے. بینوا توجروا (از انگلینڈ وغیرہ)

الجواب:- حامداً ومصلیاً ومسلماً، ٹیلی ویژن لہو ولعب اور گانے بجانے کا آلہ ہے اس میں جاندار تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، مردوں کی نظر نامحرم عورتوں کی تصویر پر اور عورتوں کی نظر نامحرم مردوں کی تصویر پر پڑتی ہے بلکہ ارادۃً وشوقاً ورغبۃً دیکھا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے، خبریں سننے کے لئے خبر دینے والے کی تصویر دیکھنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ بالکل غیر ضروری ہے اور بسا اوقات اس پر فلم بھی دکھائی جاتی ہے جس میں فحاشی عریانیت اور شہوت انگیز مناظر کی کثرت ہوتی ہے، گھر میں چھوٹے بڑے، ماں بہنیں بہو بیٹیاں سب ہی ہوتے ہیں اور سب خوب شوق سے دیکھتے ہیں یہ انتہائی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، بچوں کے اخلاق پر برا اثر پڑنے اور بچپن ہی سے ان کے اندر غلط عادتیں پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے اس کی پوری ذمہ داری اور پورا وبال والدین اور گھر کے بڑوں پر ہوگا لہٰذا اسکے دیکھنے سے مکمل احتراز کیا جائے، اور ویڈیو کیسٹ تو عموماً فلم ہی ہوتی ہے اس کی حرمت تو بالکل ظاہر ہے۔

مزاج شریعت یہ ہے کہ بلا ضرورت نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو، اسی میں ان کے قلوب پاکیزہ اور غلط وشہوانی خیالات سے پاک اور صاف رہ سکتے ہیں، قرآن میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) مؤمنین سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، بے شک خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے کام سے واقف اور باخبر ہے، اسی طرح عورتوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ آپ مؤمن عورتوں سے بھی کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں (سورۂ نور پارہ ۱۸)

حدیث میں ہے ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہے اجنبی عورت کو دیکھنے والے پر۔ اور اس عورت پر جس کو دیکھا جائے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰)

نیز حدیث میں ہے عن جریر بن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءة فامرنی ان اصرف نظری حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں فوراً اپنی نگاہ ہٹالوں (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸)

نیز حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر سہم مسموم من سہام ابلیس فمن ترکہا خوفاً من اللہ اعطاہ اللہ ایماناً یجد حلاوتہ فی قلبہ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدنظری ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پائیگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں

ایک صحابی نابینا حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا، میں نے کہا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہیں دیکھ سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہیں؟ عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذا قبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یارسول اللہ: الیس ھو اعمیٰ لایبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹)

مجالس الابرار میں ہے فالمرأۃ کلما کانت مخفیۃ من الرجال کان دینھا اسلم لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لابنتہ فاطمۃ ای شئی خیر للمرأۃ قالت ان لاتری رجلاً ولا یراھا رجل واستحسن قولھا وضمھا الیہ فقال ذریۃ بعضھا من بعض وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسدون الثقب والکوی فی الحیطان لئلا تطلع النساء علی الرجال یعنی۔ عورت جب تک مردوں سے چھپی پڑی رہتی ہے اس کا دین محفوظ رہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لئے سب سے بڑی خوبی کی بات کیا ہے؟ عرض کیا وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب بہت ہی پسند آیا اور فرمایا اولاد ایک سے ہے (یعنی باپ کا اثر اولاد میں آتا ہی ہے)۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں کے سوراخ اور جھروکے بند کردیا کرتے تھے کہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں (مجالس الابرار ص ۵۲۳ م ۸۴)

ٹی، وی کے پردہ پر جو تصویریں نظر آتی ہیں ان کو دیکھ کر یقیناً دل میں خلجان اور

شہوانی خیالات ہوں گے اس لئے ان تصویروں کو دیکھنا جائز نہ ہوگا، اور یہ محتاج بیان نہیں ہے کہ آج کل ٹی، وی، میں خبر نشر کرنے والی اور اسی طرح دوسرے پروگرام پیش کرنے والی عموماً عورتیں ہوتی ہیں اور وہ ایسا پرکشش اور باریک لباس زیب تن کئے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان کے بدن کا بڑا حصہ برہنہ ہوتا ہے، اور شرعاً یہاں تک حکم ہے کہ اجنبی عورت نے ایسا باریک لباس پہنا ہو جس سے اس کا بدن ظاہر ہورہا ہو یا ایسا تنگ اور چست لباس پہنا ہو جس سے اس کے بدن کی کیفیت اور نشیب و فراز معلوم ہوتا ہو تو اس کا لباس بھی دیکھنا جائز نہیں ہے حدیث میں اس پر بہت سخت وعید آئی ہے کہ جو شخص عورت کے لباس کو دیکھے یہاں تک کہ اس کے بدن کا حجم ظاہر ہونے لگے تو اس کو جنت کی خوشبو حاصل نہ ہوسکے گی

شامی میں ہے وفی التبیین قالوا ولا بأس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حینئذ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من تأمل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ — الی قولہ — اقول مفادہ ان رؤیۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری البشرۃ منہ (شامی ص ۳۲۱ ج ۵)

اگر یہ کہا جائے کہ ٹی وی کے پردہ پر جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ محض عکس ہیں لیکن اس صورت میں بھی شرعاً اس کی قباحت و ممانعت باقی رہے گی اسلئے کہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس طرح اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح شیشہ یا پانی میں اسکا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

شامی میں ہے۔ الثانی لو نظر الی الاجنبیۃ من المرأۃ او الماء وقد صرحوا فی حرمۃ المصاھرۃ بانھا لا تثبت برؤیۃ فرج من مرآۃ او ماء لان المرئی مثالہ لا عینہ بخلاف مالو نظر من زجاج او ماء ھی فیہ لان البصر

ینفذ فی الزجاج والماء فیری ما فیہ ومفاد ھذا انہ لا یحرم نظر الاجنبیۃ من المرآۃ او الماء الثانی یفرق بان حرمۃ المصاھرۃ بالنظر ونحوہ مشدد فی شروطھا لان الاصل فیھا الحل بخلاف النظر لانہ انما منع منہ خشیۃ الفتنۃ والشھوۃ وذلک موجود ھنا ورأیت فی فتاوی ابن حجر من الشافعیۃ ذکر فیہ خلافاً بینھم ورجح الحرمۃ بنحو ما قلنا الخ واللہ تعالیٰ اعلم

یعنی :- اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ یا پانی پر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کا حکم صراحۃً کسی جگہ نہیں دیکھا، البتہ فقہاء نے حرمت مصاہرت کی بحث میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ کا عکس شیشہ یا پانی پر پڑ رہا ہو اور اسے دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اسلئے کہ وہ چیز جو نظر آرہی ہے وہ عکس ہے اصل نہیں ہے۔ البتہ اگر شیشہ سے اس کی شرمگاہ دیکھے یا عورت پانی میں ہو اور اس حالت میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں شیشہ اور پانی میں نظر نافذ ہو جاتی ہے اور جو چیز نظر آتی ہے وہ اصل ہوتی ہے، اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ (آئینہ) یا پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کا دیکھنا حرام نہیں ہے مگر ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ حرمت مصاہرت دیکھنے یا چھونے وغیرہ سے اس وقت ثابت ہوگی جب اس کی تمام شرطیں پائی جائیں اس لئے کہ اصل عورت میں حل ہے برخلاف نظر کے اسلئے کہ بد نظری کے ممنوع ہونے کی وجہ فتنہ اور شہوت کا خوف ہے اور یہ خطرہ یہاں (عکس دیکھنے میں) موجود ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں نے شوافع کی کتاب فتاویٰ ابن حجر دیکھی اس میں انہوں نے اختلاف ذکر کیا ہے اور حرمت کو راجح کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شامی مع در مختار ص ۳۲۶ ج ۵ فصل فی النظر والمس)

اگر یہ کہا جائے کہ گانے بجانے اس پر ایسا پروگرام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلومات حاصل ہوتی ہیں تو یہ کہا جائیگا کہ نفع سے زیادہ نقصان ہے اور اثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق ہے۔ محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی کہے کہ مجھے ناجائز گانا بجانا سننے سے یاد الٰہی میں کشش اور رغبت بڑھتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گانا بجانے کی بابت کے لئے فرق نہیں کیا ہے، اگر ایسے اعذار اور بہانے قابل قبول ہوتے تو طوائف کا گانا سننا اس کے لئے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے وہ خوشی پر برانگیختہ نہیں کرتا اور نشہ آور چیزوں کا پینا اس کے لئے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس کے پینے سے نشہ میں نہیں آتا اور بہت سے حرام کاموں سے محفوظ رہتا ہوں اگر کوئی کہے کہ جب میں حسین اور خوبصورت لڑکے اور پرائی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمراہ تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو خدا کی قدرت کا نظارہ اور خوبصورتی سے عبرت حاصل کرتا ہوں تو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ اس کا ترک کرنا واجب ہے اور حرام چیزوں کے استعمال سے نصیحت اور موعظت حاصل کرنا حرامکاری سے بدتر ہے اور وہ شخص خدا کی راہ میں بدکاری اور حرام کاری کرنا چاہتا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے لوگ اپنی خواہش اور ہوٰی کے مطابق چلتے ہیں، یہ قابل قبول اور قابل توجہ نہیں ہے وان قال قائل

اسمعھا علی معان اسلو فیھا عند اللہ تعالیٰ کذبناہ لان الشرع لم یفرق بین ذلک ولوجاز لاحد جاز للانبیاء علیھم السلام ولو کان ذا الاعذار الجزنا سماع القیان لمن یدعی انہ لا یطربہ وشرب المسکر لمن ادعی انہ لا یسکرہ فلوقال عادتی انی متی شربت الخمر کففت عن الحرام لم یبح لہ ولو قال عادتی اذا شہدت الامرد والاجنبیات وخلوت بھم

اعتادوہ فی حسنہم لم یجز لہ ذلک واجیب ان الاعتبار بغیر المحرمات اکثر من ذلک وانما ہذہ طریقۃ من اراد بطریق اللہ عزوجل فارکب ہواہ فلا تنظر لاصحابہا ولا تلتفت الیہم۔ (غنیۃ الطالبین ص۲۵)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹیلی ویزن آلہ لہو ولعب ہے تو ٹیلی ویزن اور ویڈیو کیسٹ گھر میں رکھنا بھی مکروہ اور گناہ کا کام ہے اگرچہ استعمال نہ کیا جائے چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔ ولو امسک فی بیتہ شیئاً من المعازف والملاہی کرہ ویأثم وان کان لا یستعملہا لان امساک ہذہ الاشیاء یکون للہو عادۃً (خلاصۃ الفتاوی ص۳۳۸ ج۴)

وقت خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔ ٹی وی اور ویڈیو دیکھنے سے آخرت کا کون سا فائدہ ہوگا؟ بلکہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی اور فکر آخرت کو ختم کرنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو اللہ کے ذکر اور موت کے فکر اور اپنے مقصد حیات سے غافل کردے وہ منحوس اور بیکار ہے حدیث میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے، اور حدیث میں ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ فقام رجل من الانصار فقال یا نبی اللہ من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثرہم ذکراً للموت و اکثرہم استعداداً للموت اولئک الاکیاس ذہبوا بشرف الدنیا وکرامۃ الآخرۃ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جس میں ایک میں بھی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک انصاری صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ ہوشیار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو

سب سے زیادہ یاد کرنے والے اور موت کیلئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔ (بحوالہ موت کی یاد از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی ص ۲۔)

لہذا انسان کو جو وقت ملا ہے اسے موت اور آخرت کی تیاری میں صرف کرنا چاہئے بیکار اور لغو کاموں میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است ✽ جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

یاد الہٰی کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا عمر ضائع کرنا ہے عشق الہٰی کے سوا جو کچھ کیا جائے بیکار ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو لغو اور بیکار چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور وقت کی قدر نصیب کرے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں ٹی وی کی مضرات پر ایک جرمن ڈاکٹر کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

صدق جدید لکھنو ۲۴ اگست ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں ہے "جرمن ڈاکٹر نے خبردار کیا ہے کہ اسکول جانے والی عمر کے بچوں کو ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت کسی حال میں نہ دی جائے کیونکہ اس کے دیکھتے رہنے سے ان میں حصول علم کی طلب جاتی رہتی ہے اور وہ اپنی معصومیت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور حقائق کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت ان میں رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے، بچوں کے ذہن پر ٹیلی ویژن کے جو مضر اثرات پڑتے ہیں ان کی ایک نمایاں مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا کہ ایک بچے جو ٹیلی ویژن دیکھتا رہتا ہے جب یہ بتایا گیا کہ اس کے دادا کی موت واقع ہو گئی تو اس نے بے ساختہ سوال کیا کہ دادا جان کو گولی کس نے ماری؟ قتل و جرائم کے مناظر ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ بچہ یہ سوال کر بیٹھا۔ ذہنی و دماغی صلاحیتوں پر اثر

ڈالنے کے ساتھ ٹیلی ویژن کا جو اثر بچوں کی عام صحت خصوصاً بصارت پر پڑتا ہے وہ سب پر روشن ہے لیکن افسوس جس خطرہ کو محسوس کر کے مغرب کے ماہرین فن بچوں کیلئے اس کے استعمال کو ممنوع قرار دے رہے ہیں ہمارے ملک میں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اسے زیادہ فروغ دینے کی کوشش سرکاری سطح پر کی جا رہی ہے اور اس پر فخر کیا جا رہا ہے اور شہروں کی طرح دیہاتوں میں بھی حکومت ٹیلی ویژن کا انتظام کرتی جا رہی ہے۔

"نشیمن" بنگلور ۱۶ ستمبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں ہے "آج کل ٹیلی ویژن پر ملکی اور غیر ملکی فلمیں دکھائی جا رہی ہیں، جن میں بوس و کنار، چوما چاٹی، لپٹا جھپٹی سب ہوتی ہے۔ کیا ایسے مناظر کا گھر میں دکھایا جانا اور باپ بیٹی، ماں بیٹے، ساس اور داماد وغیرہ کا ایک ساتھ مل بیٹھ کر دیکھنا اچھی بات ہے؟ کیا تہذیب اور اخلاق ایسے مناظر دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ اب تو وی سی آر (ویڈیو) بھی اس برائی کے طوفان میں اضافہ کر رہا ہے۔

(بحوالہ کیلنڈر دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مَسَائل شتّٰی

(متفرقات)

مدرسہ کے مہتمم کو رقم موصول ہوئی تو وہ اسے کس مد میں صرف کرے

سوال (۱۸۴۰) ایک شخص نے بیرون ممالک سے ایک رقم زید پر (جو ایک ادارہ کا ذمہ دار ہے) بھیجی لیکن یہ نہیں لکھا کہ اسے کس مد میں خرچ کی جائے۔ زید نے اس سلسلہ میں اس شخص پر خط بھی لکھا لیکن جواب موصول نہ ہوا پھر زید کا انتقال ہوگیا اس کے بعد زید کے ورثاء نے رقم بھیجنے والے پر خط لکھ کر معلوم کرنا چاہا کہ اسے کس مد میں صرف کیا جائے؟ لیکن ان کو بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اس رقم کو دینی امور میں اور طلباء کی امداد میں صرف کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ شخص ہمیشہ جس مد میں رقم بھیجا کرتا تھا اسی میں صرف کردی جائے۔ اگر یہ پہلا ہی موقع ہو اور مُرسَل اِلیہ (جس پر رقم بھیجی گئی ہے) کسی ادارہ کا مہتمم اور منتظم ہو تو یہ رقم ادارہ کے دینی امور میں اور طلباء کی امداد میں صرف کی جائے، عموماً ایسی رقم زکوٰۃ کی ہوا کرتی ہے اسلئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ تملیک کا خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

للہ دی ہوئی رقم واپس ملی تو اسے کیا کرے؟

سوال (۱۸۴۱) میرے پاس ایک شخص آئے اور کہا کہ ایک آدمی بیمار ہے اور محتاج ہے، اور وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اس لئے آپ ان کی للہ مدد کریں۔ میں نے کچھ رقم ان کو دیدی، چند گھنٹے کے بعد انھوں نے خبر دی کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے اور انھوں نے مجھے وہ رقم واپس کردی، اب اس رقم کا استعمال میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

الجواب:- جب کہ آپ کی دی ہوئی رقم نہ زکوٰۃ کی ہے نہ صدقہ واجبہ کی، نہ کفارات کی اور نہ چرم قربانی کی قیمت ہے نہ بینک کا سود ہے تو آپ بلا تامل اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کھانے کے درمیان انگلیاں چاٹنا

سوال (۱۸۴۲) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں چاٹنا مستحب ہے، ایک شخص کھانے کے درمیان بھی انگلیاں چاٹتا رہتا ہے، کیا یہ بھی مستحب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کھانے سے فراغت پاکر انگلیاں چاٹنا مستحب ہے اثناء طعام میں مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، مدارج النبوۃ میں ہے ولعق اصابع در اثنائے اکل مکروہ است (ص۲۶۶ ج۱، باب یازدہم در عبادات طعام و شراب وغیرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

سرکاری قانون کے مطابق ملی ہوئی زمین کے متعلق

سوال (۱۸۴۳) ایک غیر مسلم نے ایک مسلمان کو اپنی زمین کرایہ پر دی، پھر حکومت کے قانون کے مطابق وہ زمین مسلمان کو مل گئی، اور حکومت نے اس کی قیمت بہت کم دلائی، تھوڑی مدت کے بعد اس مسلمان کا انتقال ہو گیا اب اس کے ورثاء وہ زمین اپنے درمیان تقسیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شک کی

وجہ یہ ہے کہ حکومت نے بہت کم قیمت دلوائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- مرحوم نے جس قیمت پر زمین لی ہے وہ اصل قیمت سے بہت کم ہے اس وقت اس کو لازم تھا کہ بقیہ رقم ادا کرکے مالکِ زمین کو رضامند کر لیتا مگر ایسا نہیں ہوا ہے لہذا اتنی رقم مالکِ زمین کو ادا کردی جائے، پھر ورثاء میں تقسیم ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ رجمادی الاولی ۱۳۹۹ھ

ایک حدیث کی تحقیق

سوال (۱۸۴۴) بعد سلام مسنون! گذارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک بدعتی عالم نے تبلیغی جماعت کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے اس کے آخر میں مسند دارمی کے حوالہ سے ایک حدیث لکھی ہے۔ اس حدیث کی تحقیق مطلوب ہے۔

حدیث یہ ہے:" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک مرتبہ کچھ صحابہ کو یہ بات پسند آئی کہ مسجد میں جمع ہوکر اللہ کا ذکر کریں، چنانچہ ان حضرات نے مسجد میں حلقہ بنا کر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ وغیرہ تسبیحات پڑھنا شروع کیا اور تسبیحات گننے کے لئے کنکریاں استعمال فرمائیں، جب اس حقیقت کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہوا تو وہ دوڑے دوڑے مسجد میں تشریف لے گئے اور ناراض ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ کیا حرکتیں شروع کردی ہیں؟ ان لوگوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم کتنی جلد بربادی کے راستہ پر چلنے لگے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن مبارک میلا بھی نہیں ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہم میں موجود ہیں"۔

اس حدیث کو نقل کرکے وہ استدلال کرتا ہے کہ آجکل موجودہ تبلیغی جماعت کی بدولت مسجد اب مسجد نہ رہی، کھانا پکانا، کھانا کھانا بستر اور دوسرے سامان کے ساتھ مسجد میں قیام پذیر ہونا آرام کرنا، سونا اور زندگی کے یہ تمام کام مسجد ہی میں انجام دیتے ہیں

مسجد میں ایسی حرکتوں کے کرنے والوں کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیسی خفگی اور ناراضگی ظاہر فرمائی جو اوپر والی حدیث سے ظاہر ہے

اب حضرت والا سے اس سلسلہ میں یہ فتویٰ مطلوب ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کے صحیح مصداق کون لوگ ہیں۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ مذکور حدیث ثابت ہے، ازالۃ الخفاء وغیرہ کتب معتبرہ میں موجود ہے، یہ لوگ اجتماعی طور پر عبادت کے لئے جمع ہوتے تھے اور اس ہیئت سے عبادت کرنے کا ثبوت نہیں تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو روک دیا۔ عبادت میں مخصوص کیفیات اور خصوصی طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شرع میں وارد نہیں ہیں۔ بدعت اور ناجائز ہے، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:۔ والٰکن ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت اوشیئ دون شیئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع (بحر الرائق ۲/۱۵۹) (الاعتصام ۱/۲۴) اسی لئے نمازِ وتر بالجماعۃ غیر رمضان میں مشروع نہیں ہے اور اسی طرح نمازِ تہجد با جماعت ممنوع و مکروہ ہے، رہا تبلیغی جماعت کا مسجدوں میں حلقہ بنانا تو یہ تعلیم اور تبلیغ کے لئے ہے، محض عبادت نہیں ہے اسلئے وہ بعض قیود اور شرائط جو عبادت کے حق میں لازم ہیں وہ تعلیم اور تبلیغ کے لئے نہیں ہو سکتے، تعلیم و تبلیغ کے سلسلہ میں نسبتہً آزادی ہے اور سہولت مطلوب ہے تنہا تنہا پڑھائیں یا جماعت بنا کر پڑھائیں، صبح پڑھائیں، شام پڑھائیں یا شب کو سب درست ہے، اجتماعی عبادت کے لئے یہ آزادی نہیں ہے، مسجد کا احترام و ادب سب کو لازم ہے، خارجِ مسجد آرام اور سونے کی جگہ نہ ہو تو مسافر اور تبلیغی جماعت والے بہ نیت اعتکاف مسجد میں سو سکتے ہیں، مگر مسجد میں کھانے پینے کی اجازت نہ ہوگی، تبلیغی جماعت اپنی اصلاح اور دین کی تبلیغ کیلئے

نکلتی ہے یہ جماعت مسجدوں میں نہیں ٹھیرے گی تو کہاں ٹھیرے گی؟ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آیا اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور وہ ان لوگوں کے نماز کا وقت تھا اس لئے ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی، صحابہ نے چاہا کہ ان کو اس طریقہ کی نماز سے روکیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو پڑھنے دو، اس کے بعد انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنے قاعدہ سے نماز ادا کی (زاد المعاد) (اصح السیر ص ۴۴۴ ج ۱ ۴۴۳)

لہذا تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنا درست نہیں ہے البتہ مسجد کے احترام کے خلاف ہوتا ہو تو محبت اور نرمی سے کہا جائے۔ اور ان کو بھی چاہئے کہ مسجد کا پورا احترام کریں، دنیوی باتوں میں مشغول ہونے اور مسجد کو مسافر خانہ کے طور پر استعمال کرنے سے پورا احتراز کیا جائے ورنہ معصیت کے مرتکب ہونگے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

اتوار اور منگل کے دن غسل کرنا اور ناخن تراشنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۰۵) دلائل الخیرات کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

(۱) منگل کے دن جو ناخن ترشواتا ہے صحت اس سے نکل جاتی ہے اور بیماری اس میں داخل ہوجاتی ہے۔ اور جو کوئی منگل کے دن غسل کرتا ہے عمر اس کی کم ہوجاتی ہے (عقول عشرہ)

(۲) اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ روز یکشنبہ کو جو کوئی ناخن تراشے اس سے غنا نکل جاتی ہے اور فقیری داخل ہوجاتی ہے اور جو کوئی یکشنبہ کو غسل کرے کوئی بیماری اس کو لاحق ہو (عقول عشرہ)

برائے مہربانی ان دونوں عبارتوں کے متعلق وضاحت فرمائیں، اور منگل واتوار

کے دن ناخن تراشنا اور غسل کرنا کیسا ہے ؟ جائز ہے یا نہیں ؟ بیان فرمائیں بینوا توجروا

الجواب :- (۱-۲) جنھوں نے یہ لکھا ہے ان کے تجربہ کی بنا پر لکھا ہوگا اس کا اعتقاد رکھنا اور شرعی حکم سمجھنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے ۔۔۔ امداد الفتاوی میں اسی طرح کا ایک سوال و جواب ہے وہ ملاحظہ ہو۔

سوال :- پند نامہ میں جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مصرعہ تحریر فرمایا ہے

؎ شب در آئینہ نظر کردن خطا است ۔

یہ ممانعت شرعی ہے یا کسی مصلحت سے، اور اگر مصلحت ہے تو کیا مصلحت ہے اسی طرح رات کو جھاڑو دینا خواری کا باعث ہے، اور دیواروں کو کپڑے سے صاف کرنا خواری لاتا ہے، یہ کس طرح سے ہے اور کس وجہ سے ہے۔

الجواب :- ان امور کی شرع میں کچھ اصل نہیں، جو محض عوام میں مشہور ہیں ان کی اصل ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ جو بزرگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے تو از قبیل حکمت و طب ہے ورنہ یہ کہا جاویگا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن غالب تھا اسلئے بعض روایات کو سنکر تنقید راوی نہ کی اس کو صحیح سمجھ کر لکھ دیا۔ پس وہ معذور رہیں اور قابل عمل نہیں۔

تتمۂ اولیٰ ص ۲۰۵ (امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۲۳ مسائل شتّٰی) فقط واللہ اعلم بالصواب

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا زلیخا سے نکاح ہوا یا نہیں ؟

سوال (۱۸۴۶) حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت زلیخا سے نکاح ہوا یا نہیں ؟ سوال کا سبب یہ ہے کہ ایک قاضی صاحب نے نکاح کے بعد دعا میں یہ جملہ کہا اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ یُوْسُفَ وَزُلَیْخَا تو نکاح ہوا ہے یا نکاح خوانوں نے اپنی طرف سے جوڑ ملادیا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب:۔ بعض معتبر تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح زلیخا سے ہوا ہے چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر معارف القرآن میں ہے "بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی زمانہ میں زلیخا کے شوہر قطفیر کا انتقال ہو گیا تو شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی شادی کر دی" الخ (معارف القرآن ص ۷۷ ج ۵)

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: عزیز مصر کے انتقال کے بعد بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی عزیز مصر کی بیوی زلیخا سے شادی کر دی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک افرائیم دوسرے میشا تفصیل کے لئے دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۱۳ ج ۹، وزاد المسیر ص ۲۲۴ ج ۴، وتفسیر ابن کثیر ص ۴۸۲ ج ۲ (معارف القرآن ص ۲۴۲ ج ۴ سورۂ یوسف مطبوعہ لاہور) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔ یوسف علیہ السلام نے ایک سو دس سال یا ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی، اور عزیز مصر کی عورت کے بطن سے ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے اور ایک لڑکی، لڑکوں کا نام افرائیم اور میشا تھے اور لڑکی کا نام رحمت تھا جو حضرت ایوب علیہ السلام کے عقد میں آئیں الخ (معارف القرآن ص ۲۷۲ ج ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

قبر پر کتبہ لگانا بہتر ہے یا کار خیر میں خرچ کرنا؟

سوال (۱۸۴۷) میں اپنے مرحوم خاوند کے ایصال ثواب کے لئے ان کی قبر پر پتھر (کتبہ) لگانا چاہتی ہوں تو اس میں مرحوم کو زیادہ ثواب ملیگا یا اس پتھر کی قیمت کسی صدقۂ جاریہ کے مصرف میں دیدوں اس میں زیادہ ثواب ملیگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قبر پر مرحوم خاوند کے نام کا پتھر لگانے سے مرحوم کو کچھ اجر

نہیں ملیگا اجر اس میں ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق غرباء و مساکین کی امداد کی جائے یا کسی صدقۂ جاریہ کے کام میں خرچ کی جائے، یہ مرحوم کے حق میں بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے

سوال (۱۰۴۸) مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے یا ایک ہاتھ سے؟ غیر مقلدین ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وکفان بین یدی بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، اس حدیث میں صحابی اپنے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا بیان کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے اور غیر مقلدین جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا تب ہی تو صحابی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان ہوگیا اور صحابی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ہو، یہ حدیث اس بارے میں قطعی نہیں ہے، اسلئے کہ جب دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہوگا تو لامحالہ ایک ہاتھ دو ہاتھوں کے درمیان ہوگا اور یہاں صحابی تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنی سعادتمندی بیان فرمارہے ہیں کہ میرا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا یہ بتلانا مقصود نہیں ہے کہ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور صحابہؓ سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مصافحہ کے لئے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور صحابی ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں (ایسی بے ادبی و بے تہذیبی تو غیر مقلدین ہی کرسکتے ہیں) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نے اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نقل فرمایا ہے اور اس کے بعد اسی اثر سے مصافحہ کے دو ہاتھ سے ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت حماد رحمہ اللہ کا عمل بھی پیش کیا ہے کہ انھوں نے محدث کبیر امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا، اگر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہوتا تو یہ حضرات محدثین ضرور اس پر نکیر فرماتے۔

ملاحظہ ہو امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ باب المصافحة. قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ عَلَّمَنِی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہدَ وکفّی بین کفّیہ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم فرمائی اس حالت میں کہ میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا (خیال رہے کہ یہ تعلیم کا موقعہ ہے جس طرح بیعت کے وقت ہوتا ہے) اس کے بعد امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے باب الاخذ بالیدین (دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا) اور اس کے ثبوت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی اثر اور حضرت حماد رحمہ اللہ کا عمل پیش کیا ہے، فرماتے ہیں باب الاخذ بالیدین. وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ. حدثنا ابونعیم قال حدثنا سیف بن سلیمان قال سمعتُ مجاھدًا یقول حدثنی عبداللہ بن سخبرة ابومعمر قال سمعتُ ابنَ مسعود یقول علّمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکفّی بین کفیہ التشھدَ کما یُعلّمُنی السورة (بخاری شریف ص ۹۲۶ ج ۲)

امام بخاریؒ کے اس طرز سے بیّن طور پر ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہو۔ شامی میں ہے والسنة ان تکون بکلتا یدیہ (در مختار والشامی ص ۳۳۶ ج ۵)

مجالس الابرار میں ہے:۔ والسنة فیھا ان تکون بکلتا الیدین۔ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو (مجالس الابرار ص ۲۹۸ مجلس نمبر ۵۰)

ابوالحسنات علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

الجواب ہو المصوب :- جمہور فقہاء مصافحہ را بدو کف دست مسنون می نویسند در مجالس الابرار می نویسد والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ انتہی وہم چنیں است در در مختار و جامع الرموز وغیرہ وحدیث ابوامامہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفہما حتی یغفر لہما کہ در معجم طبرانی مرویست دلالت برآں دارد چہ اگر مصافحہ بیک کف از ہر کس می شد دریں حدیث بجائے اکفہما کہ جمع کف است لفظ کفاہما بصیغۂ تثنیہ وارد می شد وشاہد آں تعلیق صحیح بخاری است کہ در آں در باب الاخذ بالیدین مسطور است، وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ انتہی ازیں تعلیق معلوم می شود کہ مصافحہ بہر دو دست در عہد تابعین متوارث بود۔ وآنچہ کہ در صحیح بخاری در باب مذکور از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرویست علمنی

یعنی، تمام فقہاء دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، مجالس الابرار میں ہے والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، انتہی۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان .... الخ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے انتہی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے اسلئے کہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو حدیث میں لفظ اکفہما، اکف۔ کف کی جمع ہے جسکے معنی ہیں "ہاتھوں" کی جگہ "کفاہما" ہوتا اور اسکی دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ وصافح حماد بن زید بن المبارک بیدیہ، حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی
بین کفیہ التشہد کما یعلمنی السورۃ
من القرآن التحیات للہ
والصلوٰۃ والطیبات الحدیث
پس ظاہر آنست کہ مصافحہ
متوارثہ کہ بوقت تلاقی
مسنون است نبودہ بلکہ طریقۂ
تعلیمیہ بودہ کہ اکابر بوقت
اہتمام تعلیم چیزے
از ہر دو دست یا یک
دست اصاغر گرفتہ
تعلیم می سازند برتقدیر
تسلیم اینکہ ایں مصافحہ
متوارثہ بودہ ثبوت
آں بہر دو دست ازاں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر است و از جانب
ابن مسعود بودن صرف
یک کف مابین ہر دو
کف نبوی قطعی نیست
چہ گاہے کف بمعنی جنس

مصافحہ کیا، انتہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروج
تھا۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر جو بخاری
میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ
فرماتے ہیں، مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے سورتِ قرآن کی تعلیم کی طرح تشہد
یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس
حال میں کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان
تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے
والا مسنون مصافحہ نہ تھا بلکہ یہ تعلیم کے
لئے تھا کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم
کے اہتمام کیلئے اپنے چھوٹوں کا ایک یا
دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں۔ اور
اگر اس مصافحہ کو ملاقات کا تسلیم کرلیا
جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں سے
ہورہا ہے اور ابن مسعود کی جانب سے
فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی
نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہونے

مستعمل شدہ ہر دو کف ازاں مراد گرفتہ میشوند وہم چنیں در استعمال عرب وآیات قرآنیہ واحادیث نبویہ استعمال ید در جنس ید آمدہ است کہ بریک ید و دو ید متضمن است ودر اکثر مقامات بمقام دو ید استعمال یک لفظ آمدہ است بناء علیہ در احادیثے کہ درآں اخذ بالید وارد است نص بر بودن مصافحہ بیک دست نیست بلکہ ہر دو امر محتمل است بالجملہ دریں باب اگر نصّے صریح صحیح برآں یافتہ شود کہ مصافحہ صرف بیک کف مسنون است اقوال فقہاء را گذاشتن لازم خواہد بود وتا وقت عدم وجود نص صریح براقوال فقہاء عمل باید ساخت واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی (محمد عبدالحی ابو الحسنات) تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

کا امکان ہے کیونکہ لفظ کف واحد کے لئے نہیں بلکہ جنس کے معنی میں ہے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے تو اس صورت میں لفظ ید ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا اور اکثر مقامات میں دو ید کے موقع پر لفظ ید آیا ہے اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں بلکہ وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیح اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہاء کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس نص صریح صریح کے بغیر فقہاء کے اقوال پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔
(مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی اردو مبوّب ص ۱۱۲ مطبوعہ پاکستان)

(مجموعہ فتاوی قدیم ص ۵۲/۲ کتاب العلم مطبع یوسفی لکھنؤ) (مطبع یوسفی جدید ص ۶۷-۶۸/۱ کتاب العلم)

اس حدیث کے متعلق محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ "تذکرۃ الخلیل" میں ہے۔

" ایک بار آپ ٹونک تشریف لے گئے اور بندہ ہمراہ تھا چند اہل حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا حضرت نے حسب عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح ہونا چاہئے وہ بولے حدیث میں ہے۔ صحابی کہتے ہیں۔ وکان یدی فی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، آپ نے بیساختہ فرمایا پھر متبع سنت (نبوی) ہم ہوئے یا تم؟ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۴)

لہٰذا مصافحہ دو ہاتھ سے ہی مسنون ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

خواب کی حقیقت کیا ہے؟

سوال (۱۸۴۹) خواب کی حقیقت کیا ہے اور خواب کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ "خلاصۃ التفاسیر" میں ہے۔ خواب یہ ہے کہ روح جسم سے نکل کر عالم علوی و سفلی میں سیر کرتی ہے جو جاگنے میں نہیں دیکھ سکتی وہ دیکھتی ہے اسے حسِ روحی کہنا چاہیئے، حسِ جسمانی صرف حاضر پر حاوی ہو سکتی ہے اور حسِ روحانی حاضر و غائب دونوں کی مدرک ہے۔ فرمایا خواب تین ہیں (۱) رویائے صالحہ (یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہے) (۲) ملول اور پریشان کن خواب (یعنی اضغاث احلام یہ وسوسۂ شیطان ہیں) فرمایا۔ الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان (خواب اللہ کی طرف سے ہے اور حُلم شیطان کے وساوس سے) اور رؤیائے صالحہ عالم ملکوت و جبروت و فیضان حضرت لاہوت سے ہے اور عالم خیال و مثال سے تعلق نہیں۔ کہا دانیال پیغمبر نے روحیں آسمانِ ہفتم کی طرف بلند کی جاتی ہیں اور بحضور پروردگار باادب کھڑی ہوتی ہیں سجدہ کرنے کی اجازت

ملتی ہے طاہر عرش کے نیچے اور غیر طاہر دور سے سجدے میں گرتی ہیں، حدیث میں ہے رؤیا المؤمن جزءٌ من ستة واربعین جزءً من النبوة (مؤمن کا خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے) اور بعض روایتوں میں پینتالیسواں حصہ بھی مروی ہے پس خواب فیضانِ الوہیت و برکاتِ نبوت سے ہے فرمایا ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ (ابن ماجہ) نبوت ختم ہو گئی بشارتیں باقی ہیں اور تفسیر آیۃ لَهُمُ الْبُشْرٰى میں فرمایا کہ مراد رؤیائے صالحہ ہیں، فرمایا مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ (بخاری شریف) یعنی جس نے ایسا خواب بیان کیا جو نہ دیکھا تھا تو مجبور کیا جائے گا کہ گرہ لگائے دو جَو میں اور وہ نہ لگا سکے گا، یعنی قیامت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، اور فرمایا اِنَّ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُّرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا (بخاری شریف) یعنی نہایت بڑا افترا، یہ ہے کہ جو نہیں دیکھا اسے آنکھوں کی طرف منسوب کرے یعنی جھوٹا خواب بیان کرے، حدیث میں ہے اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا (مسلم شریف) جو جس قدر سچا اسی قدر اس کے خواب سچے ہیں۔

(خلاصۃ التفاسیر ص ۲۲۱-۲۲۲ سورۂ یوسف، تحت الآیۃ - اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يَا اَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

برادری کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے سے قطع تعلق کا قانون بنانا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۵۰) علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں

ایک جگہ ایک برادری ہے اس برادری کی ایک پنچ ہے، اس پنچ کے صدر اور ممبروں نے ایک دنیوی جھگڑے کی وجہ سے برادری کے ایک دیندار پابند شریعت شخص کا بائیکاٹ کیا ہے اور اس سے سلام و کلام بند کر دیا ہے اور اس کی خوشی

دغمی میں شرکت ممنوع قرار دی گئی ہے، کیا ان کا یہ فیصلہ صحیح ہے؟ اور برادری قانون کا اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ بائیکاٹ کے خلاف اس برادری کے چند افراد نے اس شخص کے یہاں میت کے موقع پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مدنظر رکھتے ہوئے جنازے میں شرکت کی اس کے بعد برادری کے صدر نے میٹنگ کی اور جن لوگوں نے جنازے میں شرکت کی تھی ان سے کہا کہ تم نے جماعت کے قانون کو کیوں توڑا؟ تمکو معافی نامہ لکھنا ہوگا، کیا ان کا یہ مطالبہ اور معافی نامہ لکھوانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مذکورہ جماعتی پنچ کو لازم ہے کہ اس قسم کا کوئی بھی فیصلہ مستند علماء سے تحریری فتویٰ حاصل کئے بغیر نہ کرے، دنیوی معاملات اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے مسلمان بھائی بہنوں سے بائیکاٹ کرنا اور ان کو جماعت (برادری) سے خارج کر دینا اور سلام و کلام بند کر دینا جائز نہیں، حرام ہے، حدیث میں ہے حَقُّ المسلمِ خَمْسٌ، رَدُّ السلامِ، وعيادةُ المريضِ، واتباعُ الجنائزِ واجابةُ الدعوةِ، وتشميتُ العاطسِ — یعنی مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا (یَرْحَمُکَ اللہ کہنا) (بخاری شریف وغیرہ) اور ایک حدیث میں ہے لَا يَحِلُّ لِمُؤمِنٍ ان يَهْجُرَ اخاه فوق ثلث ليالٍ مؤمن کے لئے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔ اور ایک حدیث میں ہے المُسْلِمُ مَن سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں (بخاری شریف) نیز ایک حدیث میں ہے لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا آپس میں قطع تعلق

نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپئے آزار نہ ہو، آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ کرو، اے خدا کے بندو سب بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری شریف وغیرہ) ایک حدیث میں ہے۔ لَا یَدخلُ الجنۃَ قاطعٌ "قطع رحمی کرنے والا (رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا) جنت میں داخل نہ ہوگا (بخاری شریف وغیرہ)

بزرگانِ دین کا ارشاد ہے۔ ؎

وظلم ذی القربیٰ اشد مضاضۃ علی المرء من قطع الحسام المھند

یعنی، اقارب اور رشتے داروں کا ظلم انسان کے لئے تلوار کے زخموں سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

مباش درپئے آزار و ہرچہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

کسی کی ایذا رسانی کے درپے نہ ہو اور جو چاہے کرو ہماری شریعت میں اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے۔

جنازے میں شرکت کرنا کوئی گناہ نہیں کہ اس پر مواخذہ ہو اور معافی کا مطالبہ کیا جائے اور معافی منگوائی جائے، معافی مانگنا جرم کا اقرار کرنا ہے، حدیث میں ہے لَا طَاعَۃَ لِلْمَخْلُوقِ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ۔ اللہ کی نافرمانی کی باتوں میں کسی کی اطاعت نہ ہونی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ٢٨ جمادی الاولیٰ ٢٩ھ

حکومت بطور امداد رقم دے تو لینا کیسا ہے

(سوال ١٨٥١) ایک شخص انگلینڈ میں مقیم ہے ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی کچھ روز بعد اس لڑکی کا انتقال ہوگیا وہاں کی حکومت ایسے موقعہ پر بطور امداد اپنی خوشی سے بچہ کے ماں باپ کو کچھ رقم دیتی ہے تو وہ رقم لینا کیسا ہے؟ خود استعمال کرسکتا ہے یا لے کر کسی غریب کو دیدے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ جبکہ حکومت بلا طلب بطور امداد اور غم خواری کے رقم دیتی ہے تو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، خود استعمال کرے یا حاجت مندوں کو دیدے،
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بذریعۂ پارسل قرآن شریف بھیجنا

سوال (۱۸۵۲) بذریعۂ پارسل ڈاک سے قرآن مجید بھیجنا کیسا ہے؟ گناہ تو نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ مجبوری اور ضرورت کی بنا پر پارسل کے ذریعہ قرآن شریف بھیجنا جائز ہے پوری احتیاط کے ساتھ پیکنگ کرکے بکس میں رکھ کر روانہ کیا جائے
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شاعر کو فنی معلومات کی بنا پر "مفتی سخن" کا خطاب دینا

سوال (۱۸۵۳) کسی مسلمان شاعر کو اس کی فنی معلومات کی بنا پر "مفتی سخن" کا خطاب دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مذہبی معاملات میں فیصلہ کرنے والے کو "مفتی دین" کہتے ہیں، اسی طرح کلام کے ماہر کو "مفتی سخن" کا خطاب دینے میں قباحت نہ ہونی چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ مسلمان شاعر کو اس کی فنی معلومات کی بنا پر "مفتی سخن" کا خطاب دینا فی نفسہ مباح ہے، لیکن جبکہ شاعر عالم دین نہ ہو تو مفتی سخن کے خطاب سے تلبیس کا احتمال ہے، عوام اس سے دین کا عالم اور "مفتی شرع متین" سمجھ لیں گے اور پھر اس سے دین کے مسائل اور احکام دریافت کریں گے اور ضَلُّوا فَاَضَلُّوا کا مصداق ہوں گے، لہٰذا غیر عالم کو اس قسم کا خطاب دینے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ عوام الناس کو دھوکہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ملازمین نماز روزہ کی پابندی نہ کریں تو مالک اس کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟

سوال (۱۰۵۴) ہوٹل میں نوکر ہوتے ہیں اگر وہ نماز نہ پڑھیں اور ماہ رمضان المبارک کے روزے نہ رکھیں تو ہوٹل کے مالک پر اخروی اعتبار سے ذمہ داری ہے یا نہیں؟ ان کی ڈیوٹی عین نماز کے وقت ہوتی ہے اسوقت نہ نوکر خود نماز کے لئے جاتے اور نہ مالک جانے کے لئے کہے تو مالک ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ ہوٹل کے اوقات میں اگر نماز کا وقت آجائے تو مالک پر ضروری ہے کہ اپنے ملازمین کو نماز کے لئے کہے اگر وہ اپنے مفاد کی خاطر چشم پوشی کریگا تو وہ بھی اخروی اعتبار سے ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا، حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا، لہٰذا مالک ہوٹل پر ضروری ہے کہ اخروی ذمہ داری کو مدنظر رکھے خود بھی نماز کی پابندی کرے اور اپنے ماتحتوں کو بھی نماز روزہ کی پابندی کی تاکید کرے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رمضان وغیر رمضان میں ڈاڑھی منڈانا

سوال (۱۰۵۵) ایک شخص صرف ماہ رمضان میں ڈاڑھی رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ رمضان میں اس لئے نہیں منڈاتا کہ رمضان میں اس گناہ سے بچوں، اور رمضان ختم ہوتے ہی ڈاڑھی منڈا دیتا ہے، اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ مذموم ہے یا نہیں؟ اپنے ہاتھ سے مونڈے اس کا گناہ زیادہ ہے یا حجام (نائی) کے پاس منڈانے کا، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ڈاڑھی منڈانا ایک فعل حرام ہے جس سے یہ شخص ماہ رمضان میں بچا رہا اب اگر بعد رمضان یہ شنیع حرکت کرے گا تو ایک فعل حرام کا بعد از رمضان

مرتکب ہونا شمار ہوگا، اور گنہ گار ہوگا، خود مونڈے تو فعل حرام کا مرتکب ہوگا، اسی طرح حجام (نائی) سے منڈوائے تب بھی فعلِ حرام کا مرتکب ہوگا اور مونڈنے والا بھی گنہ گار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

"قصص الانبیاء" معتبر کتاب ہے یا نہیں

سوال (۱۸۵۶) کتاب "قصص الانبیاء" کا پڑھنا اور پڑھ کر لوگوں کو سنانا جائز ہے یا نہیں؟ دریافت کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب غیر معتبر ہے، اب چند امور جواب طلب ہیں۔

(۱) معتبر یا غیر معتبر ہونے کا حکم علی الاطلاق ہے یا تعیین مواضع کے ساتھ؟ اگر مواضع متکلم فیہ کی نشاندہی فرما دیں تو ہم جیسوں کے لئے مفید ہوگا

(۲) فارغ التحصیل عالم معتبر کتب سنانے کے بجائے یہ کتاب پڑھ کر سنائے تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- کتاب قصص الانبیاء فارسی زبان میں ہے، تلاش کرنے کے بعد بھی فارسی نسخہ نہیں ملا، دارالعلوم اشرفیہ سے ترجمہ دستیاب ہوا ہے مگر مطالعہ کا وقت نہیں مل سکا، اتفاق سے ایک دوست نے کہا کہ حضرت تھانوی رحمہ نے بہشتی زیور حصہ دہم میں بعنوان "بعضے کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نفع ہے" اس میں قصص الانبیاء کا بھی ذکر فرمایا ہے، جب حضرت محقق رحمہ نے مفید بتلایا ہے تو اب مزید تحقیق کی ضرورت نہیں، تاریخ کی کتاب ہے، قواعد واحکام کی کتاب نہیں ہے، اور پڑھ کر سنانے والا جب عالم ہوگا تو غلط فہمی کا بھی اندیشہ نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

---

[1] کتاب قصص الانبیاء، مفید ضرور ہے مگر اس کی سب روایات صحیح نہیں ہیں جیسے عُوج بن عُنُق کا قصہ فرضی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مصنف کے پیش نظر ایسی تفاسیر بھی ہیں جو اسرائیلیات سے پاک نہیں ہیں جیسے ثعالبی کی العرائس ۱۲ سعید احمد پالن پوری۔

منگنی ہوجانے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی بھیجنا

سوال (۱۸۵۷) آج کل لڑکے اور لڑکی کی منگنی ہوجانے کے بعد جانبین سے ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی بھیجی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ بطور عیدی کے بھیجنے کی ممانعت نہیں، اس کو رسم نہ بنایا جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچوں کی سالگرہ منانا

سوال (۱۸۵۸) کیا بچوں کی سالگرہ منانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ سالگرہ منانے کا جو طریقہ رائج ہے (مثلاً کیک کاٹتے ہیں) یہ ضروری نہیں بلکہ قابل ترک ہے، غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے البتہ اظہار خوشی اور خدا کا شکر ادا کرنا منع نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا

سوال (۱۸۵۹) بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ دعاء کا دائم مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے سجدۂ مناجات اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے، اشعۃ اللمعات میں ہے، سوم سجدۂ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است یعنی تیسرا سجدۂ مناجات ہے اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے (اشعۃ اللمعات ص ۶۲ ج ۱) شرح سفر السعادت میں ہے دیگر سجدۂ مناجات ست بعد از نماز وظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایں مکروہ است (شرح سفر السعادت ص ۱۵۹)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دارالکفر میں زنا کے ارتکاب پر سزا کی کیا صورت ہوگی؟

سوال (۱۸۲۰) مجھ سے ایک بہت سخت جرم ہوگیا ہے جس پر مجھ کو بہت ہی ندامت ہے اور دل سے چاہتا ہوں کہ اس جرم کی شریعت محمدیہ میں جو بھی سزا ہو وہ مجھ کو اس دنیا میں دیدی جائے تاکہ آخرت میں اس کی سزا سے بچ جاؤں اور دوسروں کو بھی اس سے عبرت حاصل ہو اور وہ اس جرم کا ارتکاب کرنے کی ہمت نہ کریں، وہ یہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی سے جو میری رشتے دار بھی ہے زنا ہوگیا ہے، اس کی جو سزا ہو وہ تحریر فرمائیں اور مجھ پر اس سزا کا اجرا کس طرح اور کہاں ہوگا وہ بھی تحریر فرما دیں، اس کا تذکرہ میں نے اپنے دوست سے کیا ہے، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ لوگ ملامت کریں گے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ دنیا ہی میں پاک ہو جاؤں امید ہے کہ مجھے جواب عنایت فرمائیں گے، بینوا توجروا ۔

الجواب :- ایسے جرم کیلئے دو چیزیں ہیں اول توبۂ خالص، تنہائی میں حق تعالیٰ کے سامنے روئے گڑگڑائے اور اپنے فعل پر اظہار ندامت کے ساتھ دائمی طور پر ترک فعل کا عہد و پیمان کرے کہ آئندہ ہرگز ہرگز اس فعل کا ارتکاب نہ کروں گا، زندگی بھر اس سلسلہ کو جاری رکھے اگر یہ توبہ خلوصیت کے ساتھ ہے تو صادق مصدوق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ اس طرح محو (معاف) ہو جاتا ہے جیسا کہ کیا ہی نہیں تھا التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ۔ الحدیث ۔ دوسری چیز شرعی حد کا نفاذ ہے مگر ہندوستان میں اس کا نفاذ ممکن نہیں، دارالاسلام میں ہو سکتا ہے، دارالحرب میں بادشاہ اسلام بھی حدود شرعیہ کا نفاذ نہیں کر سکتا ۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اس قسم کے سوال کے جواب

میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱۹۵) جواب:۔ حدود شرعیہ کی تنفیذ دارالاسلام میں ہوسکتی ہے، دارالحرب میں بادشاہِ اسلام بھی حدودِ شرعیہ کا نفاذ نہیں کرسکتا، پس ہندوستان جو دارالحرب ہے اس میں حدود ممکن نہیں، علمائے امت پر لازم ہے کہ زانی وزانیہ کو اپنی طاقت بھر زجر کریں جو قانونِ وقت سے متصادم نہ ہو مثلاً مقاطعہ کا حکم دیں یعنی جب تک زانی وزانیہ توبہ نہ کریں اس وقت تک کوئی ان سے میل جول نہ رکھے۔

(کفایت المفتی ص۱۷۹ ۱۸۰ جلد دوم)

اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

سوال:۔ کوئی شخص اپنی محرمات یعنی بہن اور ماں اور خالہ وغیرہ سے مرتکب زنا ہورہا ہے ایسے شخص کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہوگیا ہے یا مسلمان رہا؟ اسکے ذمہ کس درجہ کا گناہ ہے؟۔

(۲) ایک شخص ایک فاحشہ عورت سے مرتکب زنا ہے یعنی رنڈی سے، اس رنڈی کی ایک لڑکی ہے، نہیں معلوم کہ اس شخص کے نطفہ سے ہے یا کسی اور شخص کے نطفہ سے غرض کہ شخص مذکور رنڈی مذکورہ سے بھی اور اس کی بیٹی سے بھی مرتکب زنا ہے اس زانی کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(۱۹۳) جواب:۔ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا فاسق ہوتا ہے، ہاں اگر ماں بہن وغیرہ محرمات کے ساتھ زنا کو حلال بھی سمجھے تو کافر ہوجائیگا، لیکن یہ بات مسلمان کی طرف بلا کسی قوی دلیل کے منسوب نہیں کرسکتے، اسی طرح دوسری صورت کا جواب ہے کہ ان دونوں صورتوں میں زانی مذکور فاسق ہے، شریعتِ محمدیہ میں اس پر حدِ زنا لازم ہے، لیکن اقامت حدود کا زمانہ نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو لازم ہے کہ زجراً و توبیخاً ایسے شخص سے تعلقاتِ اسلامیہ سلام کلام مخالطت وغیرہ

ترک کردیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اور اس کی توبہ کا خلوص قرائن سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے مجانبت قائم رکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب (کفایت المفتی ص ۱۷۸ ج ۲ کتاب الحدود والجنایات) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرتد ہونے کے بعد اسلام قبول کرنا

سوال (۱۸۶۱) ایک شخص مسلمان گھرانہ میں پیدا ہوا اور پینتالیس (۴۵) سال تک اسلامی زندگی بسر کی موذن کے فرائض بھی انجام دیئے اس کے بعد وہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گیا اور بدھ مذہب کا اعلیٰ پیشوا بن گیا، چھ سال اس دورِ ظلمت میں گذارنے کے بعد پھر ایک بار تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا، کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے تو اسکے گذشتہ کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن ایک ہدایت یافتہ شخص مرتد ہو گیا اور اس درمیان اس نے افعالِ شرکیہ کئے۔ حرام غذا کھائی اور بدھ مذہب کی اشاعت کی اب دوبارہ وہ اپنا مذہب قبول کرتا ہے یعنی تائب ہو کر مشرف باسلام ہوتا ہے تو کیا اس شخص کے اسلام لانے سے زمانۂ ارتداد کے گناہ معاف ہونگے؟ جس طرح کہ مسلمان ہونے سے زمانۂ کفر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور ایسے شخص کو دوبارہ مذہبِ اسلام قبول کرنا ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جو شخص کافر ہو وہ اسلام قبول کرے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، حالتِ کفر میں یہ شخص واجب القتل نہیں ہے مگر ارتداد بہت سنگین گناہ ہے (خصوصاً صورتِ مسئولہ میں) اگر اس پر اسلام پیش کرنے اور اس کے اشکالات دور کرنے کے باوجود خدانخواستہ وہ شخص توبہ نہ کرے تو اسلامی حکومت میں ایسا شخص واجب القتل ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر وہ شخص سچے دل سے اپنے گناہ پر ندامت اور ادیانِ باطلہ سے برات ظاہر کرے، اور کلمۂ شہادت پڑھ کر صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور عمر بھر اپنے اس جرمِ عظیم پر گریہ وزاری

کے ساتھ توبہ کرتا رہے تو امید ہے کہ اللہ اس کی توبہ قبول کرے اور اس کے گناہ معاف کردے۔ درمختار میں ہے (من ارتدّ عرض) الحاکم (علیہ الاسلام استحبابًا) علی المذہب وتکشف شبہتہ ویحبس ثلاثۃ ایام ان استمہل فان اسلم فیہا (والّا قُتِل) لحدیث من بدّل دینہ فاقتلوہ (واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان) سوی الاسلام (او عمّا انتقل الیہ) بعد نطقہ بالشہادتین (در مختار مع الشامی ج ۳ ص ۳۹۴، ص ۳۹۵ باب المرتد) فقط: اللہ اعلم بالصواب۔

نیلام میں رشوت کی ایک صورت

سوال (۱۸۶۲) ہمارے یہاں سرکاری جنگلوں میں گوند پیدا ہوتا ہے اور سرکار اسے نکلوا کر نیلام کرتی ہے، نیلام میں بولی لگانے کے لئے پہلے کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے میں نے بھی وہ رقم بھر کر بولی لگانے کا حق حاصل کیا، نیلام کے موقعہ پر ایک شخص نے دوسرے خریداروں کو کچھ رقم دے کر راضی کرلیا کہ وہ بولی نہ لگائیں تاکہ پورا مال میں خرید لوں کچھ رقم مجھے بھی ملی ہے، تو وہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس نے یہ رقم دی ہے اس کو واپس کردی جائے اس کا استعمال جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرسہ کی تعلیم شروع ہونے سے پہلے بچوں سے دعائیہ نظم پڑھوانا

سوال (۱۸۶۳) انگریزی اور ہندی اسکولوں میں اسکول کھلنے کے وقت طلبہ سے پرارتھنا اور پریر پڑھوایا جاتا ہے، ہمارے یہاں خالص دینی مدارس ہیں، یہاں کے منتظمین اصرار کے ساتھ تقاضا کررہے ہیں کہ جس طرح اسکولوں میں پرارتھنا ہوتی ہے اسی طرح مدرسہ میں بھی کوئی دعائیہ نظم پڑھانی چاہئے اور اس کے پڑھنے کی شکل یہ ہوگی کہ

ایک یا دو طالب علم نظم کا ایک مصرعہ پڑھے گا اور بقیہ طلبا ترنم کے ساتھ اسی مصرعے کو دہراتے جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے

(۱) کیا اسلامی مدارس میں اسکولوں کی پرارتھنا کی طرح کوئی دعائیہ نظم طلبا سے اجتماعی طور پر پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض علماء انکار کرتے ہیں

(۲) اگر کوئی طالب علم شریک نہ ہو یا کبھی غیر حاضر ہو جائے تو اس کو تنبیہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ایسی دعائیہ نظم جو اللہ تعالیٰ کی ثنا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعریف و توصیف پر مشتمل ہو اجتماعی طور پر اسلامی مدارس میں بھی پڑھائی جا سکتی ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔

مثلاً یہ دعا پڑھی جائے۔

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم — قاضی حاجات و وہاب و کریم
اے الٰہ العالمین اے بے نیاز — دین و دنیا میں ہمارے کارساز
تو ہی معبود اور تو ہی مقصود ہے — تیرے ہی ہاتھوں میں خیر و جود ہے
ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہے خدا — تو کریم مطلق اور ہم ہیں گدا
ہم گنہگار اور تو غفار ہے — ہم بھرے عیبوں سے تو ستار ہے
ہم ہیں بے کس اور تو بے کس نواز — ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز
تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے — جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے
تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے — در تری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے
تیرے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو — پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو
مانگنا ہم پر کیا ہے تو نے فرض — اور سکھا ہم کو دیئے آداب عرض
مانگنے کو بھی ہمیں فرما دیا — مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلا دیا

بلکہ مضمون بھی ہر اک درخواست کا — ہم کو یارب تو نے خود سکھلا دیا
ہر گھڑی دینے کو تو تیار ہے — جو نہ مانگے اس سے تو بیزار ہے
ہر طرف سے ہو گئے ہم خوار و تباہ — آپڑے اب تیرے در پر یا الٰہ
گرچہ یارب ہم سراپا ہیں برے — اب تو لیکن آپڑے در پر ترے
دل میں ہیں لاکھوں امیدیں جلوہ گر — ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر
تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا — کون پوچھے گا ہمیں تیرے سوا
ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں — ہم ترا در چھوڑ کر جائیں کہاں
صدقہ اپنی عزت و اجلال کا — صدقہ پیغمبر کا، ان کی آل کا
اپنی رحمت ہم پہ اب مبذول کر — یہ مناجات اور دعا مقبول کر

(مناجات مقبول) (آمین)

نیز مندرجۂ ذیل مناجات بھی بہت عمدہ ہے، یہ پڑھی جائے۔

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

یاربا جرم مارا در گذار — ما گنہگاریم و تو آمرزگار
تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم — جرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم
سالہا در بند عصیاں گشتہ ایم — آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم
دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم — ہمقرین نفس و شیطاں ماندہ ایم
روز و شب اندر معاصی بودہ ایم — غافل از امر و نواہی بودہ ایم
بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضور دل نکردم طاعتے
بر در آمد بندۂ بگریختہ — آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
مغفرت دارد امید از لطف تو — زانکہ خود فرمودۂ لَا تَقْنَطُوْا
گر نباشد الطاف تو باراں بود — ناامید از رحمتت شیطاں بود

نفس و شیطان زد کریما راہِ من | رحمتت باشد شفاعت خواہِ من
چشم دارم از گنہ پاکم کنی | پیش ازیں کاندر لحد خاکم کنی
اندر آں دم کز بدن جانم بری | از جہاں با نور ایمانم بری

(پند نامہ)

اس مناجات کا کسی نے اشعار میں ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

عفو کر میرے جرائم یا خدا | تو غفور اور میں ہوں گنہگار یا خدا
نیکی تو کرتا ہے اور میں کار بد | ہیکہ جرموں کی نہیں اللہ حد
کی بسر جو معصیت میں زندگی | آخرش حاصل ہوئی شرمندگی
مبتلائے فسق و عصیاں میں رہا | ہمقرین نفس و شیطاں میں رہا
مبتلائے معصیت ہوں صبح و شام | تیکہ امر و نہی سے غافل مدام
ایک ساعت بے گنہ گذری نہیں | اور حضور دل سے طاعت کی نہیں
بھاگ کر یہ بندہ آیا در بدر | جرم سے اپنی مٹا کر آبرو
عفو کی کرتا ہے تجھ سے آرزو | کیونکہ تیرا قول ہے لَا تَقْنَطُوْا
ہووے کیونکہ تجھ سے انساں نا امید | تیری رحمت سے ہو شیطاں نا امید
نفس و شیطاں نے کیا گمرہ مجھے | یک ہے امید تیرے لطف سے
یا خدا مجھ کو گنہ سے پاک کر | قبل ازیں کہ دفن زیرِ خاک کر

جان میرے جسم سے جب ہو جدا
ہو نہ تب قلب سے ایماں رہا (آمین)

یا ان کے علاوہ اور کوئی دعائیہ نظم پڑھی جائے۔ فقط

(۲) ان کو سمجھا کر کام لیا جائے تشدد نہ کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صحابہ کرامؓ سے بدظنی سے احتراز

سوال (۱۸۶۴) ایک شخص نے اپنی تقریر میں یہ روایت بیان کی کہ ایک صحابی کا انتقال ہو گیا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ان کی تجہیز و تکفین کے بجائے یہ چرچا رہا کہ اس شخص نے نہ کبھی نماز پڑھی نہ روزہ رکھا اور نہ کسی کارِ خیر میں حصہ لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میت سے عدمِ توجہی کا سبب دریافت فرمایا صحابہ نے اپنی باہم گفتگو کا ذکر کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ غور کرو ممکن ہے اس نے کوئی نیک کام ضرور کیا ہوگا، اس پر ایک صحابی نے کہا ایک مرتبہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامان وغیرہ کی رات بھر نگہبانی کرتا رہا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ واقعہ جس میں بظاہر ایک صحابیٔ رسول کے اعمال کی توہین نظر آتی ہے، یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے، حضرت ابن عائذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ہمراہ نکلے جب (نماز پڑھنے کے لئے) جنازہ رکھ دیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ اس کی جنازہ کی نماز نہ پڑھائیے یہ رجل فاجر (بڑا گنہگار) ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا هَلْ رَآهُ اَحَدٌ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ؟ (کیا تم میں سے کسی نے اس کو کوئی اسلامی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟) ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ! حَرَسَ لَيْلَةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. ایک رات انہوں نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا تھا، یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان پر (اپنے دست مبارک سے) مٹی ڈالی اور

فرمایا "اصحابك يظنون انك من اهل النار وانا اشهد انك من اهل الجنة" تیرے ساتھی یہ خیال کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور فرمایا "يا عمر انك لا تسأل عن اعمال الناس ولكن تسئل عن الفطرة" اے عمر! تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا تم سے دینِ اسلام کے متعلق سوال ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص۳۳۶ کتاب الجہاد۔ الفصل الثالث)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ اے عمر تم کو ایسی جگہ مُردوں کے اعمالِ بد کی خبر نہ دینی چاہئے بلکہ تم کو چاہئے کہ ایسے موقع پر مُردوں کے اعمالِ خیر کا تذکرہ کرو جیسے کہ ارشاد فرمایا اذکروا موتاکم بالخیر تم اپنے مُردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو (یعنی ان کے اچھے اعمال کا تذکرہ کرو) اس بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو منع فرمایا کہ ایسے موقع پر اعمالِ بد کا ذکر مت کرو کہ مدارِ اسلام اور فطرۃ پر ہے۔ (مظاہر حق بتغیر ص۳۶۱ ج۳)

اس حدیث سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی برے عمل کا علم ہوگا جس کی بناء پر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بالمقابل ان کے کسی اچھے عمل کی تحقیق فرمائی چنانچہ جب ایک صحابی نے ان کے ایک اچھے عمل کی خبر دی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی بلکہ اس کے بعد فرمایا کہ تو جنتی ہے (تاکہ ان کے متعلق کسی کے قلب میں بدظنی نہ رہے) اور حضرت عمرؓ کو تنبیہ فرمائی کہ ایسے موقع پر اعمالِ بد کا تذکرہ نہ ہونا چاہئے بلکہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے جیسا کہ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے "صلوا على كل بر وفاجر" ہر نیک و بد کی نماز جنازہ پڑھو۔

(الجامع الصغیر للعلامۃ السیوطی ص۳۷ ج۲)

اس واقعہ سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا (اور نہ خود اس واقعہ میں اس کا تذکرہ ہے) کہ انھوں نے نہ کبھی نماز پڑھی نہ روزہ رکھا اور نہ کسی کارِ خیر میں حصہ لیا" اور صحابیٔ رسول ہو کر نہ کبھی نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں یہ بعید از عقل و قیاس ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۷ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ۔

نعل شریف کے متعلق فتوی پر اشکال اور اسکا حل

سوال (۱۸۶۵) فتاوی رحیمیہ جلد سوم کا سوال نمبر ۱۰۵۶ جو صفحہ نمبر ۲۰۸ ۲۰۹ پر ہے اس میں سائل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کے رسالہ "زاد السعید" کے آخر میں "نعل شریف" کے متعلق اجابت دعا کے لئے جو عمل بتایا گیا ہے اسی کے متعلق سوال کیا گیا ہے آپ نے اس کا جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ بظاہر حضرت تھانوی کے بتائے ہوئے عمل کے معارض معلوم ہوتا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ معارضہ اختلاف رائے پر مبنی ہے یا پھر تطبیق کی کوئی صورت ہے؟ امید ہے کہ مذکورہ اشکال کا حل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- آپ نے نعل شریف کے متعلق فتوی پر جو اشکال فرمایا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اسی قسم کا سوال مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے کیا گیا تھا، آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا وہ ملاحظہ ہو۔

(۴۸) جواب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار متبرکہ سے برکت حاصل کرنا تو علماء متقدمین اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہے لیکن آثار و اشیاء متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثلاً جبہ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے اجزاء (مثل موئے مبارک) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے جسمِ اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں...... لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہل علم و اربابِ تحقیق سے ثبوت نہیں۔

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ جبہ مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویریں بنانے اور ان سے تبرک و توسل کرنے کا حکم اور نقشۂ نعل مبارک سے تبرک و توسل کا حکم ایک ہوگا، اور ایک ماہر بالشریعۃ اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا بوسہ دیا اس سے توسّل کیا وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراری افعال ہیں ان کو تعمیم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے درمیانی پٹے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش و نگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں اور بلا ثبوت صورت و ہیئت کے حضور کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے اندیشہ ہے کہ من کذب علیّ متعمداً الخ کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعل مبارک جو استعمال کی تھی اس کے پٹوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے اور اس طرح کے نقش و نگار بھی تھے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ یہ نقش و نگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلابتون

اور زری کے بتھے یا محض ٹھپہ تھا اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہوگا اور اختلافِ ابصار سے مختلف حکم لگائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ

بہرحال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکامِ شرعیہ سے ثابت نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک جو حضور کے قدم مبارک سے مس کرچکی ہو کسی کو مل جائے تو زہے سعادت۔ اس کو بوسہ دینا، سر پر رکھنا سب صحیح، مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہوسکتی الخ۔

(کفایت المفتی ص۱۵۹ ج۱ جلد دوم)

اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

(۴۹) جواب:۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرطِ محبت سے اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھالینا بھی موجبِ سعادت ہے، مگر یہ تو اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے، اور یہ بھی متیقن نہیں کہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شئی کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت مبارک پائے مبارک ہوئے مبارک اور نعلین مبارک جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں اور اگر انہیں بھی اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کرلیا جائے تو جو آج بھی بیشمار تصویریں بنائی جاسکتی ہیں اور ایک فتنۂ عظیمہ کا دروازہ کھل جائیگا جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ عقیدت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذباتِ محبت کا نتیجہ تھا، مگر دستور العمل قرار دینے کے لئے حجت نہیں ہوسکتا۔

(کفایت المفتی ص۲۱ ج۲)

مذکورہ بالا دو فتووں کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں مختلف سوالات آئے، مفتی صاحب نے دیکھا کہ اختلاف و شقاق بین المسلمین کا دروازہ

کھل رہا ہے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے مناسب سمجھا کہ اسی وقت اس کا تدارک کر لیا جائے چنانچہ حضرت ممدوحؒ نے اپنے یہ دونوں جواب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرّہ کی خدمت میں ایک مکتوب کے ساتھ روانہ کر دیئے اس کے بعد جانبین سے خط و کتابت ہوئی. وہ خط و کتابت "اتمام المقال فی بعض احکام التمثال" کے نام سے رسالہ کی صورت میں شائع ہوئی اور کفایت المفتی جلد دوم کتاب السلوک والطریقۃ کے فصل سوم "تو سُّل" میں بھی شائع ہو گئی ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرّہ نے جو جوابات تحریر فرمائے اختصار کے پیش نظر اسکے چند جملے یہاں نقل کئے جاتے ہیں، تفصیل درکار ہو تو کفایت المفتی کا مطالعہ کیا جائے۔

(۱) بعد الحمد والصلوٰۃ احقر نے دونوں جواب پڑھے جو بالکل حق ہیں۔ اور صحتِ معنی کے ساتھ اسلوب کلام میں ادب کی رعایت خاص طور پر قابل داد ہے جس کی ایسے نازک مسائل میں سخت ضرورت ہے (بحوالہ کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۰۳)۔

(۲) یہ سب تفصیل حکم فی نفسہ کی ہے، ورنہ جہاں احتمال غالب مفاسد کا ہو وہاں نقشہ تو کیا خود اصل تبرکات کا انعدام بھی بشرط عدم اہانت و بشرط عدم لزوم القاء مطلوب و مامور بہ ہوگا. جیسا حضرت عمرؓ کا قصہ قطع شجرہ کا منقول ہے

(۳) یہ تو طالب علمانہ کلام ہے جس میں جانبین کو بہت وسعت ہے ہر جواب پر شبہ اور ہر شبہ کا جواب ہو سکتا ہے، لیکن شیخ شیرازی کا ارشاد یاد آتا ہے۔

ندانی کہ مارا سر جنگ نیست   وگرنہ مجال سخن تنگ نیست

اس لئے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گو احتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا. چنانچہ مکتوبات خبرت کے حصہ سوم بابت ۳۲ھ کے صفحہ ۱۵ میں بھی ایک صاف مضمون ہے مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا، لیکن اب مجھ کو

خواص کے اس اختلافِ آرار سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہوگیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاف اہوا سے جس سے میرا ذہن خالی نظام مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم دَعْ مَا یُرِیبُكَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُكَ (الحدیث) اپنے رسالہ " نیل الشفا " سے رجوع کرتا ہوں، اور کوئی ذریعہ تسبیب للضرر کا اگر واقع ہوگیا ہو اس سے استغفار اور کسی عاشق صادق کے اس فیصلہ کا استحضار اور تکرار کرتا ہوں ؎

علی اننی راض بان احمل الہوی   واخلص منہ لا علی ولا لیا

(کفایت المفتی ص ۶۸/۲۲)   والسلام

امید ہے کہ اب اشکال رفع ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۷ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسجد کو سیمنٹ قرض دیا اس کی وصولی کی صورت کیا ہوگی؟

سوال (۱۸۶۶) آج سے چار سال قبل مدرسہ کا سیمنٹ مسجد کو قرض کے طور پر دی تھی مدرسہ کے پاس زائد تھی اور مسجد کو ضرورت تھی بازار میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کو بطور قرض دی گئی، مسجد کے متولی اب وہ قرض ادا کر رہے ہیں، اس وقت سیمنٹ کی قیمت ۲۸/- روپے تھی اور آج بازار میں ۶۵/- روپے میں بکتی ہے تو ۲۸/- کے حساب سے پیسے لئے جائیں یا ۶۵/- کے حساب سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مدرسہ نے سیمنٹ قرض دیا ہے تو سیمنٹ وصول کیا جائے رقم نہ لی جائے، مدرسہ کو سیمنٹ کی ضرورت نہ ہو تو مناسب دام سے فروخت کردے

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۵ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

کھانے کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا

سوال (۱۸۶۷) کھانے کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے؟ ثابت ہو تو کتاب کا حوالہ ضرور لکھیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد دعا پڑھتے تھے لیکن اس میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں اور بہت سے ایسے مواقع ہیں کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت، زوجین کے ملنے اور جدا ہونے کے وقت، سونے کے وقت اور بیدار ہونے کے وقت، اور طواف کی دعاؤں میں رفع یدین ثابت نہیں ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ودل الحدیث اذا لم یرفع یدیہ فی الدعاء لم یمسح بہما وھو قید حسن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو کثیراً کما ھو فی الصلوٰۃ والطواف وغیرھما من الدعوات الماثورۃ دبر الصلوٰۃ وعند النوم وبعد الاکل وامثال ذلک ولم یرفع یدیہ ولم یمسح بہما وجہہ افادہ فی شرح المشکوٰۃ وشرح الحصن الحصین وغیرھما۔ یعنی۔ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تو ہاتھوں کو چہرے پر بھی نہ پھیرے۔ یہ قید اچھی ہے۔ اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اکثر اوقات نماز میں، طواف میں، سونے کے وقت اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اور ان کے علاوہ مواقع میں دعا فرماتے تھے۔ اس وقت نہ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نہ ان کو اپنے چہرۂ انور پر پھیرا کرتے تھے (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۸۵ فصل فی صفۃ الاذکار) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گوبر اور پاخانہ کا گیس پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۶۸) گوبر یا پاخانہ کے گیس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟ اس گیس کو استعمال کرنا درست

ہے یا نہیں؟ اور یہ گیس پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ گیس بن جانے میں ماہیت بدل جاتی ہے اور جبکہ اوپلے (چھانے) سے گوبر کی صورت میں جلا کر کھانا پکایا جاتا ہے تو اس میں (گیس میں) نادرست ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور فقہاء کا انسانی پیٹ سے نکلنے والی ہوا (گیس) کو پاک کہنا اس گیس کے پاک ہونے کی واضح دلیل ہے، مراقی الفلاح میں ہے وانما قید نا ہ من (نجس) لان الریح طاھرۃ علی الصحیح والاستنجاء منہ بدعۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص۲۵ فصل فی الاستنجاء) فقط واللہ اعلم بالصواب

خصّی اور ہیجڑے کے پیچھے نماز کیوں مکروہ ہے جب کہ وہ کلمہ گو ہے

سوال (۱۸۶۹) فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم میں سوال نمبر ۲۱۳ کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے "خصّی اور ہیجڑے کو امام بنانا جائز نہیں، نماز مکروہ ہوتی ہے" جو شخص بدکاری کرا رہا ہے چاہے وہ اپنی مرضی سے کرا رہا ہو مگر وہ کلمہ گو تو ہے، اس کا ایمان تو صحیح ہے، پھر بھی اس کے پیچھے نماز درست کیوں نہیں ہوتی ہے، یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ آپ کے اشکال کا جواب اسی جگہ موجود ہے، یہ حرکت مثلہ حرام ہے مثلہ یعنی اعضاء بدن کو اصلی خلقت سے بگاڑنا اور یہ حرام ہے۔ ہر کلمہ گو کی امامت درست ہو یہ ضروری نہیں ہے، عورت بھی کلمہ گو ہے مگر اس کی امامت درست نہیں ہے نابالغ بھی کلمہ گو ہے لیکن اس کی امامت جائز نہیں ہے بدکار، زناکار فاسق و فاجر بھی کلمہ گو ہے مگر ایسے شخص کو امام بنانے کی شرعاً اجازت نہیں، اسی طرح از راہ رغبت (اپنی مرضی سے) خصّی بننے والے کو امامت کا منصب عطا کرنا درست نہیں ہے کہ خصّی ہونا حرام ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم ص۲۴۲) فقط واللہ اعلم بالصواب
۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مچھلی بغیر ذبح کیے کیوں حلال ہے؟

سوال (۱۸۷۰) مچھلی بغیر ذبح کئے کیوں حلال ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- ارشاد خداوندی ہے وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وهو السمك - وہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے قابو میں دریا کردیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ تازہ گوشت سے مراد مچھلی ہے

(تفسیر جلالین - سورۂ نحل پ ۱۴ ص ۱۷۹)

دوسرے جانوروں کی طرح اس کو ذبح کرنے کی شرط نہیں ہے۔ بلا ذبح حلال ہے۔ بنا بنایا تازہ گوشت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ الميتتان الحوت والجراد والدمان الكبد والطحال یعنی ہمارے لئے دو میتے اور دو خون حلال کئے گئے، دو میتوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد جگر اور تلّی ہیں (مشکوۃ شریف ص ۳۶۱ باب ما یحل اکلہ وما یحرم)

مچھلی دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے، اس میں دمِ مسفوح نہیں ہے، اس کے بدن کا اصلی مادہ پانی ہے اور پانی بالطبع پاک ہے لہٰذا مچھلی کی روح جدا ہو جانے سے اس پر ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگے گا۔ اس لئے ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شراب کی حرمت کا ثبوت

سوال (۱۸۷۱) ایک شخص لوگوں کو کہتا ہے کہ شراب حرام نہیں ہے، قرآن میں اس پر حرام ہونے کا لفظ نہیں آیا ہے، کچھ لوگ اس کی اس لغویات کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں، اس کو کیا جواب دیا جائے تاکہ لوگ اس کا شکار نہ بنیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- شراب بہت سی خرابیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے بہت تاکید کے ساتھ اس کو حرام کیا ہے، قرآن مجید میں ہے یا ایھا

الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور قرعہ کے تیر تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر حقانی میں لکھا ہے: "صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ اس آیت میں شراب کی حرمت، چند در چند وجوہ سے (یعنی کئی طریقوں سے) مؤکد کر دی ہے۔ اول جملہ کو اِنَّمَا کے ساتھ صادر کیا۔ دوم اسکو بت پرستی کے ساتھ ملا دیا۔ سوم اس کو رجس یعنی ناپاک کہا۔ چہارم عمل شیطان فرمایا جو کہ تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے، پنجم اس سے بچنے کا حکم دیا۔ ششم اس کے اجتناب میں (یعنی بچنے میں) فلاح (کامیابی) کا واقع ہونا بیان فرمایا، تو ارتکاب میں (یعنی پینے میں) فلاح کہاں؟ ہفتم اس کی علت تحریم انسان کا اپنے حواس سے معطل ہو جانا جو اس کی معاش و معاد میں مخل ہے، معاش میں تو باہمی رنجش اور عداوت کے پیدا کر دینے اور معاد میں نماز اور یادِ خدا سے غافل کر دینے سے، اس کے بعد اطیعوا اللہ سے لے کر المبین تک اور بھی اس حکم کی تاکید کر دی، اب لفظ حرام کا اطلاق اس کی حرمت کے لئے ضرور نہ تھا۔ (تفسیر حقانی ج۲ ص۴۲ سورہ مائدہ پارہ ۷)

حدیث میں ہے (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمرٌ و کل مسکرٍ حرامٌ، ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ (مشکوۃ شریف ص۳۱۷)

(۲) قال صلی اللہ علیہ وسلم کل شراب اسکر فھو حرام، ہر شراب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے (مشکوۃ شریف ص۳۱۷)

(۳) عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الخمرَ والمیسرَ والکوبۃ ...... الخ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور ڈھول بجانے کو حرام قرار دیا ہے (مشکوۃ شریف ص ۳۸۶)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال خطب عمر رضی اللہ عنہ علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد نزل تحریم الخمر...... رواہ البخاری

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا یقیناً خمر (شراب) کی حرمت نازل ہو چکی ہے (مشکوۃ شریف ص ۳۱۷)

نصوص بالا سے شراب کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے، فتنوں کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوقیہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۰۷۲) ایک شخص کہتا ہے کہ کتا پالنا اس کو اپنے پاس رکھنا جائز ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے، اصحاب کہف کے ساتھ کتا تھا اس سے استدلال کرتا ہے، ہم تو اسے غلط ہی سمجھتے ہیں مگر بعض روشن دماغ اس کی بات صحیح سمجھتے ہیں، اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- کتا پالنا اس کو گھر میں رکھنا درست نہیں ہے، گناہ کا کام ہے البتہ مویشی یا کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے یا تعلیم دیئے ہوئے شکاری کتے کے پالنے کی اجازت حدیث سے مستفاد ہوتی ہے، ان مذکورہ امور کے علاوہ جو شوقیہ کتا پالا جاتا ہے وہ بالاتفاق ناجائز اور معصیت ہے۔ حدیث میں ہے

(۱) عن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلبٌ ولا تصاویر (بخاری، مسلم) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس

گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں (مشکوۃ شریف ص ۳۸۵)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقتنی کلباً الا کلب ماشیۃ او ضار نقص من عملہ کل یوم قیراطان متفق علیہ (بخاری، مسلم) یعنی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جانوروں کے محافظ کتے، یا شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو ہر روز اسکے اجر (ثواب) میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۳۵۹) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کتے کا بھی استثناء آیا ہے جو کھیتی کی حفاظت کے لئے پالا گیا ہو۔

اصحاب کہف کے ساتھ کتا تھا اس سے کتا پالنے کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت کا حکم شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کا ہے اور ممکن ہے کہ دین مسیح علیہ السلام میں ممنوع نہ ہو، دوسرا یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یہ لوگ صاحب جائداد صاحب مویشی تھے ان کی حفاظت کے لئے کتا پالا ہوا ور جیسے کتے کی وفا شعاری مشہور ہے یہ جب شہر سے چلے وہ بھی ساتھ لگ گیا ہو (معارف القرآن ص ۵۵ ج ۵ سورۂ کہف)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ظالم شوہر طلاق دیدے اس مقصد کے لئے یا کوئی عمل کرنا

سوال (۳۰۷ ۱) ہندہ نامی لڑکی کا حامد سے تعلق تھا اور وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی تھی مگر اس کے والدین نے اس کا نکاح خالد سے کر دیا، نکاح کے بعد دونوں میں نا اتفاقی رہی اور ابھی حال یہ ہے کہ ہندہ دو سال سے اپنے والدین کے گھر ہے خالد نہ اس کو اپنے یہاں بلاتا ہے اور نہ کچھ خرچ دیتا ہے بلکہ اب وہ دوسرا نکاح کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ

میں زندگی بھر ہندہ کو تڑپاؤں گا نہ طلاق دوں گا نہ اپنے پاس بلاؤں گا، ہندہ طلاق لے کر حامد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، ان حالات میں اگر کوئی عامل ایسا عمل کرے کہ خالد ہندہ کو طلاق دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ہندہ کا بھی قصور ہے کہ کسی اور سے ناجائز تعلق قائم رکھا تھا اور اب شوہر کی بھی تعدی اور ظلم و زیادتی ہے کہ نہ رکھنا چاہتا ہے نہ طلاق دیتا ہے عمر بھر سڑانا چاہتا ہے، ایسے حالات میں ہندہ گناہ کی مرتکب ہوگی لہذا کوئی ایسا پاک عمل کرنا کہ جس کی وجہ سے شوہر مجبور ہو کر طلاق دیدے تو اس کی شرعاً اجازت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

تعزیت کا مسنون طریقہ اور بذریعۂ خط تعزیت کرنا

سوال (۴۷۸) تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے اور اس کا وقت کتنے دنوں تک ہے اور اس موقعہ پر کن الفاظ سے تعزیت کرنا چاہئے؟ اگر کوئی شخص دور ہونے کی وجہ سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے خود حاضر ہو کر تعزیت نہ کر سکے تو بذریعۂ خط تعزیت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے، فقط بینوا توجروا۔

الجواب :۔ تعزیت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تدفین کے بعد یا تدفین سے قبل میت کے گھر والوں کے یہاں جا کر ان کو تسلی دے ان کی دل جوئی کرے صبر کی تلقین و ترغیب دے، اور ان کے اور میت کے حق میں دعائیہ جملے کہے۔

تعزیت کرنے کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من مؤمن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ سبحانہ من حُلَلِ الکرامۃ یوم القیمۃ۔ یعنی جو شخص مصیبت و پریشانی

کے وقت اپنے بھائی کو تسلی دے اور اس کی تعزیت کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بزرگی اور کرامت کا لباس پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ شریف ص۱۱۶) نیز حدیث میں ہے من عزی مصابا فله مثل اجره۔ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرے خدا تعالیٰ اس کو اتنا ثواب دے گا جتنا مصیبت زدہ کو (اس کے صبر کرنے پر) (ترمذی شریف ص۱۲۷ ج۱) نیز حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی عورت کی تعزیت کرے جس کا بچہ مر گیا ہو تو اس کو جنت میں چادر اڑھائی جائیگی (ترمذی ص۱۲۷ ج۱)

الفاظ تعزیت اور اس کا مضمون متعین نہیں ہے۔ جو الفاظ صبر اور تسلی کیلئے زیادہ موزوں ہوں وہ جملے کہے، بہتر یہ ہے کہ یہ جملے کہے ان للہ ما اخذ وله ما اعطی وکل عنده باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب۔ یعنی جو لیا وہ بھی خدا کا ہے اور جو کچھ دیا وہ بھی اسی کی ملکیت ہے، ہر ایک چیز کا اسکے پاس وقت مقرر ہے (یعنی مرحوم کی زندگی متعین تھی) پس صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو (مشکوۃ شریف ص۱۵۰)

یہ الفاظ بھی ایک حدیث میں آئے ہیں: اعظم اللہ اجرك واحسن عزائك وغفر لميتك خدا تم کو اجر عظیم عطا فرمائے، اور تیرے صبر کا بہترین صلہ عنایت فرمائے اور تیری میت کی بخشش کرے۔ اگر غیر مکلف ہو تو آخری جملہ وغفر لمیتك نہ کہے (کبیری) (درمختار ص۸۴۳ ج۱)

مجبوری یا دوری کی بنا پر بذات خود حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ خط بھی تعزیت کرے کہ یہ بھی سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے صاحبزادے کی وفات پر تعزیتی خط لکھا تھا۔ آپ کا وہ خط حصن حصین میں ہے، وہ خط مبارک یہ ہے:

وَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُعَاذٍ يُعَزِّيهِ فِي ابْنٍ لَهُ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی معاذ بن جَبَلٍ سلامٌ علیک فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعْظَمَ اللّٰہُ لَکَ الْاَجْرَ وَاَلْھَمَکَ الصَّبْرَ وَرَزَقَنَا وَاِیَّاکَ الشُّکْرَ فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَاَمْوَالَنَا وَاَھْلِیْنَا وَاَوْلَادَنَا مِنْ مَّوَاھِبِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الْھَنِیْئَۃِ وَعَوَارِیْہِ الْمُسْتَوْدَعَۃِ نُمَتَّعُ بِھَا اِلٰی اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ وَّیَقْبِضُھَا لِوَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَیْنَا الشُّکْرَ اِذَا اَعْطٰی وَالصَّبْرَ اِذَا ابْتَلٰی فَکَانَ ابْنُکَ مِنْ مَّوَاھِبِ اللّٰہِ الْھَنِیْئَۃِ وَعَوَارِیْہِ الْمُسْتَوْدَعَۃِ مَتَّعَکَ بِہٖ فِیْ غِبْطَۃٍ وَّسُرُوْرٍ وَّقَبَضَہٗ مِنْکَ بِاَجْرٍ کَبِیْرٍ اَلصَّلٰوۃُ وَالرَّحْمَۃُ وَالْھُدٰی اِنِ احْتَسَبْتَ فَاصْبِرْ وَلَا یُحْبِطُ جَزَعُکَ اَجْرَکَ فَتَنْدَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ الْجَزَعَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَّلَا یَدْفَعُ حُزْنًا وَّمَا ھُوَ نَازِلٌ فَکَاَنْ قَدْ وَالسَّلَامُ

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے لڑکے کی تعزیت کے بارے میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معاذ بن جبل کے نام تم پر سلامتی ہو، میں تمھارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ تمھیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمھیں شکر کی توفیق نصیب فرمائے، اس لئے کہ بے شک ہماری جانیں اور ہمارا مال اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد (سب) اللہ بزرگ و برتر کے مبارک عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی چیزیں ہیں جن سے ہمیں ایک خاص مدت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے اور مقررہ وقت پر اللہ تعالیٰ ان کو واپس لے لیتا ہے، پھر ہم پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ جب وہ عطا کرے تو ہم شکر ادا کریں اور جب وہ آزمائش کرے (اور ان کو واپس لے لے) تو صبر کریں۔ تمھارا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی ان خوشگوار نعمتوں اور

سپرد کی ہوئی امانتوں میں سے ایک امانت تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے قابلِ رشک اور دائمی مسرت صورت میں نفع پہونچایا۔ اور اب اجر عظیم، رحمت، مغفرت اور ہدایت کے بدلہ اسے اٹھا لیا اگر تم ثواب چاہتے ہو تو صبر کرو۔ کہیں تمہاری بے صبری (اور تمہارا رونا دھونا) تمہارا ثواب نہ کھو دے، پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو کہ رونا دھونا کوئی چیز لوٹا کر نہیں لاتا اور نہ ہی غم و اندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ والسلام

(حصن حصین ص۱۸۱ پانچویں منزل بروز پیر)

مندرجہ ذیل تعزیتی خط میں نے اپنے ایک قدیم مخلص دوست مرحوم جناب منشی عیسیٰ بھائی کاوی کے صاحبزادے حافظ احمد کی وفات پر ان کو لکھا تھا، بطور نمونہ وہ بھی ملاحظہ ہو۔

مکرمی و محترمی جناب . . . . . . عنایت رزقکم اللہ صبراً جمیلاً واجراً جزیلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام مسنون! عزیز صاحبزادے کی وفات حسرت آیات کی اطلاع سے بے حد صدمہ ہوا آپ کے خط کے مضمون سے طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ماشاء اللہ کان و مالا یشاء لایکون غفر اللہ لہ واسکنہ جنۃ الفردوس وافاض علیہ شآبیب غفرانہ وادعوا اللہ تعالیٰ ان یفرغ علی قلوبکم صبراً جمیلاً وعلی من فقد تم اجراً جزیلاً بلطفہ ورحمتہ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی! دنیا میں ہر آنے والے کو ایک دن جانا ہے، یہ خدا کا اٹل فیصلہ ہے

کل نفس ذائقۃ الموت وکل روح ما زرۃ الفوت

زندگی کے سانس معدود اور اجل کا وقت مقرر ہے، مرحوم آپ کے پاس خدا کی

امانت تھی جسے آپ نے سپرد کر دی۔ انّ للّٰہ ما اخذ و للّٰہ ما اعطی وکلٌّ عندہ باجل مسمّی فلتصبر ولتحتسب۔ اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے ہر ایک چیز کا اس کے پاس وقت مقرر ہے پس صبر اختیار کرو اور ثواب کی امید رکھو ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

لا تقل فیما جری کیف جری   کلّ شیءٍ بقضاءٍ وقدر

جو کچھ ہوا اس کے متعلق یوں نہ کہو کہ یہ کیسے ہوا، ہر چیز قضا و قدر کے موافق ہوتی ہے

روایت میں ہے :- حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین کی طرف اتارا گیا تو حق تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا اے آدم ! فنا ہونے کے لئے بچے جنو اور اُجڑنے کے لئے عمارت بنا کسی عربی شاعر نے خوب نقشہ کھینچا ہے۔

اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلّٰی   سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ

اے اونچے محل کے رہنے والے ہوشیار ہو جا، عنقریب تو مٹی میں دفن کیا جائے گا

لَہٗ مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ   لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

فرشتہ ہر روز پکارتا ہے مرنے کیلئے بچے جنو اور اجڑنے کے لئے عمارت بناؤ

قَلِیْلٌ عُمْرُنَا فِیْ دَارِ دُنْیَا   وَمَرْجِعُنَا اِلٰی بَیْتِ التُّرَابِ

ہماری عمر دنیا میں بہت تھوڑی ہے اور ہم سب کا مرجع مٹی کا گھر ہے۔

آپ نے مرحوم کی صحت و شفایابی کے لئے دعا اور دوا میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی مگر وقت موعود آ چکا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا الْمَنِیَّۃُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَھَا   اَلْفَیْتَ کُلَّ تَمِیْمَۃٍ لَا تَنْفَعُ

جب موت اپنے پنجے گاڑتی ہے تو کوئی تعویذ اور علاج نفع نہیں پہنچاتا، لہٰذا مشیت الٰہی پر راضی رہنا چاہئے۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ایک بدوی نے ان کے صاحبزادے

حضرت عبداللہ رضؓ کی تعزیت کی اور یہ اشعار کہے۔

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَاِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّاْسِ

خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهٗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

یعنی آپ صبر کیجئے کہ ہم آپ کی وجہ سے صبر کریں اس لئے کہ بڑوں کو صبر کرتا ہوا دیکھ کر چھوٹے صبر کرتے ہیں، صبر کرنے پر آپ کو اجر ملیگا وہ آپ کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خدا کا جو قرب حاصل ہوا وہ ان کے لئے آپ کی بہ نسبت زیادہ نفع بخش ہے۔ منقول ہے کہ ان اشعار سے حضرت عبداللہ رضؓ کو تسلی اور سکون قلبی حاصل ہوا۔ خدا کرے آپ کے حق میں بھی یہ اشعار نفع بخش ثابت ہوںگا۔

یہ تعزیت نامہ گھر میں سب کو سنا دیجئے، آپ خود بھی صبر کیجئے اور اہل خانہ کو بھی صبر کی تلقین کیجئے، حق تعالیٰ آپ کو اور جملہ پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے آمین۔

بفردوس اعلیٰ بود جائے او بہشت بریں بود ما وائے او

فقط والسلام۔

قبرستان میں بل ڈوزر چلانا

سوال (۱۸۷۵) یہاں ایک قبرستان ہے اس کے درمیان ایک بلند ٹیلہ ہے اور اس ٹیلہ پر بھی قبریں ہیں، بلڈوزر چلا کر اس ٹیلہ کو زمین کے برابر کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قبرستان میں ایسا کام کرنا جس سے مردوں کو ایذا پہونچے جائز نہیں، خواہ ان کی تدفین کو تھوڑا عرصہ ہوا ہو یا زیادہ عرصہ گذرا ہو، جب قبر پر چلنے اور بیٹھنے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے تو بل ڈوزر چلا کر مردوں کو ایذاء پہنچانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

میت کیلئے خوشبو اور کافور کا استعمال

سوال (۱۸۷۶) عورت کو کفناتے وقت اس کے سر کے بالوں اور اعضاء سجدہ پر عطر لگانا چاہئے یا نہیں؟ اور مرد کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں پر اور اعضاء سجدہ پر عطر لگانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ حنوط جو ایک جنس خوشبو دار عطر وغیرہ اشیاء کا مرکب ہوتا ہے وہ عورت کے سر کے بالوں میں اور مرد کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں لگایا جائے اور کافور اعضاء سجدہ پر یعنی پیشانی ناک ہتھیلیاں، گھٹنوں اور قدموں پر جو بوقت سجدہ زمین سے لگتے ہیں ملا جائے، یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ مرد کے لئے حنوط میں زعفران وغیرہ رنگین خوشبو کو شامل نہ کیا جائے۔ عورت کے لئے اجازت ہے۔ بعض کتب فقہ میں پورے جسم پر خوشبو لگانے کی اجازت ہے مگر ستر کو دیکھنے اور ہاتھ لگانے سے احتراز ضروری ہے لہٰذا اسی لئے اپنے یہاں دستور ہے کہ کفن بچھا کر اس پر حنوط (مرکب خوشبو) چھڑک دیا جاتا ہے اور اس پر میت کو لٹا کر کفن لپیٹ دیا جاتا ہے تاکہ سارا جسم معطر ہو جائے، اس طرح ستر کو ہاتھ لگنے اور نظر پڑنے سے حفاظت رہتی ہے۔ الجوہرۃ النیرہ میں ہے (قولہ ویجعل الحنوط فی لحیتہ و رأسہ وسائر جسدہ) وان لم یکن حنوط فغیرہ ولا بأس بسائر الطیب غیر الزعفران والورس فانہ لا یقرب الرجال کما فی الحیوۃ ..... ولا بأس ان یحنط النساء بالزعفران اعتباراً بحال الحیوۃ (قولہ والکافور علی مساجدہ) یعنی جبہتہ وانفہ وکفیہ ورکبتیہ وقدمیہ لفضیلتہا لانہ کان یسجد بہا للہ تعالیٰ فاختصت بزیادۃ الکرامۃ والرجل والمرأۃ فی ذلک سواء" (الجوہرۃ النیرۃ ص۱۰۵)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قولہ علی رأسہ ولحیتہ) وسائر جسدہ

کما فی الجوہرۃ بعد ان یوضع علی الازار کما فی القہستانی (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۳۱)

غایۃ الاوطار میں ہے۔ اور حنوط ملا جائے اسکے سر اور ڈاڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اسکے سجدہ کی جگہوں میں یعنی جو مقام سجدہ میں زمین پر ٹیکتے ہیں اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیاں اور گھٹنے اور پاؤں ہیں ان پر کافور ملا جائے۔ ان کی تعظیم کے لئے تاکہ جلد طعمۂ خاک نہ ہوں۔ حنوط اعطر مرکب ہے خوشبودار چیزوں سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونوں چیزوں کے مردوں کو۔

(غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص۴۲۴ ج۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے

سوال (۱۸۷۷) طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے؟ جبکہ نکاح کے وقت عورت کی مرضی معلوم کی جاتی ہے، تو طلاق کے وقت کیوں معلوم نہیں کی جاتی؟ اور کبھی عورت علیحدہ ہونا چاہتی ہے وجہ بھی معقول ہے لیکن ضدی شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے ایسے وقت میں عورت کو کون سی راہ اختیار کرنا چاہئے، کیا اسلامی قوانین میں اس کا کوئی حل ہے؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

الجواب:۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو کامل العقل، معاملہ فہم اور دور اندیش بنایا ہے وہ جو فیصلہ کرتا ہے سوچ سمجھ کر اسکے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کر کے اور نتائج کو سامنے رکھ کر کرتا ہے، جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کرتا، عورت کے اندر فطرتاً ان صفات کی کمی ہوتی ہے، وہ بہت جلد باز اور جذبات سے مغلوب ہو کر بہت جلد فیصلہ کر ڈالتی ہے۔ نتائج پر اس کی نظر نہیں ہوتی، اور ساتھ ساتھ اللہ نے مرد کو عورت پر فوقیت بخشی ہے، ارشاد خداوندی ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مرد کا عورت کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے (سورۂ بقرہ پارہ ۲) نیز ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ مرد عورتوں پر حاکم ہیں (سورۂ نساء پارہ ۵) ان وجوہات کی بنا پر

شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے:
آقا ملازم رکھتا ہے تو معاملہ دونوں کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، لیکن جب ملازم آقا کے کام کا نہیں رہتا، دونوں میں ان بن ہو جاتی ہے تو آقا اسے علیحدہ کر دیتا ہے، ملازم رضامند ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جب ملازم کا دل ملازمت سے اچاٹ ہو جاتا ہے تو وہ استعفی دے کر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ دنیوی قاعدہ ہے جسے بخوشی قبول کیا جاتا ہے تو شرعی قانون قبول کرنے میں کیوں تامل ہے؟ شرعی قانون اس بارہ میں یہ ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں اختلاف ہو جائے اور عورت نکاح کے معاہدہ کو اپنی بد اخلاقی اور بد چلنی سے توڑ دے اور وہ عورت جو چین اور سکون کا ذریعہ تھی، بجائے اس کے وہ دردِ سر بن جائے اور وہ عورت جس کی وجہ سے گھر نمونۂ جنت بنتا ہے بجائے اس کے نمونۂ جہنم بن جائے تو ان حالات میں وہ عورت اس عضو کی طرح ہے جس کو کیڑوں نے کھالیا ہو اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت پورے بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا رہتا ہو تو اب حقیقت میں وہ دانت دانت نہیں ہے اور وہ متعفن عضو عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جائے اور کاٹ دیا جائے اسی طرح یہاں سلامتی اور قلبی سکون اسی میں ہوتا ہے کہ اس عورت کو طلاق دے کر نجات حاصل کی جائے اس لئے کہ نکاح کا مقصد ہی فوت ہو چکا ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ایسی عورت کی طرف رہنمائی ضروری ہے جس سے نکاح کرنا حکمت کے موافق ہو اور خانہ داری کی تمام مصلحتیں وہ پورے طور سے انجام دے سکے کیونکہ میاں بیوی میں صحبت لازمی شئی ہے، اور دونوں جانب سے حاجتیں ضروری ہیں، پس اگر عورت بد طینت ہے اور اس کی عادت میں سختی ہے اور اس کی زبان گندی ہے تو اس شخص پر زمین باوجود اپنی فراخی

کہ تنگ ہوجائے گی اور مصلحت فساد اور خرابی سے بدل جائیگی۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲۵۹-۲۶۰/۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر کسی ضرورت شدیدہ کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔
اور فرمایا خدا تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے لیکن اس کے باوجود طلاق کے دروازے کو بالکل بند کر دینا اور اس میں تنگی کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کبھی خاوند اور بیوی میں مخالفت ہوجاتی ہے، دونوں کی بداخلاقی سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا اجنبی انسان کے حسن کی طرف رغبت کرنے سے یا رزق کی تنگی کی وجہ سے یا دونوں میں سے کسی کی حماقت کی وجہ سے تفریق کی نوبت آجاتی ہے (نکاح کا مقصد فوت ہوجاتا ہے ایک دوسرے کے حقوق ضائع ہونے لگتے ہیں) ان حالات میں جوڑا قائم رہنا بلاء عظیم ہے اس لئے شریعت نے طلاق کی صورت بھی بحالت مجبوری رکھی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۹۷، ۲۹۸/۲)

شیخ سعدی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

زن بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم است دوزخ او

زنہار از قرین بد زنہار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

اور اگر عورت مرد سے تنگ ہوجائے اور شوہر طلاق نہ دے تو اس کے لئے خلع کا معاملہ رکھا ہے یا پھر شرعی قاضی کی عدالت میں یا شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ داخل کرکے فسخ نکاح کی صورت رکھی ہے، براہ راست عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہے وجہ یہی ہے کہ وہ بہت جلد باز اور دوراندیش نہیں ہے، کما مرّ

نوٹ:۔ شرعی پنچایت ہندوستان میں کئی مقامات پر قائم ہے مثلاً امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے ماتحت کئی مقامات پر شرعی پنچایت ہے جہاں سے اس طرح کے ہزاروں فیصلے صادر ہوئے ہیں، یہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق

ل جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

غیر شادی شدہ کی امامت

سوال (۱۸۷۸) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کا نکاح نہ ہوا ہو اس کی امامت جائز نہیں، جبکہ امام صاحب یوں کہتے ہیں کہ میں علم دین حاصل کر رہا ہوں فارغ ہونے کے بعد نکاح کروں گا، کس کی بات صحیح ہے؟ غیر شادی شدہ شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- امامت صحیح ہونے کے لئے امام کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے جبکہ پاکبازی کی زندگی گذار رہا ہے اور علم دین حاصل کرنے میں مشغول ہے، اور تعلیم پوری کرکے شادی کے لئے کہتا ہو تو کیا برا ہے؟ جو لوگ خواہ مخواہ پیچھے پڑے ہیں اور امامت کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ زیادتی کر رہے ہیں، اگر ابھی شادی ہو گئی اور تعلیم رک گئی تو اس کے حق میں کتنا بڑا نقصان ہوگا، البتہ اگر تعلیم پوری ہونے کی مدت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ شادی کا انتظام کر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا

سوال (۱۸۷۹) سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہو گیا ہے اور اس کو فساق و فجار نے اختیار کیا ہے، اور یہ بہت قبیح ہے، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ولا یخفی علی عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیہ اسقاط مروۃ وترک ادب عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ کو ختم کرنا ہے اور ادب و شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے (تلبیس ابلیس ص۳۰۳)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکرہ کشف الرأس بین الناس۔ لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے (غنیۃ الطالبین ص۱۳)

مالابدمنہ میں ہے۔ مرد راتشبہ بزناں وزن راتشبہ بمرداں، ومسلم راتشبہ بکفار وفساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالابدمنہ ص۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاته حاسرًا) ای کاشفًا (رأسه للتکاسل) الخ اور مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بنا پر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج۱ ص۴۳۲)

(فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا

سوال (۱۸۸۰) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اسلئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آرہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کردے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کسی نے کہا " آواز نہیں آرہی ہے " اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کردے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی شخص نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کرلے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بڑے شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز اور عیدگاہ قائم کرنا

سوال (۱۹۸۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں۔
(۱) ہمارا شہر درمیان میں ایک ندی ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے جانب شمال میں مسلم آبادی کی تعداد کثیر ہے بخلاف جانب جنوب کے وہاں نسبتہً تعداد کم ہے لیکن عیدگاہ جانب جنوب شہر کے باہر ہے جس کی وجہ سے ضعفاء وغیرہ کے پہونچنے میں دشواری کے ساتھ ایک حصہ بالکل خالی ہوجاتا ہے، وقتی کسی حادثہ یا ضرورت (بیماری، موت، آگ، وغیرہ) پڑنے پر ایک آدمی کا ملنا بھی مشکل ہے سوائے بچے اور عورتوں کے کوئی مرد اس وقت میں نہیں مل سکتا نیز بعض محلہ ایسے بھی ہیں کہ جہاں سے عیدگاہ کا فصل تقریباً چار کلومیٹر ہے، ان امور کے تحت شہر کے شمالی جانب کے مسلمانوں کی خواہش ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ جانب شمال میں بھی تین بڑی مسجدیں موجود ہیں (۱) جامع مسجد (۲) نالہ مسجد (۳) لال دروازہ مسجد اور ان تینوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ شہر کی مذکورہ بالا مسجدوں میں عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں، مدلل و مکمل جواب مرحمت فرمائیں۔
(۲) کسی بھی شہر میں عیدگاہ کے علاوہ متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ فی زمانہ ہر شہر میں متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱-۲-۳) عید کی نماز ضعفاء ومعذورین شہر کی مسجدوں میں ادا کر سکتے ہیں، شرعاً اجازت ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے لکھا ہے: ولهذا كان علي رضي الله عنه يصلي العيد في الجبانة اي المصلى ويستخلف من يصلي

بالناس بالمدینة (الاختیار شرح المختار ص۸۳ ج۱ باب صلوۃ الجمعة) اور باب صلوۃ العیدین میں ہے۔ وینبغی ان یستخلف من یصلی باصحاب العلل فی المصر لما روینا عن علی رضی اللہ عنہ وان لم یفعل جاز (الاختیار شرح المختار ص۸۶ ج۱) مجالس الابرار میں ہے ثم الخروج الی الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لکن یستخلف الامام من یصلی فی المصر بالضعفاء والمرضیٰ بناء علی ان صلوۃ العید فی الموضعین جائزة بالاتفاق بخلاف الجمعة (مجالس الابرار ص۱۲۳ مجلس ۲۷) شامی میں ہے ویستخلف غیرہ لیصلی فی المصر بالضعفاء بناءً علی ان صلوۃ العیدین فی الموضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فله ذلک اھ (شامی ص۷۷۲ ج۱)

مذکورہ بالا عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کے یہاں ضعفاء و معذورین کے لئے بجانب شمال جامع مسجد وغیرہ میں نماز عید بلا کراہت درست ہے جبکہ شہر بڑا اور دور دور تک لوگ آباد ہوں، اور اگر کسی حادثہ کا قوی اندیشہ متوقع ہو تو بطریقہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے بلکہ ضروری ہوگا اور دائمی خطرہ کی صورت میں اس جگہ عیدگاہ بنانا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہوگی، نہر حائل ہونے کی وجہ سے کو مصرین کہا جا سکتا ہے۔ قال محمد لا بأس بصلاۃ الجمعة فی المصر فی موضعین وثلاثة ولا یجوز اکثر من ذلک لان المصر اذا بعدت اطرافه شق علی اهله المشی من طرف الی طرف فیجوز دفعاً للحرج وانه یندفع بالثلاث فلا حرج بعدها — الی قوله — وقال ابو یوسف کذلک الا ان یکون بین الموضعین نهر فاصل کبغداد لانه یصیر کمصرین اھ۔
(الاختیار شرح المختار ص۸۳ ج۱)

اسکے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ اور اگر شہر بڑا ہو اور تمام معذورین کا ایک مسجد میں جمع ہونا بھی بعد اطراف

شہر کی وجہ سے مشکل ہو تو دو تین مسجدوں میں نماز عید ہو سکتی ہے۔
(کفایت المفتی ص ۲۴۹ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عیدگاہ اور عید کی نماز سے متعلق چند اہم مسائل

سوال (۱۸۸۲) عیدگاہ سے متعلق چند مسائل دریافت طلب ہیں

(۱) شہر سے باہر مسلمانوں کے لئے ایک عیدگاہ کافی ہو تو بلا ضرورت دوسری عیدگاہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) چھوٹی بستی یا دیہات جہاں کے مسلمان قصبہ میں آکر قصبہ کی مسجد میں نماز عید ادا کرتے ہیں تو ان دیہات والوں پر عیدگاہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور عیدگاہ نہ بنانے کی وجہ سے یہ لوگ تارکِ سنت ہوں گے یا نہیں؟

(۳) مقامی غیر مسلموں کے نازیبا رویے یا حکومت کے کسی ناشائستہ طرزِ عمل کی مذمت میں احتجاجاً عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنے کی گنجائش ہے؟

(۴) حکومت کے مسلم آزار رویے کے خلاف اظہار ناراضگی کے لئے بازوؤں میں سیاہ پٹی لگا کر نماز عید ادا کرنا کیسا ہے؟

(۵) سہولت کے لئے ایک ہی شہر میں کئی عیدگاہ بنانا کیسا ہے؟

(۶) کسی غیر مسلم کی زمین پر اجازت یا عدم اجازت ہر دو صورت میں نماز عید ادا کرنا کیسا ہے؟

(۷) لاوارث ٹرسٹ (خالصہ زمین) جو ہے تو مسلمانوں کی لیکن ٹرسٹ ایکٹ کی رو سے قبضہ گورنمنٹ کا ہے ایسی زمین یا عیدگاہ پر نماز عید ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۸) عیدگاہ اگر ہر سال سیلاب کی زد میں نقصان سے دوچار ہوتی ہو تو کسی محفوظ جگہ منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۹) ہمارے شہر کی موجودہ عیدگاہ مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں ؟
۱۔ برادران وطن کے مشکوک طرز عمل نے فضا بالکل مشکوک بنادی ہے، پچھلے دنوں عیدگاہ کے آس پاس دیسی ساخت کے بم دستیاب ہوئے پھر ابھی کچھ دنوں پہلے عیدگاہ کے قریب بم کا ایسا زبردست دھماکا ہوا کہ جس سے پتھر کی عمارت ریزہ ریزہ ہوگئی اور جو لوگ مرے ان کے جسم کے پرخچے اڑ گئے، اس دھماکہ سے عام مسلمانوں کا تاثر یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ایک منظم سازش ہے جسکے نتیجہ میں ہمارے شہر میں کسی بھی وقت خطرناک صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ (۲) عیدگاہ کا پورا علاقہ غیر مسلم آبادی سے گھرا ہوا ہے (۳) مسلم آبادی تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر دور ہے (۴) ابھی کچھ دنوں پہلے انتہائی بھیانک فساد کی وجہ سے مسلمانوں میں عام طور پر خوف وہراس موجود ہے، چنانچہ اس سال مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے حفظ ما تقدم کے طور پر شہر کی مشہور درسگاہ کے وسیع میدان میں نماز عید ادا کی۔ ایسی صورت میں اصل عیدگاہ کو باقی رکھتے ہوئے خطرے اور دیگر مذکورہ بالا اسباب کے پیش نظر کسی محفوظ مسلم علاقہ میں عیدگاہ بنانا کیسا ہے؟ کیا دوسری عیدگاہ بنانے میں شرعی قباحت ہے۔ ؟
(۱۰) اصل عیدگاہ کو چھوڑ کر شہر سے باہر کسی متبادل جگہ پر عید کی نماز ادا کرنے سے سنت کا ثواب ملیگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) جبکہ ایک عیدگاہ کافی ہے تو بلا ضرورت شرعی دوسری عیدگاہ بنانا منشاء شریعت کے خلاف ہے۔ فقط
(۲) جب بستی اتنی چھوٹی ہے کہ وہاں جمعہ قائم کرنے کی شرائط نہیں پائی جاتی تو وہاں عید کی نماز بھی ادا کرنا صحیح نہیں۔ جب ان پر عید کی نماز نہیں ہے تو عیدگاہ

بنانا بھی ضروری نہیں ہے، لہذا یہ تارک سنت نہ ہوں گے، البتہ اگر قصبہ میں عیدگاہ نہ ہو تو ان پر عیدگاہ بنانا ضروری ہے نہ بنائیں گے، تو تارکِ سنت ہونگے فقط

(۳) کوئی خطرہ لاحق ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ عیدگاہ میں نماز پڑھنے پر خواتین اور بچوں کو بیمار اور ضعیفوں کو پریشانی ہوگی تو عیدگاہ چھوڑنا درست ہے، محض احتجاجاً عیدگاہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے احتجاج کیلئے دوسرے جائز اور مناسب طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ فقط

(۴) اظہار ناراضگی کی دوسری جائز صورت اختیار کی جا سکتی ہے سیاہ پٹی لگا کر نماز پڑھنے میں تشبہ لازم آئیگا، یہ غیروں کا شعار ہے۔ فقط

(۵) شہر وسیع ہو دور دور تک مسلمان آباد ہوں اور عیدگاہ تک پہنچنا دشوار ہو تو ضرورت اور دفع حرج کے پیش نظر ایک سے زائد عیدگاہ بنانا درست ہے۔ فقط

(۶) جہاں اجازت کی ضرورت معلوم ہو وہاں اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا اور جس جگہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ ناراض نہ ہوں گے بلکہ خوش ہوں گے تو وہاں اجازت کے بغیر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فقط

(۷) مسلمانوں کی ملک ہے تو اس زمین یا عیدگاہ میں نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب کہ قبضہ حکومت کا ہے اور اس کو استعمال کرنے پر قانون کی خلاف ورزی کا جرم عائد ہو سکتا ہے اور سزا بھگتنے اور ذلیل ہونے کا موقع آسکتا ہے تو اس سے بچنا ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں۔ قانونی کارروائی کر کے اپنا حق ثابت کریں) یا حکومت سے اجازت حاصل کر کے نماز پڑھیں۔ فقط

(۸) عیدگاہ تمام احکام میں مسجد شرعی کے حکم میں نہیں ہے مگر وقف تو ہے

وقف کو کیسے منتقل کریں گے؟ اسے محفوظ کر لیا جائے اور دوسری اطمینان بخش جگہ عیدگاہ بنائی جائے ۔ فقط۔

(۹) مذکورہ حالت میں موجودہ عیدگاہ کو محفوظ کر لیا جائے اور دوسری مامون جگہ میں عیدگاہ بنانے کی کوشش کی جائے اور جب تک دوسری عیدگاہ نہ بنے جامع مسجد میں نماز عید ادا کی جائے اور اگر جامع مسجد کافی نہ ہو تو مذکورہ میدان میں ادا کر سکتے ہیں۔ فقط۔

(۱۰) عذر کی بنا پر اصل عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عید کی نماز ادا کرنے میں واقعی مجبوری ہو تو ان شاء اللہ سنت کا ثواب ملیگا فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز با جماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا

سوال (۱۸۸۳) نماز با جماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ نماز با جماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے دوسری زبان میں خلاف افضل ہے لہذا اس کی عادت نہ کی جائے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

مشرقی سمت عیدگاہ بنانا

سوال (۱۸۸۴) ہمارے قصبہ میں عیدگاہ کی جگہ مشرقی سمت میں منتخب کی گئی ہے، بعض لوگ اس کے مخالف ہیں تو مشرقی سمت میں عیدگاہ بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ عیدگاہ مشرق میں ہو یا مغرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں قبلہ تو مغرب ہی کی طرف یعنی خانہ کعبہ ہی کی سمت ہوگا پھر کیا مضائقہ ہے؟ نماز صحیح ہو جائے گی ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حنفی امام شوافع کو عید کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۸۵) حنفی امام شوافع کو عید

کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو امام چند تکبیر کہے گا تو شوافع مقتدیوں کی تکبیرات میں کمی آئے گی اور اگر زائد کہتا ہے تو تکبیرات حنفیہ پر زیادتی لازم آتی ہے، تو وہ حنفی امام کیا کرے۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- ہاں پڑھا سکتا ہے مگر اپنے طریقہ پر پڑھائے مقتدیوں کو ان کا اتباع کرنا ہوگا، اور اگر مقتدی رضامند نہ ہوں تو ان میں سے کوئی امام بن جائے اور حنفی ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں اور ان کو امام کی اتباع میں تکبیریں زیادہ کہنی ہوں گی ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور (در مختار مع الشامی ص ۷۸۰ ج ۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ دہر کی قرأت

سوال (۱۸۸۶) جمعہ کے روز فجر کی نماز میں امام صاحب پہلی رکعت میں الٓمٓ سجدہ اور اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھتے ہیں مقتدیوں میں سے چند لوگوں کو اس سے گرانی ہوتی ہے، امام صاحب کو کہا گیا کہ اتنی طویل نماز نہ پڑھائیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ مسنون ہے اور دوسروں کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو کیا ان کی بات صحیح ہے؟ ہر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں یہ سورتیں پڑھنا چاہئے۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الٓمٓ سجدہ اور سورہ دہر پڑھنا مسنون اور مستحب ہے مگر اس پر دوام ثابت نہیں ہے اس لئے امام کو چاہئے کہ مواظبت نہ کرے گاہے گاہے پڑھے۔ در مختار میں ہے ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قراء تھما احیانا (در مختار) مکروہ ہے معین کرنا سورت کا نماز کیلئے جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الٓمٓ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر پڑھنا، بلکہ کبھی کبھی ان دونوں سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے (در مختار مع الشامی ص ۵۰۰ ج ۱) (غایۃ الاوطار ص ۲۵۲ ج ۱)

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا فتویٰ۔

الجواب ۱۔ احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن حنفیہ اس کو بعض اوقات پر عمل کرتے ہیں، اور مواظبت اس کے ساتھ پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ تعیین سورت کو کسی بھی نماز کے لئے منع فرماتے ہیں، لہٰذا کبھی کبھی کر لیوے تو کچھ حرج نہیں ہے دوام اس پر نہ کرے۔ درمختار میں ہے ویکرہ التعیین کالسجدۃ و ھل اتٰی یفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتھما احیانا۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج۲ ص۲۱۴)

جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں کوئی خاص عذر نہ ہو تو طوال مفصل: (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) کی سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھی جائیں، آیات کی تعداد کے اعتبار سے خواہ ان کی تعداد چالیس آیتوں سے کم ہو یا زائد، مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے طوال مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں، طویل سورت پڑھے تب بھی مقتدیوں کا خیال رکھے اور چالیس سے ساٹھ آیتوں پر اکتفا کرے، والاصل ان الامام یقرء علی وجہ لا یؤدی الی تقلیل الجماعۃ (الاختیار لتعلیل المختار ج۱ ص۵۶) لیکن رعایت حال مقتدیاں ضرور است (مالا بد منہ ص۳۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا

سوال (۱۸۸۷) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور دوسری رکعت میں اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ پڑھی، نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے اللہ اکبر کہا، نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت

میں شریک نہیں تھے تو کیا یہی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قولہ لترک واجب) ای من واجبات الصلوٰۃ الاصلیۃ فخرج واجب ترتیب التلاوۃ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۵۲ باب سجود السہو) والرابع سببہ ترک واجب من واجبات الصلوٰۃ الاصلیۃ ساہیاً وہو المراد بقولہ ترک واجب لا کل واجب بدلیل ما سنذکرہ من انہ لو ترک ترتیب السور لا یلزمہ شیء مع کونہ واجبا (البحر الرائق ص۹۳ ج۲) وفی التجنیس لو قرأ سورۃ ثم قرأ فی الثانیۃ سورۃ قبلہا ساہیا لا یجب علیہ السجود لان مراعاۃ ترتیب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلوٰۃ فترکہا لا یوجب سجود السہو (البحر الرائق ج۲) درمختار میں ہے ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوسا (قولہ وان یقرأ منکوسا) بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مما قرأ فی الاولی لان ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ (قولہ ثم ذکر بیتین) افاد ان التنکیس او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا کما فی شرح المنیۃ یعنی مکروہ ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الٹا پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں سورۂ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اسکے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے۔ لہذا اگر سہواً چھوٹی سورت کا فصل ہو جائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔ (درمختار مع الشامی ص۵۱۰ ج۱ قبیل باب الامامۃ)

رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہذا اسکے ترک سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، سہواً مکروہ بھی نہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا، لہذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس موقعہ پر فتاوی رحیمیہ جلد اول ص ۱۳۶/۱۴۲ نیز ص ۱۹۷-۱۹۸/۱۷۰ بھی دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا

سوال (۱۸۸۸) ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ (تشو وضع رکبتیہ ثم یدیہ) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من ھذہ الصفۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲) واللہ اعلم بالصواب۔

جس نے نسبندی کرالی ہو اسکو موذن رکھنا

سوال (۱۸۸۹) ہماری مسجد کے موذن نے عرصہ ہوا اپنی نسبندی (خصی) کروالی تھی، موذن کا کہنا ہے کہ میں نے لاعلمی کی بنا پر اپنی نسبندی کروائی اس صورت میں ایسے موذن کا اذان دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ خصی ہونا اولاد سے محرومی اور بے زاری اور کفران نعمت ہے یہ فعل نصاً حرام بھی ہے، حدیث میں ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے

معصیت سے بچنے اور دنیاداری سے بے فکر ہوکر خدا کی عبادت میں مشغول رہنے کے مقصد سے خصی ہونے کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی اور قرآن شریف کی آیت تلاوت فرمائی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے (بخاری شریف ص ۷۵۹ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خصی ہونا یعنی قطع نسل کا عمل بہ نص قرآنی حرام ہے اور حدود اللہ سے تجاوز ہے لہذا یہ عمل بالاتفاق حرام ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

اور فقہاء نے بھی لکھا ہے اما خصاء الآدمی فحرام۔ یعنی انسان کا خصی ہونا حرام ہے (در مختار مع الشامی ص ۳۳۲ ج ۵ کتاب الحظر والاباحۃ) (فتاوی عالمگیری ص ۲۳۷ ج ۲)

صورت مذکورہ میں موذن کی لاعلمی کا عذر مسموع نہ ہونا چاہئے فی زمانا خصی ہونے کی قباحت عام ہو چکی ہے، ہر ایک شخص اس سے واقف ہے لہذا برضا و رغبت خصی ہونا باعث صد نفرین ہے، مبدل فطرت و مغیر خلق اللہ بھی ہے اور عوام و خواص کی نظر میں بھی یہ عمل قابل مذمت ہے، لہذا ایسے مخدوش آدمی کو موذن کا عالی منصب عطا کرنا یا اس معزز منصب پر قائم رکھنا خالی از کراہت نہیں، مسجد کی صفائی کی خدمت سپرد کی جاسکتی ہے ہاں کسی وقت موذن نہ ہو تو اذان دے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا

سوال (۱۸۹۰) آجکل شہر اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے متصل ہوکر شہر کا ایک حصہ بن

گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟۔

اگر مسافرت شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتی کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جبکہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ واشار الی انہ یشترط مفارقۃ ما کان من توابع موضع الاقامۃ کربض المصر وھو ما حول المدینۃ من بیوت ومساکن فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلۃ بالربض فی الصحیح (شامی ص ۳۲ ج ۲ باب صلوٰۃ المسافر)

مراقی الفلاح میں ہے۔ ویشترط ان یکون قد اجاوز ایضاً ما اتصل بہ)

ای بتمامه (من فنائه) كما يشترط مجاوزة ربضه وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر يشترط مجاوزتها في الصحيح۔

(مراقی الفلاح مع طحطاوی ص۲۳۰)

شب برات کی چھ رکعتیں

سوال (۱۸۹۱) ہماری مسجد میں لوگ شب برات کو مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں، پہلی دو رکعت درازیٔ عمر کی نیت سے دوسری دو رکعت دفع بلاء کی نیت سے اور اخیر کی دو رکعت کسی کا محتاج نہ ہونے کی نیت سے، ہر دوگانہ کے بعد سورہ یٰسین بھی پڑھتے ہیں اور اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے تو کیا یہ چھ رکعتیں مسنون ہیں؟ ہم پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

الجواب:۔ پندرہویں شعبان کو بعد مغرب جو چھ رکعات جس مقصد اور جس نیت سے پڑھی جاتی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس کو مسنون سمجھنا غلط ہے۔ اس رات میں نفل نمازیں جتنی بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اور درازیٔ عمر، وسعت رزق اور بلاؤں سے حفاظت وغیرہ کی دعا کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سیلاب میں عورت بہہ کر آئی ہو تو کفن دفن اور نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۸۹۲) سیلاب میں کوئی عورت بہہ کر آئی ہو اور بدن پر کپڑے نہ ہوں اور ایسی کوئی علامت نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم تو اس کے کفن دفن کا کیا حکم ہے؟ نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں جب مسلمان ہونے کی کوئی علامت نہ ہو تو مسنون طریقہ کی رعایت کئے بغیر اس کو نہلا کر کسی جگہ دفن کر دیا جائے اور اگر کسی

قرینہ سے دل گواہی دیتا ہو کہ مسلمان ہوگی تو نماز پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیا جائے، درمختار میں ہے (فروع) لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامة فان فی دارنا غسل وصلی علیہ و الا لا (قولہ فان فی دارنا الخ) افاد بذکر التفصیل فی المکان بعد انتفاء العلامة ان العلامة مقدمة وعند فقدھا یعتبر المکان فی الصحیح لانہ یحصل بہ غلبة الظن کما فی النہر عن البدائع وفیہا ان علامة المسلمین اربعة الختان والخضاب ولبس السواد وحلق العانة اھ قلت فی زماننا لبس السواد لم یبق علامة (درمختار مع الشامی ج۱ ص۸۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قریبی راستہ سے جنازہ لیجانا بہتر ہے

سوال (۱۸۹۳) حدیث میں جنازہ کو چالیس قدم کندھا دینے کی فضیلت آئی ہے، اس فضیلت کے حصول کیلئے قریب کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب جنازہ میں لوگ زیادہ ہوتے ہیں تو ہر ایک کو کندھا دینے کا موقع ملے اس مقصد سے لمبا راستہ اختیار کرتے ہیں اور محلہ محلہ گشت کراتے ہوئے جنازہ قبرستان لے جاتے ہیں تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بے شک! جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھے پر رکھ کر دس دس قدم چلنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حدیث میں ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنہ اربعین کبیرة یعنی جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹادیئے جائیں گے۔

(بحوالہ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۳۱)

لیکن اس سے بھی زیادہ تاکیدی حکم یہ ہے کہ جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کی

تجہیز و تکفین اور نماز وغیرہ میں جلدی کی جائے ۔ مراقی الفلاح میں ہے واذا تیقّن موته (یعجل بتجہیزہ) اکراماً له لما فی الحدیث و عجّلوا به فانه لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظہرانی اهله الخ یعنی جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اسکے اعزاز کی وجہ سے ، حدیث میں ہے اسکے کفن دفن میں جلدی کرو اس لئے کہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی نعش (لاش) اس کے گھر والوں کے درمیان روکی جائے (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۳۰۹) درمختار مع شامی ص ۷۹۹ ج ۱)

اور جب جنازہ لے کر چلیں تو اس وقت حکم یہ ہے کہ جنازہ کو اتنی جلدی لے کر چلیں کہ میت کو چارپائی پر اضطراب نہ ہو، یعنی اِدھر اُدھر حرکت نہ کرے اور میت کو جھٹکے نہ لگیں ، حدیث میں ہے اَسْرِعُوْا بالجنازة فان تك صالحة فخیرٌ تقدّمونها وان تكُ سوی ذلك فشر تضعونه عن رقابكم متفق علیه یعنی جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر وہ صالح ہے تو خیر ہے جسے تم لے جا رہے ہو اور اگر صالح نہیں ہے تو اپنی گردن پر سے جلدی سے شر دور کرو گے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴ باب المشی بالجنازہ) نیز حدیث میں ہے اذا وضعت الجنازةُ فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان تك صالحة قالت قدّمونی وان كانت غیر صالحة قالت لاهلها یا ویلها این تذهبون بها یسمع صوتها كلّ شیٔ الّا الانسان ولو سمع الانسان لصعق رواه البخاری ۔ یعنی ۔ جب لوگ جنازہ کو اپنی گردنوں پر لے کر چلتے ہیں اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی آگے لے چلو اور اگر صالح نہیں ہے تو کہتا ہے کہ ہائے مصیبت مجھے کہاں لے جا رہے ہو، یہ آواز انسان کے سوا سب سنتے ہیں اگر یہ آواز انسان سن لے تو اس کے ہوش باقی نہ رہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ کو جلد از جلد اس کے مقام پر

پہنچا دینا چاہئے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اس مقصد سے نماز جنازہ میں تاخیر کرنا کہ اگر جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہوگی تو لوگ زیادہ ہوں گے، یہ مکروہ ہے۔ در مختار میں ہے وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ (در مختار ص ۸۳۳ ج ۱)

مختار شرع کے پیش نظر بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ جنازہ قریبی راستہ سے لے جانا بہتر ہے، بلا عذر شرعی قریبی راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کرنا اور جنازہ کو محلہ محلہ گشت کرانے کا رواج پسندیدہ نہیں ہے، میت کو اضطراب سے بچانا بھی مشکل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبر میں مؤمن کامل کا جواب

سوال (۱۹۱۳) قبر میں مؤمن کامل منکر نکیر کو جو جواب دیتا ہے وہ کیا ہے؟ امید ہے کہ آپ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مجموعہ کمالات عزیزی میں سوال وجواب منقول ہے ملاحظہ ہو۔ سوال:- قبر میں جو سوال وجواب ہوتا ہے وہ بدستخط مزین بمہر عنایت ہو۔

الجواب:- قبر میں مؤمن کامل جو جواب دیتا ہے وہ موافق احادیث کے لکھا جاتا ہے مہر کی ضرورت نہیں اور یہ جواب ورد زبان کرنا چاہئے اور وہ نئے کپڑے پر خوشبو سے لکھوا کر اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ وہ جواب یہ ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالصِّدِّيْقِ وَبِالْفَارُوْقِ وَبِذِي النُّوْرَيْنِ وَبِالْمُرْتَضٰى اَئِمَّةً رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ مَرْحَبًا بِالْمَلَكَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ الْحَاضِرَيْنِ وَاَشْهَدُ

یَا اَنَّا نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْیٰی وَعَلَیْهَا نَمُوْتُ وَعَلَیْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ ترجمہ ۔ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے قابل نہیں اور گواہی دیتا ہوں یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اللہ کے پیغمبر ہیں، راضی ہوا میں اللہ سے از روئے رب ہونے کے اور اسلام سے از روئے دین ہونے کے اور راضی ہوا میں محمد صلی اللہ سے از روئے نبی ہونے کے اور رسول ہونے کے، اور راضی ہوا میں قرآن سے از روئے مقتدا ہونے کے اور کعبہ سے از روئے قبلہ ہونے کے اور راضی ہوا میں مسلمانوں سے از روئے بھائی ہونے کے اور راضی ہوا میں حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض اور حضرت ذوالنورین رض اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے از روئے امام ہونے کے، ان حضرات کی شان میں اللہ کی رضامندی رہے، اور خوش ہے دو فرشتوں کے آنے سے کہ گواہ اور موجود ہیں اور اے تم دونوں فرشتے گواہ رہو اس پر کہ ہم گواہی دیتے ہیں یہ کہ نہیں کوئی معبود پرستش کے قابل سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی شہادت پر ہم زندہ ہیں اور اسی پر ہم مرینگے اور اسی پر قیامت میں اٹھائے جاویں گے اگر اللہ نے چاہا :

(مجموعہ کمالات عزیزی ص ۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

قبر پر جنازہ کی نماز

سوال (۵ ۱۸ ۹) ہمارے یہاں ایک شخص کے گھر بچہ کی پیدائش ہوئی دو تین روز بعد اس بچہ کا انتقال ہوگیا، اس شخص نے کسی کو اطلاع نہیں دی اور اپنے طور پر غسل دے کر دفن کردیا جنازہ کی نماز نہیں پڑھی اس کے بعد گاؤں والوں کو اس کی خبر ہوئی تو اس بچہ کی قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ نماز درست ہوئی یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں کسی مستند عالم مفتی سے پوچھ کر عمل کریں

چاہئے تھا مسئلہ یہ ہے کہ جب تک میت کا جسم پھٹا نہ ہو نماز پڑھ سکتے ہیں اور جب گمان غالب یہ ہو جائے کہ لاش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے، اور لاش پھٹنے کی مدت متعین نہیں ہے اس کا مدار میت کے جسم (یعنی موٹا و پتلا ہونے) موسم (یعنی سردی و گرمی) اور زمین کی خاصیت اور تاثیر پر ہے۔ کسی جگہ تین دن کسی جگہ دس دن تک اور کسی جگہ ایک مہینہ تک میت کا جسم خراب نہیں ہوتا اور نہیں پھٹتا، تین دن کے اندر اندر پڑھنے میں تو زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے تین دن گذر گئے ہوں تو جو لوگ زمین کی خاصیت کے ماہر ہیں ان سے تحقیق کر کے اسکے مطابق عمل کیا جائے بلا تحقیق نہ پڑھی جائے۔ درمختار میں ہے (وان دفن) واھیل علیہ التراب (بغیر صلاۃ) او بھا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ (صلی علی قبرہ) استحساناً (مالم یغلب علی الظن تفسخہ) من غیر تقدیر ھو الاصح (درمختار) شامی میں ہے۔ (قولہ ھو الاصح) لانہ یختلف باختلاف الاوقات حراً و برداً والمیت سمناً وھزالاً والامکنۃ بحر وقیل یقدر بثلاثۃ ایام وقیل عشرۃ وقیل شہر عن العموی (درمختار و شامی ص ۸۲۷ ج ۱) (البحر الرائق ص ۱۸۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

زوال کے وقت جنازہ کی نماز

سوال (۱۸۹۶) زوال کے وقت نماز جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے وقت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کسی نے ان اوقات میں نماز پڑھ لی تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اسی وقت جنازہ آیا ہو تو پڑھ سکتے ہیں مکروہ نہیں ہے پہلے سے آگیا ہو تو تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنے کی اجازت نہیں ممنوع ہے، درمختار میں ہے (لا ینعقد الفرض) وما ھو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر (وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ تلیت) الآیۃ (فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل)

لوجوبہ کاملاً فلا یتادی ناقصاً فلو وجبت فیہا لم یکرہ فعلہما ای تحریماً وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ (درمختار) شامی میں ہے (قولہ و فی التحفۃ) ھو کالاستدراک علی مفہوم قولہ ای تحریماً فانہ اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراھۃ اصلاً ومافی التحفۃ اقرہ فی البحر والنھر والفتح والمعراج لحدیث ثلاث لا یؤخرن منہا الجنازۃ اذا حضرت ...... الخ (درمختار والشامی ص ۳۴۷ کتاب الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

جڑواں بچوں کی نماز جنازہ

سوال (۱۸۹۷) ایک عورت کو دو بچہ ایک ساتھ پیدا ہوئے پھر دونوں بچوں کا ایک ساتھ ہی انتقال ہوگیا تو اب ان دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنا چاہئے یا الگ الگ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں دونوں بچوں کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے، ایک ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن نیت دونوں کی کی جائے، درمختار میں ہے واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز الخ (درمختار ص ۸۲۱ – ۸۲۳ / ۱ ج) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا

سوال (۱۸۹۸) آج کل یہاں یہ طریقہ کہیں کہیں دیکھا جارہا ہے کہ کسی ملک سے انتقال کی خبر آتی ہے تو غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ یہاں اکثر لوگ حنفی المسلک ہیں تاہم بلا تحقیق اس پر عمل پیرا ہیں اور ان لوگوں کو دیکھ کر دوسرے بھی اس پر عمل کرنے کے لئے مصر ہوتے ہیں، تو غائبانہ نماز کے متعلق کیا حکم ہے؟ جو لوگ پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز

جنازہ پڑھی ہے، مفصل ومدلل جواب کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

الجواب: غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے جنازہ کا سامنے ہونا شرط ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اصحمہ شاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ نیز روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے کردیا گیا تھا چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جس روز نجاشی کا انتقال ہوا اس روز آپ نے صحابہ کو خبر دی کہ تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہوگیا اور صحابہ کے ہمراہ آپ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صف بندی فرمائی اور چار تکبیریں کہہ کر جنازہ کی نماز پڑھائی، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا بیان ہے کہ ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جنازہ آپ کے سامنے ہے، نیز اس میں نجاشی کا اعزاز بھی مقصود تھا، نجاشی کی خدمات بہت ہیں، مکہ مکرمہ میں جب مشرکین مکہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر بہت ہی ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کیا کہ کسی طرح اسلام سے برگشتہ ہوجائیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ نے اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں نجاشی نے صحابہ کا بہت ہی اعزاز واکرام کیا اور ہر طرح ان کو راحت پہنچائی اور خود بھی حلقہ بگوش اسلام ہوکر مخلص مسلمان بن گئے۔ ایسے وقت جب کہ صحابہ کا کوئی معین ومددگار نہ تھا نجاشی نے ان کو پناہ دی اور ہر طرح مدد کی تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ سمیت ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اس میں نجاشی کا اعزاز بھی مقصود ہے، لہٰذا یہ حکم عام نہ ہوگا

اور اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا، خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بے شمار صحابہ مدینہ منورہ کے باہر شہید ہوئے اور ان کے شہید ہونے کی خبر خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو دی مگر ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو مجھے اس کی اطلاع دو اس لئے کہ میرا نماز پڑھنا مردے کے لئے باعث رحمت ہے، اور فرمان خداوندی ہے اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے۔ بئر معونہ کا مشہور حادثہ پیش آیا جس میں ستر قرائے صحابہ کو دشمنان اسلام نے دھوکے سے اپنے ساتھ لے جا کر بڑی بے دردی سے سب کو شہید کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بہت ہی صدمہ ہوا ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی مگر ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ غزوۂ موتہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضؓ جعفر بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر دی، ان کے لئے دعاء مغفرت کی مگر نماز نہیں پڑھی۔ اگر غائبانہ نماز جنازہ کا عام حکم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ اور آپ کی اتباع کرتے ہوئے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پڑھتے مگر اس کا صحیح طور پر ثبوت نہیں، لہٰذا اب کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھے اگر پڑھے گا تو یہ خلاف سنت ہوگا۔ اب حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

درمختار میں ہے۔ وکونہ امام المصلی وکونہ للقبلۃ فلا تصح علی غائب ومحمول علی دابۃ .... وصلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ (قولہ او خصوصیۃ) اولانہ رفع سریرہ حتی رآہ علیہ الصلوۃ والسلام بحضرتہ فتکون صلاۃ من خلفہ علی میت

راٰہ الامام وبحضرتہ وھذا غیر مانع من الاقتداء فتح واستدل لخصوص الاحتمالین بما لامزید علیہ فارجع الیہ من جملۃ ذلک انہ توفی خلق کثیر من اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم من اعزھم علیہ القراء ولم ینقل عنہ انہ صلی علیہم مع حرصہ علی ذلک حتی قال لایموتن احد منکم الا آذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ لہٗ (درمختار مع شامی ج۱ ص۸۱۲)

مراقی الفلاح میں ہے۔ والصلوٰۃ علی النجاشی کانت بمشاہدۃ کرامۃ لہٗ ومعجزۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم (قولہ کانت بمشاہدۃ) ای بمشاہدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای بمکان راٰہ وشاھدہ فیہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع لہ سریرہ حتی راٰہ بحضرتہ فتکون صلاۃ من خلفہ علی میت یراہ الامام دون المأمومین وھذا غیر مانع من الاقتداء اوانھا خصوصیۃ للنجاشی اوان المراد بالصلاۃ الدعاء لا الصلوٰۃ المخصوصۃ ومثل ما ذکر یقال فی صلوتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ وجعفر بن ابی طالب حین استشھد بموتۃ اھ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۲۱ فصل فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم الی المصلی فصف بھم وکبر اربع تکبیرات متفق علیہ — وروی ابن حبان فی صحیحہ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی تُوُفِّیَ فقوموا صلُّوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعًا وھم لا یظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ وفی روایۃ ابی عوانۃ نصلی خلفہ ونحن لا نری الا ان الجنازۃ قدامنا (زجاجۃ المصابیح ص۳۵۸-۳۵۹)

ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے۔ ونحن نقول رُفع له سریرہ حتی رآہ بحضرته او کشف له فیکون صلاة من خلفه کالصلوٰة علی میت رآہ الامام بحضرته دون المأمومین وھذا غیر مانع من الاقتداء وقیل ذلک مخصوص بالنجاشی فلا یلحق به غیرہ کذا فی اللمعات وفی المرقاة۔ وعن ابن عباسؓ قال کُشِفَ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم سریر النجاشی حتی رآہ وصلی علیه (ترمذی شریف ص۱۲۳ ج۱ باب ماجاء فی صلوٰة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی (مرقاة ص۴۲ ج۴) مطبوعہ ملتان)

عمدة الفقہ میں ہے:۔ میت کا وہاں موجود ہونا......... پس غائب کی نماز جنازہ درست نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اصحمہ شاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے سامنے سے جنازہ کے درمیان کے پردے اللہ تعالیٰ نے ہٹا دیئے اور اس کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا۔ دوسرے لوگ اس کو نہیں دیکھ رہے تھے تو آپ کا امام ہو کر اس کی نماز جنازہ حاضر میت پر ہوا اور صحابہ رضؓ کا آپ کی اقتداء کرنا اگرچہ وہ میت کو نہ دیکھ رہے ہوں جائز ہوا اس میں کوئی مانع نہیں۔ اگر غیر موجود میت پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ کرام رضؓ کی نماز جنازہ غائبانہ ضرور پڑھتے جو کثیر تعداد میں آپ سے دور فوت ہوئے اور دفن ہوئے حالانکہ باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جنازہ پر بہت حرص فرمانے کے اور باوجود حکم الٰہی کے کہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلَّا آذنتمونی به فان صلوٰتی علیه رحمة (الخ) کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا، پس کسی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا

درست نہیں ہے اور جن لوگوں نے حدیث نمازِ جنازہ بادشاہ حبشہ نجاشی سے سند پکڑ کر اس کا رواج ڈالا ہے یہ غلط اور غیر مشروع ہے (عمدۃ الفقہ ص۵۱۶ ج۲ مطبوعہ کراچی پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر عالم کا وعظ کہنا

سوال (۱۸۹۹) جو لوگ عالم نہیں ہیں کسی معتبر عالم سے قرآن وحدیث نہیں پڑھی ہے، وہ اگر علماء کی طرح وعظ کریں تو کیسا ہے؟ دلائل کی روشنی میں مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وعظ گوئی اور تذکیر دین کا عظیم الشان رکن ہے، جو شخص قرآن وحدیث کا عالم نہ ہو وہ اس منصب کا اہل نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اذا وُسِّدَ الامر الیٰ غیر اھلہ فانتظر الساعۃ جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو (بخاری شریف ج۱ ص۱۴)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسۃ اشیاء اولھا العلم لان الجاھل لایحسن الامر بالمعروف۔ امر بالمعروف (وعظ گوئی) کیلئے پانچ شرطیں ہیں جن میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عالم ہو اس لئے کہ جاہل اچھے طریقہ سے امر بالمعروف نہیں کر سکتا (فتاویٰ عالمگیری ص۳۵۳ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر)

درمختار میں ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین۔ منبر پر بیٹھ کر نصیحت کرنا متاثر کرنے کیلئے اور متاثر ہونے کیلئے انبیاء ومرسلین کا طریقہ ہے (اور ان کے بعد ان کے وارثین علماء امت کا منصب ہے) (درمختار مع الشامی ص۳۴۳ ج۵ فصل باب احیاء الموات)

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:۔

وَيْحَكَ كُنْ عَاقِلاً لا تتزاحم القوم بجهلك بعد ما خرجت من الكتاب صعدت تتكلم على الناس هذا امر يحتاج الى احكام الظاهر واحكام الباطن ثم الغنى عن الكل۔ یعنی تجھ پر افسوس ہے۔ سمجھدار بن۔ اپنی جہالت لے کر حکمائے امت کے سامنے صف میں مت آ۔ تو مدرسہ سے نکلتے ہی (منبر پر) چڑھ بیٹھا کہ لگا لوگوں کو وعظ کہنے۔ اس (وعظ گوئی) کے لئے اول ضرورت ہے ظاہری اور باطنی مضبوطی کی (کہ اعمال وعقائد دونوں موافق شرع ہوں) اس کے بعد سب سے مستغنی ہونے کی (فتح ربانی ص۲۳۸ مجلس ۵۹)

اور فرماتے ہیں: اعمی کیف تقود الناس۔ اخرس کیف تعلم الناس جاهل کیف تقیم الدین من لیس بحاجب کیف یقیم الناس الی باب الملک تو خود اندھا ہے پھر لوگوں کی قیادت کیونکر کرے گا۔ تو گونگا ہے پھر لوگوں کو تعلیم کس طرح دیگا اور جاہل ہے پھر دین کو کس طرح درست کرسکیگا جو شخص دربان نہ ہو وہ لوگوں کو شاہی دروازہ تک کیونکر پیش کرسکتا ہے

(فتح ربانی ص۲۷۴ مجلس ۶۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں والتذکیر رکن عظیم۔ یعنی وعظ گوئی دین میں رکن عظیم ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ آپ سمجھاتے رہئے آپ کا کام سمجھانا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ ان کو گذشتہ واقعات یاد دلایا کرو تو نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ تذکیر اور وعظ گوئی عظیم الشان رکن ہے۔ اور فرماتے ہیں فاما المذكر فلابد ان یکون مکلفاً عدلاً محدثاً مفسراً عالماً بجملة كافية من اخبار السلف الصالحين وسيرتهم ونعني بالمحدث المشتغل بكتب الحديث وكذلك بالمفسر المشتغل بشرح

غریب کتاب اللہ وتوجیہ مشکلہ وبما روی عن السلف فی تفسیرہ یعنی واعظ کیلئے ضروری ہے کہ وہ مکلف یعنی مسلمان عاقل بالغ اور متقی وعادل ہو، قرآن وحدیث کے علوم کا ماہر ہو، سلف صالحین، صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے صحیح حالات اور ان کی صحیح سیرت کا علم رکھتا ہو، محدث سے مراد یہ ہے کہ کتب حدیث یعنی صحاح ستہ (بخاری ومسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) وغیرہ سے شغل رکھتا ہو، صحیح ضعیف اور موضوع احادیث میں امتیاز کرسکتا ہو اور یہ علوم کامل اسناد سے حاصل کئے ہوں اور مفسر سے یہ مراد ہے کہ قرآن کی تفسیر آیات مشکلہ کی توجیہ اور تاویل سے واقف ہو۔ (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص۱۳۸ تا ص۱۴۲ فصل ص۱۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

بعض لوگ جن کی تربیت نہیں ہوتی اور مقتدا بن جاتے ہیں، ان کے اخلاق نہایت خراب ہوتے ہیں اور وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ چھوٹا ہونے کے قبل بڑے ہوجاتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی ٭ تا راہ بین نہ باشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ٭ ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

تو پسر بننے سے پہلے پدر بن جانا (متعلم بننے سے پہلے (معلم اور) علماء کا منصب اختیار کرلینا) بہت سی خرابیوں کا باعث ہے (الرفیق فی سواء الطریق ص۱۹)

اور فرماتے ہیں:۔ سفیر (یعنی مدرسہ کا سفیر) اگر عالم نہ ہو تو اسے وعظ گوئی سے منع کردیا جائے، محض ترغیب چندہ کا محدود الفاظ سے مضائقہ نہیں مگر غیر عالم وعظ کبھی نہ کہے، اس میں چند مفاسد ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اس حدیث کی مخالفت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ہے کہ ہر کام اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہئے اور آپ فرماتے ہیں اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرُوا السَّاعَۃَ۔ کہ جب کام نااہل

کے سپرد کئے جانے لگیں تو قیامت کے منتظر رہو گو یا نا اہل کو کوئی کام سپرد کرنا اتنی سخت بات ہے کہ اس کا ظہور قیامت کی علامات سے ہیں اور یہ امر مصرح ہے کہ جو فعل اختیاری علاماتِ قیامت سے ہوں وہ معصیت اور مذموم ہے، اور ظاہر ہے کہ غیر عالم وعظ گوئی کا اہل نہیں یہ منصب صرف علمار کاملین کا ہے اسلئے غیر عالم کو اس کی اجازت ہرگز نہ دی جائے۔ (التبلیغ کا ۲۷ واں وعظ انسمواًبہ الہدیٰ والمغفرۃ ص۲۰ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون)

آپ "تفسیر بیان القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں۔

" اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بیہودہ حرکت روایات واحکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہ گار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں "

(بیان القرآن ص ۴۷/۲۲ پارہ ۴ سورۂ آل عمران)

اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لایزال الناس بخیر ما اتاھم العلم من قبل اکابرھم فاذا اتاھم من قبل اصاغرھم ھلکوا یعنی جب تک لوگوں کے سامنے کاملین کا علم رہے گا وہ دین میں ترقی کرتے رہیں گے۔ اور جب ناواقفوں کا علم شروع ہو گا تو برباد ہو جائیں گے

(جامع بیان العلم ص ۱۵۹/۱۲) (ترجمان السنہ ص ۴۴/۱۲ حاشیہ ۲)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام ربیعہ کو بہت رونا آیا وجہ دریافت کی تو فرمایا اسلئے رو رہا ہوں کہ دین کی باتیں جاہلوں سے پوچھی جارہی ہیں اور یہی گمراہی کی علامت ہے (الاعتصام ص ۱۲۹/۱۲)

خلاصۂ کلام یہ کہ جو بھی دینی کام کیا جائے وہ اصولِ شرعیہ کے تابع رہ کر کرنا چاہئے خلافِ اصول اگر کام ہوں گے تو اس میں خرابیاں ہی پیدا ہوں گی

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے مجھ کو جواب میں لکھا کہ نا اہل کو مدرسہ کا (یا وعظ گوئی کا) کام سپرد کرنا یہ خیانت ہے ایسا کرنے سے ہم پر مواخذہ ہوگا کہ کام نا اہل کو کیوں سپرد کیا گیا اصل مقصود خدا کی رضامندی ہے مدرسہ مقصود نہیں، اور رہا یہ کہ مدرسہ باقی نہ رہے گا اس سے ہم پر مواخذہ نہ ہوگا بہ ان سے مواخذہ ہوگا جن کی حرکات سے مدرسہ کو نقصان پہونچے گا۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ کہ جتنا بھی کام ہو صحیح اصول کے تابع ہو۔ حدود شرعیہ کے ماتحت رہ کر ہو مقصود خدا کی رضا ہے، مسلمان کے ہر کام کا مقصد خدا کی رضا ہونی چاہئے مدرسہ رہے یا جائے، مدرسہ ملک میں بدنام ہو یا نیک نام چندہ بند ہو جائے یا جاری رہے طلباء زیادہ ہوں یا کم، غرض کچھ بھی ہو، اصول صحیحہ کے تابع رہنا چاہئے۔
(ملفوظات حضرت تھانویؒ ص ۲۲۴ ج ۵ ملفوظ نمبر ۲۴۸)

علماء کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے جس طرح درس و تدریس ضروری ہے اسی طرح ان پر یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ وعظ و تبلیغ کے ذریعہ عوام کے عقائد و اعمال کی اصلاح کریں، اس وقت جو صورت حال ہے وہ بمثل تقسیم کار کے ہے بعض نے درس و تدریس ہی کو اختیار کر لیا، اور دوسری ذمہ داری سے صرف نظر کر لی اور بعض نے دوسری شق اختیار کر کے پہلی صورت کو چھوڑ دیا، علماء کی اس ذمہ داری کے متعلق حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

" علماء نے آج کل یہ کام بالکل چھوڑ دیا جو انبیاء علیہم السلام کا کام تھا اس لئے آج کل واعظ جہلاء زیادہ نظر آتے ہیں علماء واعظ بہت کم ہیں تو آپ نے اصل مقصود کے علاوہ جس چیز کو مقصود بنایا تھا اس کی بھی تکمیل نہیں کی، اس کا بھی ایک شعبہ لے لیا یعنی تعلیم و درسیات اور دوسرا شعبہ تعلیم عوام کا چھوڑ دیا۔ صاحبو! اگر علماء عوام کی تعلیم نہیں کریں گے تو کیا جہلا تعلیم کریں گے؟ اگر جہلاء یہ کام

کریں گے تو وہی ہوگا جو حدیث میں اتخذ الناس رؤساً جہالاً فضلوا واضلوا کہ یہ جہلاء مقتدا و پیشوا شمار ہوں گے لوگ انہیں سے فتویٰ پوچھیں گے اور یہ جاہل خود بھی گمراہ ہوں گے، دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے اس لئے علماء کو تعلیم درسیات کی طرح وعظ و تبلیغ کا کام بھی کرنا چاہیے اور اس کا انتظار نہ کرو کہ ہمارے وعظ کا اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کوئی سنتا بھی ہے یا نہیں اور سننے والا جمع ہے یا ایک؟ ۔ (وعظ العلم والخشیۃ ص۳۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

تبلیغی جماعت والوں کا چھ نمبر کے دائرہ میں رہ کر کام کرنا

سوال (۱۹۰۰) معظم و محترم حضرت مفتی صاحب ادام اللہ ظلہم، بعد سلام مسنون! "غیر عالم کا وعظ کہنا" اس کے متعلق حضرت والا کا تفصیلی مدلل فتویٰ دیکھا ماشاء اللہ بہت مدلل اور بصیرت افروز ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ وعظ گوئی اور تذکیر صرف علماء کا منصب ہے، اس وقت مزید ایک دو باتیں حضرت والا سے دریافت کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

آج کل خدا کے فضل و کرم سے تبلیغی جماعت کا کام بہت وسیع ہو گیا ہے بہت سے لوگوں کو اس سے فیض پہونچا ہے اور ان کی زندگی میں انقلاب آیا ہے، آخرت کی فکر پیدا ہوئی وہ لوگ اپنی اصلاح کی نیت سے وقتاً فوقتاً جماعت میں نکلتے ہیں، جماعت میں نکلنے والوں کے لئے جماعت کے اکابرین نے چھ نمبر مرتب فرمائے ہیں اور ہر ایک کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ان چھ نمبروں کے دائرہ ہی میں رہ کر دینی دعوت کا کام کریں، دینی دعوت دینے کے لئے کچھ نہ کچھ بیان کرنا ہی پڑتا ہے تبلیغی کارکن ان ہی چھ نمبروں کے دائرہ میں رہ کر عوام الناس کو دین کی پابندی، فرائض کی پابندی، آخرت کی فکر پیدا کرنے کے لئے کچھ بیان کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اعتراض کرتے ہیں ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :- غیر عالم کا وعظ کہنا ممنوع ہے لیکن تبلیغ جس کا دائرہ کار چھ نمبروں کے اندر محدود ہے اور ان چھ نمبروں سے متعلق جو کتاب تبلیغی اکابرین نے مرتب فرمائی ہے اسی کے اندر رہ کر دعوت دی جائے اس سے تجاوز کر کے اپنی طرف سے اضافہ اور استنباط نہ کیا جائے تو یہ کام ہر واقف مسلمان کر سکتا ہے اس کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں ہے "تبلیغ علماء کا کام ہے جاہل کا نہیں" اس اعتراض کا جواب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

"یہ اعتراض دراصل "تبلیغ" و "وعظ" میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے، جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں ہے، اس کیلئے عالم ہونا بہت ضروری ہے، تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو کوئی چیز اس میں قرآن و حدیث کے خلاف نہ کہی جائے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیغام پہنچا دینے کے ہیں، کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیجدینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں ہے نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بنائے جاتے ہیں، انہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور انہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے، ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہوں۔ (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص۲۷)

تبلیغی کام کرنے والوں کی برائی کرنا، مخالفت کرنا ان کو ذلیل کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے اور نفس تبلیغ اور دین کو نقصان پہونچانا ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی شرعی غلطی کا ارتکاب کریں تو جس طرح ہم اپنے بھائی کو نصیحت کرتے ہیں اسی طرح ان کو بھی نصیحت کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

چلہ کی اصلیت

سوال (۱۹۰۱) تبلیغ والے چلہ میں نکلنے پر بہت زور دیتے ہیں، کیا چلہ کی کوئی اصلیت ہے؟ کہ جس کی بنا پر یہ لوگ چلہ لگانے کیلئے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ چلہ یعنی چالیس دن لگاتار عمل کی بہت برکت اور تاثیر ہے چالیس دن تک عمل کرنے سے روح اور باطن پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ طور پر چالیس یوم کا اعتکاف فرمایا اس کے بعد آپ کو توراۃ ملی، صوفیائے کرام کے یہاں بھی چلہ کا اہتمام ہے لہذا یہ بالکل بے اصل نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلّی للّٰہ اربعین یومًا فی جماعۃ یدرک التکبیرۃ الاولیٰ کتب لہ براء تان براءۃ من النار وبراءۃ من النفاق۔ جس شخص نے صرف خدا کی رضامندی کے لئے چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لئے دو پروانے لکھے جاتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے نجات کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا (ترمذی شریف ص۳۳ ج۱) (مشکوٰۃ شریف ص۱۰۱ باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق۔ الفصل الثانی) اس سے معلوم ہوا کہ چلہ کو حالات کے بدلنے میں خاص اثر ہے۔ دیکھئے! جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو پہلے چلہ میں وہ نطفہ عَلَقَہ (یعنی بندھا ہوا خون) بنتا ہے اور دوسرے چلہ میں وہ علقہ مُضْغَہ (گوشت کی بوٹی) بنتا ہے، اور تیسرے چلہ میں اس مضغہ کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا جاتا ہے اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے پھر اس کے بعد (یعنی تین چلوں کے بعد جس کے چار ماہ ہوتے ہیں) اس میں جان پڑتی ہے (بیان القرآن)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہوگیا اور اس کی محبت میں دیوانہ ہوگیا، وہ عورت بڑی پاکدامن، عفیفہ اور سمجھدار تھی اس نے اس شخص کو کہلوایا کہ چالیس دن تک حضرت عمرؓ کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے

ساتھ نماز پڑھو اس کے بعد فیصلہ ہوگا، اس نے چالیس دن تک اسی طرح نماز پڑھی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور اس کا عشق مجازی عشق حقیقی سے بدل گیا، ابھی تک وہ اس عورت کا عاشق تھا اب اللہ کا عاشق ہوگیا، یہ عشق بھی ایسا کہ اللہ کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کرگئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا صدق اللہ ورسولہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر بے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا یقیناً نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فتاویٰ رحیمیہ ص۲۰۵ ج ۱ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے | تعلیل (۱۹۰۲) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص۲۰۵

جلد اول پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہوگئی اور وہ جماعت میں شامل ہوگیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرات کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص۱۲۵-۱۲۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید دو فتوے نظر سے گذرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام، امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ کے فتاویٰ درج ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ پاکستان سے ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوا ہے)

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام

سوال (۸۱) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آئے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف نیت ہی باندھ پایا یا قعدہ میں بیٹھنے کے لئے کچھ تھوڑا سا جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا ہے، تو اسی نیت سے اپنی نماز فوراً پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

الجواب:- قال فی الدر ولو کبّر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیه قنیة ص ۴۲۳ ج ۱ وفی الشرنبلالیة والثانی من شروط صحة التحریمة الاتیان بالتحریمة قائماً او منحنیاً قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للرکوع قال فی البرهان لو ادرک الامام راکعاً فحنی ظهره ثم کبّر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو اراد به تکبیرة الرکوع وتلغو نیته لان مدرک الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیرتین خلافاً لبعضهم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح التحریمة (ص ۶۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ متصل بر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے اور ایک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہو گئی، گو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

۲۲ صفر ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام ص ۲۵۰ ج ۱ — ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا

سوال: ایک شخص تکبیر تحریمہ کہکر امام کے ساتھ شریک ہوا کر امام قعدۂ اخیرہ میں ہے۔ مقتدی ابھی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر دیا۔ کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم بالصواب۔ اقتداء صحیح ہوگئی قال فی شرح التنویر (وتنقضی قدوۃ بالاول) قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ۔ (رد المحتار ص۳۲۲ ج۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲ رجب ۱۳۸۲ھ (احسن الفتاویٰ جدید ص۲۸۲ ج۳ ابابۃ الامامۃ والجماعۃ)

کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نومسلم لکھے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۹۰۳) مکرمنا المحترم حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی، بعد سلام مسنون۔ یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ (معاذ اللہ) نومسلم تھے۔ جس پریس میں یہ اخبار چھپتا ہے اس کا مالک بھی مسلمان ہے جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ مضمون لکھا اور جس نے اسے چھاپا ان کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہو الموفق للصواب:۔ آقائے نامدار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ کہ آپ (معاذ اللہ) نومسلم تھے، اور آپ کی چالیس سالہ زندگی (معاذ اللہ) کافرانہ اور مشرکانہ عقائد و اعمال کے مطابق تھی چالیس سال بعد اس میں تبدیلی آئی یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہوسکتا بلکہ نصاریٰ اور دشمنان اسلام کا نظریہ ہے لہٰذا جو شخص یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) نومسلم تھے اور اخبار کے ذریعہ اپنے اس فاسد عقیدہ کی اشاعت کرے وہ اسلامی عقائد و تعلیمات

(مشکوۃ شریف ص۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم) (مظاہر حق ج۴ ص۵۰۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے صفتِ نبوت سے سرفراز فرما دیئے گئے تھے گو کہ نبوت کا ظہور آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہونے پر ہوا (جس طرح سرکاری عہدہ دار کا انتخاب پہلے ہو جاتا ہے مگر باقاعدہ چارج بعد میں دیا جاتا ہے)

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیۃ) (نشر الطیب ص۶ پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ آپ کے لئے نبوت کا ثبوت سب سے پہلے ہو چکا تھا اور اس کا ظہور آپ کی پیدائش کے بعد چالیس سال کی عمر میں ہوا۔

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ برس کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب اور مشائخ قریش کے ساتھ بغرض تجارت شام کی طرف گئے راستہ میں ایک جگہ شہر بصریٰ کے قریب پڑاؤ ڈالا وہاں ایک راہب رہتا تھا (جو بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا) اس سے پہلے بھی بارہا مکہ والوں کا وہاں گذر ہوتا تھا مگر وہ کبھی ملتفت نہ ہوتا تھا، اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنے صومعہ سے نکل کر ان کے پاس آیا، اور متجسسانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا، یہاں تک کہ حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا ھذا سید العلمین ھذا رسول رب العلمین یبعثہ اللہ رحمۃ للعلمین یہی ہے سردار جہانوں کا، یہی ہے رسول پروردگار عالم کا، جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا، سرداران قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا راہب نے کہا جس وقت آپ لوگ گھاٹی سے نکلے تو

کوئی شجر و حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر و حجر نبی ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور علاوہ ازیں میں آپ کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سیب کے مشابہ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے، راہب یہ کہکر واپس ہوگیا اور فقط ایک آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے تو آپ موجود نہ تھے، راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں گئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں، آدمی بھیجکر آپ کو بلوایا جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں، اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک جانب کو بیٹھ گئے، بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا درخت کے سایہ کو دیکھو کہ کس طرح آپ کی طرف مائل ہے۔ راہب نے پھر قریش کے قافلہ کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا راہب نے ابوطالب سے کہا کہ آپ ان کو ضرور واپس بھیجدیں، ابوطالب نے آپ کو ابوبکر اور بلال کے ہمراہ مکہ واپس بھیجدیا، راہب نے ناشتہ کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے (ترمذی شریف ص ۲۰۱ ج ۲ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) (مشکوۃ شریف ص ۵۴۲ باب فی المعجزات۔ الفصل الثانی)

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کا تجارتی سامان لے کر شام کا دوسرا سفر کیا اور بصری پہونچے اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا آپ کو دیکھ کر وہ آپ کے پاس آیا اور علامات دیکھ کر کہا ھو ھو وھو نبی وھو

آخر الانبیاء یہ ہی نبی ہیں یہ آخری نبی ہیں۔

ان دو واقعات اور ان کے علاوہ دیگر واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت علامات نبوت سے متصف تھے انھی علامتوں کو دیکھ کر ان دونوں راہبوں نے ان کے نبی ہونے کی پیشین گوئی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علامات نبوت سے متصف ہونا ثابت ہوا تو یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ آپ پہلے ہی سے صفت نبوت سے متصف تھے اور آپ کے لئے نبوت ثابت اور متحقق تھی (گو اس کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوا)

حدیث میں ہیکہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انھوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (اشرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا، حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو، واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا اور جب تم نے مجھ سے ان کے واسطے سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کر دی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا (نشر الطیب ص۱۲ فصل ۲)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور اس سے پہلے آپ (معاذ اللہ) ایمان

کے ساتھ متصف نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس نام کے ساتھ عرش کے پایوں پر آپ کا نام مبارک کیوں تحریر فرمایا -؟

خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے صفت نبوت کے ساتھ متصف تھے جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں جان بھی نہیں پڑی تھی، نبوت اور کفر آپس میں ضد ہیں یہ دونوں ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتیں، لہٰذا جو نبی ہوگا وہ کسی حال میں کفر کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا، اور جو کافر ہوگا وہ کسی حال میں نبی نہیں ہو سکتا، جب یہ ثابت شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے صفت نبوت کے ساتھ متصف ہیں تو آپ نو مسلم کس طرح ہوں گے؟ نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالذات وصف نبوۃ کے ساتھ متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالعرض متصف ہیں، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی اور کے فیض سے نہیں ہے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں اسی طرح آپ نبی الانبیاء بھی ہیں، قرآنی آیت ہے واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین ......

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتدار کا عہد لیا گیا تو کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر نبی اور غیر مسلم پر ایمان لانے اور ان کی اتباع اور اقتدار کا عہد لیا گیا؟ ؎ بدیں عقل و دانش بباید گریست۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے انتقال ہو گیا تو کیا حکم ہے

سوال (۱۹۰۴) ایک شخص پر حج فرض تھا اس بنا پر وہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے گیا وقوف

وقوف کے بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا، طواف زیارت نہ کرسکا اور اسی طرح وقوفِ
مزدلفہ اور رمی جمار نہ کرسکا تو اب کیا حکم ہے؟ کیا ان کے لئے علیحدہ دم لازم ہوگا؟
مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جس سال حج فرض ہوا اگر اسی سال حج کے لئے گیا ہو تو دم وغیرہ
کی وصیت لازم نہیں ہے اور اگر اسی سال نہ گیا ہو بلکہ ایک دو سال تاخیر کرکے
گیا ہو اور وقوفِ عرفہ کے بعد طواف زیارت کرنے سے پہلے انتقال ہوگیا تو اس پر
بدنہ (یعنی بڑا جانور اونٹ یا گائے) ذبح کرنے کی وصیت لازم ہے اور یہ بدنہ
وقوفِ مزدلفہ، رمی جمار، طوافِ زیارت سب کے لئے کافی ہوجائے گا، وقوفِ
مزدلفہ اور رمی وغیرہ کے ترک سے علیحدہ دم لازم نہ ہوگا۔ اور اگر وصیت نہیں
کی اور ورثاء اپنی طرف سے یہ کام انجام دیں تو ان شاء اللہ مقبول ہوجائے گا
اور یہ بدنہ حرم ہی میں ذبح کیا جائے

زبدۃ المناسک میں ہے: مسئلہ: اور اس طوافِ (زیارت) کی مفسد کوئی
شئی نہیں (سوائے مرتد ہونے کے) مگر بعد وقوف عرفہ کے مرجائے اور وصیت
کرجائے کہ میرا حج تمام کردینا تو گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج تمام
ہوجائیگا (زبدہ) اور وہ بدنہ بقیہ افعال حج جیسے وقوفِ مزدلفہ اور رمی جمار
اور طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے کافی ہوجائیگا (لباب وغنیہ)
مسئلہ: اور جو شخص حج فرض ہونے کے سال بلا تاخیر حج کے لئے آیا، اور
وقوف عرفات سے قبل یا بعد مرگیا تو تمام حج اس پر لازم نہ ہوگا بسبب نہ پانے
وقت ... کے اور بعد وقوف کے مرگیا تو گائے اور اونٹ کا بدنہ دینا تمام
... لقوله عليه السلام مَنْ وَقَفَ بعرفة فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ
... وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج تمام ہوگیا، بخلاف اس شخص کے کہ جس

حج فرض ہوا ہو پھر وہ پہلے ہی سال حج کو نہ آیا ہو بلکہ دو تین سال تاخیر کر کے آیا اور بعد میں مرا تو وصیت بدنہ کی اتمام حج کے لئے لازم ہوگی (شامی)

(زبدۃ المناسک ج۱ ص۱۸۱)

معلم الحجاج میں ہے:۔ مسئلہ: یہ طواف (زیارت) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا اور فوت بھی نہیں ہوتا یعنی تمام عمر میں ہو سکتا ہے البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے، اسکے بعد دم واجب ہوتا ہے اور یہ طواف لازمی ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کے بعد طواف سے پہلے مر جائے اور حج کے پورا کرنے کی وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا کر دینا تو ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج پورا ہو جائیگا اور وقوف مزدلفہ و رمی و سعی کے ترک سے کوئی دم اس پر واجب نہ ہوگا۔

حاشیہ میں ہے —— یہ اتمام اس وقت واجب ہے جب کہ حج کے واجب ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال حج کو آیا ہو، اگر پہلے ہی سال حج واجب ہوتے ہی حج کو آیا تو اتمام واجب نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے وقت کے اگرچہ وقوف کے بعد مرا ہو، لقولہ علیہ السلام من وقف بعرفۃ فقد تم حجہ بخلاف اس شخص کے جو حج فرض ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال تاخیر کر کے حج کو آیا ہو اس کو قبل یا بعد وقوف کے مرنے کے وقت وصیت اتمام واجب ہوگی ۔

(معلم الحجاج ص۱۹۵ طواف زیارت)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ مگر ایک صورت میں یعنی جب کہ وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت سے پہلے مر جائے اور حج پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو اسکے طواف زیارت کے لئے بدنہ ذبح کرنا واجب ہے اور اس کا حج جائز ہے یعنی اس کا حج صحیح و کامل ہو جائے گا، پس جبکہ کوئی شخص وقوف عرفہ کرنے کے بعد مر گیا تو اسکے بعد جملہ افعال یعنی وقوف مزدلفہ و رمی جمار و طواف زیارت و طواف

صدر کی تلافی کے لئے ایک بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا (عمدۃ الفقہ کتاب الحج ۱۵۱)
فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ یکم محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

متمتع حج سے پہلے مدینہ منورہ جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۹۰۵) ایک شخص حج تمتع کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ پہنچا، اور عمرہ کے افعال ادا کرکے حلال ہوگیا اس کے بعد وہ متمتع مدینہ منورہ جائے تو شرعی اعتبار سے گنجائش ہے یا نہیں؟ اور اگر مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں سے واپسی کے وقت کون سا احرام باندھ کر آئے؟ اور ایسے متمتع کے لئے پہلے مکہ معظمہ جانا افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ اس بارے میں تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب: اگر حج فرض ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے مکہ معظمہ جائے اور حج کے بعد زیارت کیلئے مدینہ منورہ کا سفر کرے، اور اگر پہلے مکہ معظمہ چلا گیا اور عمرہ کے احرام سے فارغ ہوگیا تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہوجائے اور اگر مدینہ منورہ چلا گیا تو بھی اس سفر کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع باطل نہ ہوگا (کہ وہ وطن اصلی نہیں گیا) اور جب مدینہ منورہ سے واپس لوٹے تو بہتر یہ ہے کہ حج افراد کا احرام باندھ کر آئے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کرکے حلال ہوجائے اور ایام حج آنے پر حج کا احرام باندھ کر حج کرے تو بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا عمرہ مفرد ہوگیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا، البتہ قران کا احرام باندھ کر آنا ممنوع ہے اسلئے کہ یہ مکی ہے ۔ اگر قران کا احرام باندھ کر آئے گا تو دم لازم ہوگا ۔

معلم الحجاج میں ہے :۔ مسئلہ :۔ جس پر حج فرض ہو اس کو حج سے پہلے زیارت کرنا جائز ہے بشرطیکہ حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو مگر بہتر اس کے لئے پہلے حج کرنا ہے اور حج نفل کرنے والوں کو اختیار ہے کہ چاہے پہلے حج کرے یا زیارت کرے۔ اور جس شخص کے راستہ میں حج کے لئے آتے ہوئے مدینہ پڑتا ہو جیسے شام کی طرف سے آنے والے ان کو پہلے ہی زیارت کرنی چاہئے (معلم الحجاج ص۲۴۲) اسکے حاشیہ میں ہے۔

البتہ وہ متمتع جو عمرہ کے احرام سے فارغ ہو چکا ہے اس کو بہتر ہے کہ حج کرنے سے پہلے مکہ سے باہر آفاق میں نہ جائے تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہو جائیگا (لایخرج المتمتع) ای الفارغ من احرام العمرة کما یفهم من سوق کلام فی الکبیر (الی الآفاق) لئلا یبطل تمتعہ علی قول بعض (معلم الحجاج ص۲۴۲ حاشیہ)

زبدۃ المناسک میں ہے :۔ کثیر الوقوع ضروری مسئلہ :۔ اکثر حاجی اشہر حج میں آکر عمرہ کرتے ہیں پھر اشہر حج میں حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ، روضہ مقدسہ اور حجرہ معطرہ مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے چلے جاتے ہیں، پس ان کو چاہئے کہ وہاں سے جب واپس ہوں تو فقط حج مفرد ہی کا احرام باندھ کر آئیں تو امام صاحب کے نزدیک ان کا تمتع صحیح ہے اس سفر کرنے سے تمتع باطل نہ ہوگا، کیونکہ وہ اشہر حج میں عمرہ کر چکے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد وہ حکماً مکیوں کے حکم میں داخل ہیں اگرچہ اشہر حج میں میقات سے بھی باہر نکل گئے ہوں کیونکہ وہ اپنے اصلی وطن نہیں گئے ہیں تو ان کا سفر باعتبار حکم کے واحد ہے، اس کو امام فاسد کہتے ہیں جو کہ مبطل تمتع نہیں، اب ان کو مدینہ طیبہ سے قران کا احرام باندھنا ممنوع ہے کہ وہ مکیوں کے حکم میں ہیں اگر قران کا احرام باندھیں گے تو دم جنایت لازم ہوگا، شرح اللباب و غنیہ (زبدۃ المناسک ص۱۴-۱۵/۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متمتع عمرہ کر کے مدینہ منورہ چلا گیا واپسی پر حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۰۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی اشہر حج میں مکہ مکرمہ گیا اور عمرہ ادا کیا. عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، مدینہ منورہ سے واپسی پر دوسرا عمرہ ادا کیا اور پھر حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھا تو۔

(۱) کیا اس کا تمتع صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) اس پر دم تمتع ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اس پر دم جبر ہے یا نہیں؟

(۴) تمتع پہلے عمرہ سے یا دوسرے عمرہ سے منعقد ہوا؟

(۵) آفاقی کے لئے ایک عمرہ سے زائد کرنا اشہر حج میں جائز ہے یا نہیں؟

مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر فقط حج کا احرام کا باندھا تو کیا

(۶) اس کا تمتع ادا ہوگا یا نہیں؟

(۷) کیا اس پر کوئی دم جبر ہے یا نہیں؟

(۸) آفاقی حاجی کا اشہر حج میں میقات سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

ان دونوں صورتوں میں سے بہتر کون سی صورت ہے؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں، مفتی بہ اقوال بیان فرمائیں بینوا توجروا (از افریقہ)

الجواب:- (۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور مدینہ منورہ چلا گیا اور وہاں سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ کیا اور حج کے ایام آنے پر حج کا احرام باندھا تو اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا، اور صاحبین رحمہم اللہ

کے نزدیک پہلا عمرہ مفردہ ہو گیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہو گا۔ بہر حال صورتِ مسئولہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک بھی اس کا تمتع صحیح ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بھی۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۴-۱۵ ج ۲)

(۲) جب تمتع صحیح ہے تو دم شکر بھی لازم ہو گا۔ فقط

(۳) دم جبر لازم نہیں ہے (زبدۃ المناسک ص ۱۵ ج ۲) فقط

(۴) امام صاحبؒ کے نزدیک پہلے عمرہ سے اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے عمرہ سے۔ فقط۔

(۵) جائز ہے۔ معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: متمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کر سکتا ہے (معلم الحجاج ص ۲۳۸) فقط[1]

---

[1] مسئلہ اختلافی ہے، دونوں طرف دلائل ہیں، مگر معلم الحجاج میں جس قول کو اختیار کیا ہے وہ راجح معلوم ہوتا ہے، لہذا اگر اس پر عمل کرے تو قابل مواخذہ نہ ہونا چاہئے خصوصاً اس زمانہ میں۔
معلم الحجاج میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے نیچے اس پر مفتی سعید احمد صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے۔
قال فی اللباب ولا یعتمر قبل الحج وقال القاری فی الشرح وهذا بناء علی ان المکی ممنوع من العمرة المفردة ایضاً وقد سبق انه غیر صحیح بل انه ممنوع من التمتع والقران وهذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لانها عبادة مستقلة کالطواف اھ ص ۱۵۲۔
فتاوی رحیمیہ جلد دوم ص ۲ پر ایک فتوی ہے جس کا عنوان ہے "ایام حج میں نفلی عمرہ" وہ فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں اس فتوی میں غنیۃ الناسک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ راجح یہ ہے کہ اشہر حج میں متمتع آفاقی ...... الخ
وہاں غنیۃ الناسک کا حوالہ ہے عبارت نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے ویستحب ان یؤخرها حتی یمضی هذه الایام ثم یفعلها وافادوا بالاقتصار علی الخمسة انها لا تکره فی اشهر الحج وهو الصحیح ولا فرق فی ذلک بین المکی والآفاقی بحر وشرنبلالیة واما کراهة فعلها فیها لاهل مکة ومن بمعناهم لان الغالب علیهم ان یحجوا فی سنتهم فیکونون متمتعین وهم عن التمتع ممنوعون والا فلا منع للمکی عن العمرة المفردة فی اشهر الحج اذا لم یحج فی تلک السنة ومن خالف فعلیه البیان۔ شرح وهو ردّ لما اختاره ابن الهمام من کراهتها للمکی فی اشهر الحج وان لم یحج من عامه قال العلامة قاسم انه لیس بمذهب لعلمائنا ولا للائمة الاربعة .... الخ (ص ۱۰۶) (باقی حاشیہ ص ۳۹۸ پر)

(٦) ادا ہو جائیگا (زبدۃ المناسک ص ۱۳۲/۲۶) (معلم الحجاج ص۲۳۵ حاشیہ) فقط
(٧) کوئی دم جبر نہیں ہے۔ فقط.

(بقیہ حاشیہ ص۳۹۷) غنیۃ الناسک میں دوسری جگہ ہے (فصل فی کیفیۃ اداء التمتع المسنون)
ویعتمر قبل الحج ما شاء وما فی اللباب ولا یعتمر قبل الحج غیر صحیح لانہ بناء علی ان المکی ممنوع من العمرۃ المفردۃ وھو خلاف مذھب اصحابنا جمیعاً لان العمرۃ جائزۃ فی جمیع السنۃ بلا کراھۃ الا فی خمسۃ ایام لا فرق فی ذلک بین المکی والآفاقی صرح بہ فی النھایۃ والمبسوط والبحر وافادہ العلامۃ قاسم وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المنحۃ بل المکی ممنوع من التمتع والقران وھذہ عمرۃ مفردۃ لا اثر لھا فی تکرار تمتعہ شرح الخ (غنیۃ الناسک ص۱۱۱ لمولانا الحاج حسن شاہ پشاوری مہاجر مکی)
عمدۃ الفقہ مؤلفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی پاکستانی جلد چہارم کتاب الحج میں ہے
تمتع کا مسنون طریقہ ...... اور حلال ہو کر مکہ معظمہ میں قیام کرے اور اس عرصہ میں نفلی طواف و عمرے اور دیگر عبادات کرتا رہے (عمدۃ الفقہ کتاب الحج ص۲۶ مطبوعہ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی ص۱۸)
عمدۃ الفقہ میں دوسری جگہ ہے۔
(تنبیہ) اگر آفاقی متمتع حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام سے حلال ہو کر حج سے پہلے مدینہ منورہ چلا جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کو مدینہ منورہ سے مکہ واپس آتے وقت حج افراد کا احرام باندھ کر آنا چاہئے اور اس کا حج تمتع ہو جائیگا اس کو قران یا عمرہ کا احرام نہیں باندھنا چاہئے کیونکہ وہ سفر دراز ہونے کی وجہ سے مکی کے حکم میں ہے اگر وہ قران کا احرام باندھ کر آئے گا تو اس پر دم جنایت لازم ہو جائے گا اور دوسرے عمرہ کا احرام اس لئے نہیں باندھ سکتا کہ اس کے کئے ہوئے پہلے عمرہ سے تمتع منعقد ہو چکا ہے، تاہم دوسرے عمرہ کی گنجائش ہے۔ کیونکہ آفاق سے آرہا ہے اس لئے اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو امام صاحب کے نزدیک چنداں حرج نہ ہو گا۔ (ش زبدہ و حج و عمرہ تعرفا) اور جب کہ اکثر فقہاء کے نزدیک عمرہ کر کے حلال ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی آفاقی کو اور مفرد عمرے کر نا جائز ہے تو اس صورت میں بدرجۂ اولیٰ اس کے لئے عمرہ جائز ہونا چاہئے کیونکہ مکی کے حکم میں ہونے کے باوجود آفاق سے آرہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مولف۔ لیکن صاحبین کے نزدیک وہ مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آئے کیونکہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا اور پہلا کیا ہوا عمرہ دو سفروں کی وجہ سے مفرد عمرہ ہو جائیگا اور اب اس دوسرے عمرہ سے تمتع از سر نو منعقد ہو جائیگا (از حج و عمرہ وغیرہ)
(عمدۃ الفقہ ص۲۸۶ کتاب الحج)

(۸) امام ابو حنیفہ کے نزدیک میقات سے باہر نکلنے سے تمتع باطل نہیں ہوتا مگر ان کے نزدیک نکلنا بہتر نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ میقات سے باہر نہ نکلے (زبدۃ المناسک ص ۱۵/۲۶) اور اگر نکلے تو حج افراد کا احرام باندھ کر آنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال (۱۹۰۷) مالدار مفلس ہو جائے تو اس پر حج فرض رہے گا یا نہیں

فتاوی رحیمیہ جلد پنجم ص ۲۳ پر ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے "مالدار مفلس ہو جائے" اس کا جواب آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔ الجواب:۔ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص قرض ادا کرنے کی نیت سے قرض لے کر حج کے لئے چلا جائے، چونکہ اس نے فرض حج کی ادائیگی کے لئے فارم بھرا اور سعی بھی کی مگر نمبر نہ آیا اس لئے ان شاء اللہ گنہگار نہ ہوگا الخ

یہ جواب وضاحت طلب ہے کہ مفلس ہونے کے بعد آیا اس پر حج کرنا ضروری ہے یا فرضیت ختم ہو گئی؟ اور یہ کہ قرض لے کر حج نہ کرے تو گنہگار رہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ فتاویٰ کی صورت پہلے سال کی ہے، دوسرے اور تیسرے سال کی ہو تو فرض ساقط نہ ہوگا حج کرنا ضروری رہے گا، قرض ملنے اور اس کے ادائیگی کی توقع ہو ورثاء وغیرہ ادا کرنے کی امید دلاتے ہوں تو قرض لے کر حج کرنا ضروری ہے ورنہ پھر بہتر یہ ہے کہ قرض نہ لے۔

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ اسی طرح جب کسی شخص میں اس کے اہل شہر کی حج پر روانگی کے وقت وجوب حج کی تمام شرائط پائے جانے کی وجہ سے فرض ہو گیا اور وہ اس وقت حج کے لئے روانہ نہ ہوا یہاں تک کہ اس کا مال تلف ہو گیا اور وہ فقیر ہو گیا تو اب فقر کی وجہ سے اس سے حج ساقط نہ ہوگا بلکہ حج کا وجوب بالاتفاق اس کے ذمہ بطور قرض متقرر ہو جائیگا خواہ وہ مال

اسکے فضل کے بغیر ہلاک ہوجائے یا وہ شخص خود اس کو تلف کردے اگر وہ کسی سے قرض لے کر حج کرنے کی وسعت رکھتا ہو اگرچہ اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہو، تو اس فقیر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ حج کے لئے قرض لے، اور بعض نے کہا کہ اس پر واجب ہے کہ قرض لے، یہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے اور اسکا ضعیف ہونا ظاہر ہے، پس اگر کسی نے قرض لے کر حج ادا کیا اور وہ اس کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں اس کا قرض ادا فرمادے گا اس سے اس کا مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا جبکہ اس کی نیت یہ رہی ہو کہ قادر ہونے پر اس دین کو ادا کردے گا، اور قرض کی ادائے گی پر قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ فی الحال اس کی ادائے گی پر قادر نہیں ہے تاہم اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ کوشش کرے تو آئندہ اسکی ادائیگی پر قادر ہوجائیگا، لیکن اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اگر وہ قرض لے گا تو اس کی ادائے گی پر ہرگز قادر نہیں ہوسکے گا تو افضل یہ ہے کہ وہ قرض نہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اپنے ذمہ رہ جانا بندوں کے حقوق سے بہت ہلکا ہے (عمدۃ الفقہ ص ۲۶۸ کتاب الحج جلد چہارم) فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال (۴۰۰) عورتیں ہجوم کی وجہ سے وقوف مزدلفہ نہ کرسکیں تو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں - ہم لوگ حج کے لئے گئے تھے کچھ مستورات بھی ہمارے ساتھ تھیں وقوف عرفات کے بعد ہم لوگ وقوف مزدلفہ کی نیت سے مزدلفہ روانہ ہوئے جب مزدلفہ پہنچے تو وہاں بہت ہی زیادہ اژدہام تھا باوجود کوشش کے ہمیں کوئی جگہ وقوف کے لئے نہیں ملی، جہاں ٹھیرنے کا ارادہ کرتے لوگ کہتے کہ یہ ہماری جگہ ہے۔ اور دوسری طرف پولیس بھی مزاحمت

کرتی اور ہم لوگ جہاں ٹھیرنا چاہتے پولیس انکار کر دیتی اس وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان ہوئے اور مجبور ہو کر ہم لوگ منیٰ چلے گئے وہاں مستورات کو چھوڑ کر ہم لوگ مزدلفہ واپس آئے اور الحمد للہ جو وقوفِ مزدلفہ کا وقت ہے اس وقت ہم نے وقوف کیا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے عورتیں وقوفِ مزدلفہ نہ کر سکیں تو اب ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ان پر دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ عورتیں ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً منیٰ چلی گئیں اور وقوف کا جو وقت ہے (صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک) اس وقت وقوفِ مزدلفہ نہ کر سکیں تو اس کی وجہ سے ان پر دم لازم نہ ہوگا، مرض اگر منیٰ سے اگر وقوفِ مزدلفہ نہ کرتے تو ان پر دم لازم آتا۔ معلم الحجاج میں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھیرے تو اس پر دم واجب نہ ہوگا اور مرد اگر ہجوم کی وجہ سے نہ ٹھیرے گا تو دم واجب ہوگا۔

(معلم الحجاج ص۱۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گیارھویں کو خلافِ ترتیب رمی کی؟

سوال (۱۹۰۹) گیارہویں ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کی جاتی ہے ایک شخص نے غلطی سے اس طرح رمی کی کہ پہلے جمرۂ اخریٰ کی رمی کی پھر وسطیٰ کی پھر جمرۂ اولیٰ کی دوسرے دن اس کو معلوم ہوا کہ میں نے گذشتہ کل جس طرح رمی کی تھی وہ ترتیب کے خلاف تھی، جمرۂ اولیٰ سے شروع کرنا چاہئے تھا چنانچہ دوسرے دن صحیح ترتیب سے رمی کی تو اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس پر دم لازم ہوگا؟۔

الجواب:۔ اگر اس شخص کو اپنی غلطی اسی روز معلوم ہو جائے تو

اس کو اسی روز ترتیب سے رمی کر لینی چاہئے یعنی جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ (جمرۂ اخری) کی رمی کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ اگر اس روز اعادہ نہیں کیا تو اب اعادہ کا وقت نہیں رہا اور اس غلطی کی وجہ سے دم لازم نہیں ہے کچھ صدقہ دیدے تو بہتر ہے، عمدۃ الفقہ میں ہے: اور باقی تین دن تینوں جمروں کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے، پھر جمرۂ وسطیٰ کی پھر جمرۂ عقبہ کی، اگر کسی نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی پھر جمرۂ وسطیٰ پر رمی کی پھر جمرۂ اولیٰ پر رمی کی جو کہ مسجد خیف کی جانب ہے پھر اسی روز اس کو یاد آگیا تو اس کے لئے جمرۂ وسطیٰ و عقبہ کی رمی کا اعادہ ہمارے اکثر فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اگر اعادہ نہ کیا تب بھی اس کے لئے کافی ہے، بعض کے نزدیک ان دونوں کی رمی کا اعادہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ص ۲۸۲، ۲۸۳ کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے مسئلہ:۔ گیارہویں۔ بارہویں یا تیرہویں کو تینوں جمرات کی رمی ترتیب وار کرنا مسنون ہے۔ اگر جمرۂ وسطیٰ یا جمرۂ اخریٰ کی رمی پہلے کی اور اولیٰ کی بعد میں تو وسطیٰ اور اخریٰ (جمرۂ عقبہ) کی رمی پھر کرے تاکہ ترتیب مسنون کے مطابق ہو جائے (معلم الحجاج ص ۱۹۹، ۲۰۰) فقط واللہ اعلم بالصواب

مشتبہ مال سے حج کرنا

سوال (۱۹۱۰) ایک شخص کی آمدنی کا ذریعہ یہ ہے کہ اس کا ایک ہیرے کا کارخانہ ہے، اس میں کچھ آمدنی جائز اور حلال طریقہ سے ہوتی ہے اور کچھ دھوکہ دے کر اسکی صورت یہ ہے کہ کارخانہ میں ہیروں کو گھسنے کے لئے کچھ ہیرے ہیروں کے مالکوں کے پاس سے لاتے ہیں اس میں کبھی قیمتی ہیرے کو چرا کر کم قیمت والا ہیرا رکھ دیتے ہیں، مالک کو یہ تو پتہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہیرے بدل دیتے ہیں لیکن وہ مجبور ہیں اسلئے کہ ہیرے گھسوائے بغیر ان کو چارہ کار نہیں، یہ ہے شخص مذکور

کی آمدنی، تو ان پیسوں سے وہ شخص حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرے گا تو فریضۂ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ حج مقبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب:- اگر کچھ مال حلال طریقہ سے کمایا ہوا ہے اور کچھ ناجائز طریقہ سے تو ایسا مال مشتبہ ہے، لہٰذا کسی غیر مسلم سے حج کے لئے بلاسود قرض لے کر اس رقم سے حج کیا جائے اور مال مشتبہ سے قرض ادا کر دیا جائے تو امید ہے کہ حج ادا ہو جائیگا، انشاء اللہ۔

معلم الحجاج میں ہے، حج کے مصارف :- جہاں تک ممکن ہو روپیہ حلال ہونا چاہیے۔ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا گو فرض ساقط ہو جاتا ہے، اگر کسی کا مال مشتبہ ہو تو کسی غیر مسلم سے بقدر ضرورت بلاسود قرض لے لو اور پھر اس مشتبہ مال سے اس کا قرضہ ادا کر دو۔ (معلم الحجاج ص ۳۳)

کسب معاش میں مکمل احتیاط برتنا چاہئے جو مال حلال طریقہ سے حاصل کیا جائے وہ برکتی ہے اگرچہ تھوڑا ہی ہو اور ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال منحوس ہوتا ہے، برکتی مال چھوڑ کر منحوس مال کے پیچھے پڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حجاج کو رخصت کرنے کیلئے عورتوں کا اسٹیشن جانا

سوال (۱۹۱۱) بعض جگہ یہ رواج ہے کہ حجاج کرام جب حج کیلئے جاتے ہیں تو اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لئے عورتیں بھی جاتی ہیں، اسٹیشن پر مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے بے پردگی ہوتی ہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ رسم مذموم اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے لہٰذا قابل ترک ہے حج کے نام پر لوگوں نے عورتوں کا اجتماع اور اختلاط وغیرہ بہت

سی ناجائز اور مکروہ رسومات ایجاد کر رکھی ہیں جو بجائے ثواب کے لعنت کی مستوجب بن رہی ہیں، اسلئے اس رسم کو قطعاً بند کر دینا چاہیئے فقط واللہ اعلم بالصواب

ارکانِ حج ادا کرنے کی نیت سے حیض روکنے والی دوا استعمال کرنا

سوال (۱۹۱۲) یہاں برطانیہ میں ماہواری (حیض) کو روکنے کے لئے گولیاں ملتی ہیں، بعض عورتیں رمضان المبارک اور ایام حج میں ان کو استعمال کرتی ہیں تاکہ روزہ قضا نہ ہو اور حج کے تمام ارکان ادا کر سکے تو اس نیت سے ان گولیوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- ماہواری (حیض) فطری چیز ہے اسکے روکنے سے صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے رمضان میں گولیاں استعمال نہ کرے بعد میں روزوں کی قضا کرے، حج میں بھی استعمال نہ کرنا چاہیئے، طواف زیارت کے سوا تمام افعال ادا کر سکتی ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت بھی کر سکتی ہے البتہ اگر وقت کم ہو اور طواف زیارت کا وقت نہ مل سکتا ہو اور باوجود کوشش کے حکومت سے مہلت ملنے کا امکان نہ ہو تو استعمال کی گنجائش ہے مگر صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے اسلئے حتی الامکان استعمال نہ کرے، الا یہ کہ بالکل ہی مجبور ہو جائے

فقط واللہ اعلم بالصواب

ایام حج میں عمرہ کرنا

سوال (۱۹۱۳) ہم لوگ سعودی عربیہ میں بسلسلۂ ملازمت مقیم ہیں حج کے لئے چھ سات دن کی چھٹی ہے ہم لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور اسی روز عمرہ کیا اس کے بعد تیرہویں ذی الحجہ کو واپس لوٹنا ضروری ہے تو نویں ذی الحجہ سے لیکر ۱۳ ذی الحجہ کے درمیان عمرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :- ایام حج (یعنی ۹ ذی الحجہ سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ تک) میں

عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، چھٹی نہ ملنے کا عذر معتبر نہیں ہے، معلم الحجاج میں ہے۔

• عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے صرف پانچ روز (۹ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر ان ایام میں احرام نہیں باندھا بلکہ پہلے سے احرام بندھا ہوا تھا تو پھر مکروہ نہیں مثلاً کوئی شخص پہلے سے احرام باندھ کر آیا اور اس کو حج نہیں ملا اور اس نے ان ایام میں عمرہ کر لیا تو مکروہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ان پانچ روز کے بعد عمرہ کرے (معلم الحجاج ص ۲۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سر پر سے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوائے تو حلال ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۹۱۴) ایک شخص عمرہ کر کے سر پر سے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوا کر حلال ہو کر اپنے گھر آگیا تو حنفیہ کے نزدیک وہ حلال ہوا یا نہیں؟ اگر وہ اپنے گھر آکر پورے سر کے بال منڈوا دے یا کتروا دے تو کیا حکم ہے؟ دم لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سر پر بال ہونے کی صورت میں عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے احناف کے نزدیک حلق یا قصر ضروری ہے اور حلق و قصر کرانے میں کم از کم مقدار چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا ہے اس سے کم منڈوانے یا کتروانے سے احرام سے باہر نہیں ہوتا اور چوتھائی سر کے بال کٹوانا ہو تو کم از کم ایک سر انگشت (یعنی پور) کے برابر کٹانا واجب ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۴۱ ج ۴) (معلم الحجاج ص ۱۹۰) اور اگر اتنے بال نہ ہوں تو صرف استرہ یا اس کے قائم مقام مشین پھیرنا کافی ہوگا جتنے بھی بال کٹ جائیں۔

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے

دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوائے اور وہ چوتھائی سر کی مقدار کو نہیں پہنچتے ہیں تو وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا جب تک کم از کم چوتھائی سر کے برابر مقدار وانملہ (پور) بال نہ کٹائے گا حلال نہ ہوگا اور اس درمیان جتنے ممنوعات احرام کا ارتکاب کریگا اس کے اعتبار سے دم، صدقہ یا جزاء لازم ہوگی تفصیل کے لئے معلم الحجاج میں، جنایات یعنی ممنوعات احرام وحرم اور ان کی جزاء ملاحظہ ہو
عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حدودِ حرم سے باہر حلق یا قصر کرایا ہو تو احرام سے حلال ہو جائیگا مگر ایک دم لازم ہوگا اور وہ دم حدودِ حرم میں ذبح کرانا ضروری ہے اپنے مقام پر ذبح کرنا کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۹۱۵) ایک شخص حج کے لئے گیا اسکے بعد اس نے کئی عمرے کئے | سر پر بال نہ ہوں تو کیا کرے؟

احرام سے حلال ہونے کے لئے حلق یا قصر ضروری ہے چونکہ ہر روز یا دوسرے روز عمرہ کرتا تھا اس لئے بہت معمولی بال کٹتے تھے، قریب ایک سوتیا اس سے بھی کم بال کٹتے نظر آتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ یہ حلق صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر صحیح ہوگیا تو خیر ورنہ اب وہ اس کی تلافی کیسے کرے؟ یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا کہ حج کی کتاب زبدۃ المناسک میں دیکھا کہ قصر میں ایک انملہ (یعنی پور) سے کم جائز نہیں تو اب کیا کیا جائے، جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا (از پالنپور)

الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں جب پہلے حلق کرانے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تو صرف استرہ یا اسکے قائم مقام مشین پھیر دینا کافی ہے، اور یہ پھیرنا لواجب ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے واذا جاء وقت الحلق ولم یکن علی رأسہ شعر بان حلق قبل ذلک اولسبب آخر ذکر فی الاصل انہ یجری الموسیٰ علی رأسہ لانہ لو کان علی رأسہ شعر کان ما ماخوذ علیہ اجراء الموسیٰ وازالۃ الشعر

فما عجز عنه سقط وما لا يعجز عنه يلزمه ثم اختلف المشائخ في اجراء الموسى انه واجب او مستحب والاصح انه واجب هكذا في المحيط۔ یعنی۔ حلق کا وقت آیا اور اس کے سر پر بال نہیں ہیں اس سبب سے کہ اس سے قبل اس شخص نے حلق کرایا ہے یا کسی اور سبب سے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے سر پر استرہ پھیرے اسلئے کہ اگر اسکے سر پر بال ہوتے تو حکم یہ ہوتا کہ وہ سر پر استرہ پھیرے اور بال زائل کرے، اسوقت جس چیز سے عاجز ہے وہ ساقط ہو جائیگی (یعنی بال زائل کرنا) اور جس چیز سے عاجز نہیں ہے وہ اسکو لازم ہے (اور وہ استرہ پھیرنا ہے) پھر اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ استرہ پھیرنا واجب ہے یا مستحب؟ اصح قول یہ ہے کہ واجب ہے، ہکذا فی المحیط، (فتاوی عالمگیری ص ۱۴۹/ج ١ کتاب المناسک الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج) زبدۃ المناسک میں جو مقدار انملہ لکھا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ سر پر بال ہوں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

بحری و ہوائی راستہ سے سفر کرنے والوں کو احرام کب باندھنا چاہئے؟

سوال (۱۶۱۶) (۱) جو حضرات بحری جہاز سے حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہیں ان کو کب احرام باندھنا چاہئے؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جدہ پہنچکر احرام باندھ سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر ان کا قول صحیح نہیں ہے اور کسی نے کسی وجہ سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو دم لازم ہوگا یا نہیں؟۔

(۲) اور جو حجاج کرام ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو کب احرام باندھنا چاہئے؟ کیا یہ لوگ جدہ پہنچکر احرام باندھیں تو صحیح ہے یا نہیں؟ دم لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) ہندوستان (یا پاکستان) والوں کا میقات یلملم ہے لہذا جو حجاج کرام مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان کو یلملم یا اس کے محاذ سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا چاہئے

ہمارے زمانہ میں جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے بحری راستہ سے سفر کرتے ہیں وہ جدہ تک احرام مؤخر کرسکتے ہیں یا نہیں اس بارے میں ہمارے زمانہ کے اکابرین علماء کی تحقیق میں اختلاف ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ بحری جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کرام کے لئے جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز ہے، آپ فرماتے ہیں کہ بحری جہاز یلملم سے آگے جو جدہ کی طرف تجاوز کرتا ہے وہ تجاوز آفاق میں ہوتا ہے جہت حرم میں نہیں ہوتا ہے، لہذا اگر جدہ تک احرام مؤخر کریں تو جائز ہے موجب دم نہیں، صاحب زبدۃ المناسک، حضرت مولانا الحاج شبیر محمد صاحب سندھی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم العالی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

اس کے بالمقابل حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی (پاکستانی) اور مولانا مفتی ولی ٹونکی (پاکستانی) کی تحقیق یہ ہے کہ یلملم کی محاذات جدہ سے پہلے آجاتی ہے، اور بحری جہاز جدہ پہنچنے سے پہلے ہی محاذاتِ میقات سے تجاوز کرکے حدودِ حل میں داخل ہوجاتا ہے، اس لئے ہندوستان و پاکستان کے حجاج کرام کو سمندر میں یلملم کی محاذات سے ہی احرام باندھ لینا لازمی ہے، اگر اس سے تاخیر کریں گے تو محاذات میقات سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے دم بھی لازم ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ جدہ آنے سے پہلے پہلے یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے، اسی میں احتیاط ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلافِ رائے ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں، یا ساحل جدہ پر اترنے سے پہلے

احرام باندھ لیں کیونکہ حسب تصریح فقہاء محل اختلاف میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے تاکہ اپنی عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے، اس کے علاوہ احرام کو میقات سے پہلے باندھنا سب ہی کے نزدیک افضل ہے بلکہ بعض روایات حدیث میں اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلنے کی فضیلت آئی ہے، شرط یہ ہے کہ محظورات احرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ محظورات احرام سے بچنا اس تمام عرصہ میں اس کے لئے مشکل ہوگا، اس کے لئے آخری حد تک مؤخر کرنا بہتر ہے ایسے شخص کو آخری حد میں اتنی احتیاط کر لینا چاہئے کہ اس کا احرام علماء کے اختلاف سے نکل جائے (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۲۲)

تفصیل و دلائل کے لئے ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص ۴۲۶ تا ص ۴۴۱، مواقیت احرام کا مسئلہ۔ زبدۃ المناسک ص ۴۴-۴۵، عمدۃ الفقہ ص ۹ ج ۴ ۔ ۴۲)

اس اختلاف رائے کی بنا پر بہتر صورت وہی ہے جو اوپر درج ہوئی کہ جدہ سے پہلے ہی یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے لیکن اگر کسی نے غلطی سے یا کسی مجبوری سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو اس پر دم کا لزوم نہ ہوگا اگر احتیاطاً دم دیدے تو بہتر ہے۔ فقط

(۲) جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے مکہ مکرمہ جانے کیلئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہئے، جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا اسلئے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہوگا اور اگر حدود میقات کا علم ہو بھی جائے تو اس سے پہلے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے اسلئے کہ ہوائی جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے

ساتھ پرواز کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس وقت احرام باندھنے میں احرام کے سنن و مستحبات
کی رعایت بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔ آج کل ان
ممالک مشرقیہ سے آنے والے حجاج کیلئے راستے دو ہیں ایک ہوائی دوسرا بحری
ہوائی جہازوں کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہ قرن المنازل ہوتا ہے، ہوائی
جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گذرتے ہوئے اول
حل میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر جدہ پہنچتے ہیں، اس لئے ہوائی سفر میں تو قرن
المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم و واجب ہے، اور چونکہ
ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز
قرن المنازل کے اوپر سے گذرے گا اسلئے اہل پاکستان و ہندوستان کیلئے تو احتیاط
اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں
اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہونچ گئے تو ان کے ذمہ دم
یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہوجائے گی اور گناہ اسکے علاوہ ہوگا جس کی
وجہ سے حج ناقص رہ جاتا ہے مقبول نہیں ہوتا، بہت سے حجاج اس میں غفلت
کرتے ہیں (جواہر الفقہ ص ۴۷۴-۴۷۵ ج ۱) (زبدۃ الفقہ ص ۹۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق

سوال (۱۹۱۷) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں
کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر
فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱)
یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہوجائیں، اور عورت

تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہونچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھدے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہوسکے سکڑ کر رکوع کرے

شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبیٰ ھذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیرًا ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعًا وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استر لھا (شامی ج ۱ فصل فی بیان تألیف الصلوٰۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویعتمد بیدیہ علی رکبتیہ کذا فی الھدایۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع ویفرج بین اصابعہ ولا یندب الی التفریج الا فی ھذہ الحالۃ ولا الی الضم الا فی حالۃ السجود وفیما وراء ذلک یترک علی العادۃ کذا فی الھدایۃ ویبسط ظھرہ حتی لو وضع علی ظھرہ قدح من ماء لاستقر ولا ینکس رأسہ ولا یرفعہ یعنی یسوی رأسہ بعجزہ کذا فی الخلاصۃ ویکرہ ان یحنی رکبتیہ شبہ القوس والمرأۃ تنحنی فی الرکوع یسیرًا ولا تعتمد ولا تفرج اصابعھا ولکن تضم یدیھا وتضع علی رکبتیھا وضعًا وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا کذا فی الزاھدی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۴ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثالث فی سنن الصلوٰۃ وآدابھا وکیفیتھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھدے یا کھڑی رکھے

سوال (۱۹۱۸) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے

کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہوگیا ہے، لہٰذا حوالجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

الجواب:- قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الٰہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر تک باقی رکھے، یہی صورت اولیٰ ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو

وفی المحیط انہا (ای الاشارۃ) سنۃ یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات وھو قول ابی حنیفۃؒ ومحمدؒ وکثرت بہ الآثار والاخبار فالعمل بہ اولیٰ فھو صریح فی ان المفتی بہ ھو الاشارۃ بالمسبحۃ .... ولذا قال فی منیۃ المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالابہام ویقیم السبابۃ ..... وصحح فی شرح الھدایۃ انہ یشار وکذا فی الملتقط وغیرہ وصفتہا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشہادۃ الابہام والوسطی ویقبض الخنصر والبنصر ویشیر بالمسبحۃ .... الخ (شامی ص ۴۷۵ ج ۱ تحت مطلب مہم فی عقد الاصابع عند التشہد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کر لو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لَا اِلٰہَ پر اٹھاؤ اور اِلَّا اللہُ پر جھکا دو اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۶۲ حصہ سوم نماز پڑھنے کی پوری کیفیت)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الٰہ کہنے کے وقت انگلی اٹھا دے اور

اِلاَّ اللّٰہ کہنے کے وقت جھکادے مگر عقد و حلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے :- اور جب اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اسکے پاس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لَااِلٰہَ پر انگلی اٹھائے اور اِلاَّ اللّٰہ پر جھکادے اور پھر اخیر قعدہ تک اسیطرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۱/۲ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۹۱۹) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ اور شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کن گناہوں کے مرتکب کو فاسق کہیں گے؟ بینوا توجروا۔

فاسق کس کو کہتے ہیں اور شریعت میں اسکا کیا حکم ہے؟ گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مختصر فہرست

الجواب :- جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو ایسا شخص فاسق ہے، اور فاسق مردود الشہادت ہوتا ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، گناہ کبیرہ وصغیرہ کی فہرست کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ مسمّٰی بہ "گناہ بے لذت" ہے، اس میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں سے بعض گناہ کبیرہ یہ ہیں، نماز چھوڑنا، نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، چوری کرنا، لوگوں کو گانے سنانا لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (جیسے آج کل دریا کنارے سوئمنگ پول اور فٹبال وغیرہ کھیلوں میں عموماً ہوتا ہے)، از راہ تکبر لنگی یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا مال غصب

کرنا، سود کھانا، رشوت لینا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یتیم کا مال ناحق کھانا، قطع رحمی کرنا، کسی صحابی کو برا کہنا (جیسے روافض اور خوارج فرق ضالّہ کا طریقہ ہے اور جس پر آج کی مودودی جماعت گامزن ہے) علماء اور حفاظِ قرآن کو برا کہنا ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا، باوجود قدرت کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑنا، جوا کھیلنا (جس کا ایک نیا طریقہ آج کل لاٹری ہے) معاصی پر کسی کی اعانت کرنا یا گناہ پر آمادہ کرنا، عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا، کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا، دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا، شراب پینا، لوگوں کے نسب پر طعنے دینا، گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا وغیرہ وغیرہ۔

گناہ صغیرہ پر اصرار یعنی بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔ گناہ صغیرہ میں سے بعض یہ ہیں۔ غیر محرم عورت کو بقصد دیکھنا، کسی مسلمان کی ہجو کرنا، اگرچہ اشارہ کنایہ سے ہو اور بات سچی ہو، کسی فاسق کے پاس اٹھنا بیٹھنا، مسجد میں نجاست داخل کرنا، کھانے پینے کی ضروری اشیاء، اناج وغیرہ کو گرانی کے انتظار میں روکے رکھنا، جمعہ کی اذان کے بعد بیع و شراء کرنا، شوقیہ کتا پالنا (آج کل یہ وباء عام ہو رہی ہے) شراب کو اپنے گھر رکھنا، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا، نماز میں دائیں بائیں یا آسمان کی طرف دیکھنا، زکوٰۃ ردی مال سے ادا کرنا، زوجہ کو ایک سے زیادہ طلاق دینا، بحالتِ حیض طلاق دینا، اپنی اولاد کو چیز دینے میں برابری نہ کرنا (ہاں کسی لڑکے لڑکی میں علم و صلاحیت زیادہ ہونے کے سبب ان کو کچھ زیادہ دیدے تو مضائقہ نہیں ہے) دانتوں کو سونے کے تار سے باندھنا، اذان سننے کے بعد گھر میں بیٹھ کر اقامت کا انتظار کرنا، محض ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا، مسلمان سے بدگمانی کرنا، گانا سننا، جو لوگ کسی شخص کی امامت سے ناراض ہوں ان کی امامت کرنا، اگر ان کی ناراضگی بے وجہ ہو تو امامت میں کراہت

ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی اس کی اقتدار کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰ ۱۹) رمضان المبارک میں تراویح کے بعد وتر باجماعت ادا کی جاتی ہے، ہمارے یہاں زیادہ تر شافعی مسجدیں ہیں وہ لوگ اپنی وتر دو سلام سے ادا کرتے ہیں۔ کیا حنفی حضرات شافعی امام کے پیچھے دو سلام سے وتر ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صحیح قول یہ ہے کہ اگر شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی اس کی اقتدار نہ کرے اسی میں احتیاط ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے وان لا یقطع وترہ بسلام علی الصحیح (طحطاوی ص۲۱۰ باب الوتر)

درمختار میں ہے (وصح الاقتداء فیہ) ای فی الوتر (بشافعی لم یفصلہ بسلام) لا ان فصلہ (علی الاصح) (درمختار ج۱ ص۶۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست

سوال (۱۹۲۱) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں، نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجا، نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجا کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

الجواب:- جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرنے چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود

نہیں ہے اور خود استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیئاً تنجس من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ (درمختار ص ۵۱۵ ج ۱ باب صلوٰۃ المریض) دوسری جگہ ہے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً لہ ترکہ (درمختار) شامی میں ہے (قولہ وکذا مریض الخ) فی الخلاصۃ مریض مجروح تحتہ ثیاب نجسۃ ان کان بحال لا یبسط تحتہ شیئ الا تنجس من ساعتہ لہ ان یصلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الثانی الا ان یزداد مرضہ لہ ان یصلی فیہ (در مختار مع الشامی ص ۲۸۳ ج ۱)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فروع) فی الخانیۃ مریض عجز عن الاستنجاء ولم یکن لہ من یحل لہ جماعہ سقط عنہ الاستنجاء لانہ لا یحل مس فرجہ الا لذلک واللہ اعلم (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۸)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ ۱۳: فالج گرا اور ایسی بیماری ہو گئی کہ پانی سے استنجاء نہیں کر سکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمم کرا دے، اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو بھی نماز قضا نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے، کسی اور کو اسکے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی، البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے، اسکے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۵ حصہ دوسرا۔ بیمار کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب

غلطی سے رضائی بھتیجی سے نکاح ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۹۲۲) ہمارے خاندان میں ایک لڑکے کا ایسی لڑکی سے لاعلمی میں نکاح ہوا ہے کہ جس نے مدتِ رضاعت میں اس لڑکے کے بڑے بھائی کی بیوی (یعنی اس لڑکے کی بھاوج) کا تقریباً ڈیڑھ دو سال تک دودھ پیا ہے اس بات کو خاندان والے جانتے ہیں اور وہ عورت بھی پورے یقین کے ساتھ کہتی ہے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے مگر نکاح کے وقت کسی کی اس طرف توجہ نہیں ہوئی اور بالکل لاعلمی میں نکاح ہو گیا۔ اور اس نکاح کو تقریباً پانچ چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے، اور دو بچے بھی ہو گئے ہیں اور لاعلمی میں ابھی تک وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں، اتفاق سے ان کے خاندان کا ایک لڑکا جید العلوم میں پڑھتا ہے اس کو ہدایہ اولین کے سبق کے درمیان خیال آیا کہ ہمارے خاندان میں جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے قابل فسخ ہے۔ اس لئے کہ میاں بیوی کے درمیان رضائی رشتہ ہے کہ شوہر اس کا رضاعی چچا اور بیوی اس کی رضائی بھتیجی ہے، اس طالب علم نے یہ بات شوہر کو کہی اور اس کو توجہ دلائی کہ تمہاری بیوی تمہاری رضائی بھتیجی ہے، لہٰذا یہ نکاح قابل فسخ ہے۔ اس سے شوہر اور خاندان والوں کو بہت تشویش ہو گئی ہے، آپ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ مذکورہ نکاح صحیح ہے یا قابلِ فسخ؟ اگر قابل فسخ ہے تو اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں جب بڑے بھائی کی بیوی پورے یقین کے ساتھ اور قسم کھا کر یہ کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا ہے اور اس بات کو خاندان کے دیگر افراد بھی جانتے ہیں اور وہ اسکے

منکر نہیں ہیں تو دودھ پلانے والی اس لڑکی کی رضاعی ماں اور اس کا شوہر اس لڑکی کا رضاعی باپ بن گیا، اور رضاعی باپ کا بھائی (جس کا اس لڑکی سے نکاح ہوا ہے) اس لڑکی کا رضاعی چچا اور یہ لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی بن گئی اور رضاعی چچا کا رضاعی بھتیجی سے نکاح صحیح نہیں ہے، حرام ہے، لہٰذا مذکورہ نکاح قابل فسخ ہے، دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے، شوہر اس کو طلاق دیدے یا زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور جس وقت دونوں میں تفریق ہوگی اس وقت سے عدت لازم ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے واخو الرجل عمه واخته عمته واخو المرضعة خاله واختها خالته (فتاوی عالمگیری ص۳۴۳ کتاب الرضاع)

القول الجازم فی بیان المحارم میں ہے: اور شیر خوار کے رضاعی باپ کا بھائی شیر خوار کا چچا اور اس کی بہن شیر خوار کی پھوپھی ہونے سے شیر خوار پر حرام ہوگی (ص۱۱)

عین الہدایہ میں ہے۔ قوله علیه السلام لعائشة لیلج علیك فلح فانه عمك من الرضاعة۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا کہ افلح تیرے سامنے آیا کرے کہ وہ تیرا رضاعی چچا ہے۔ ف: چنانچہ خود حضرت ام المومنین عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ بعد حکم حجاب افلح رضی اللہ عنہ میرے یہاں آئے تو میں نے ان سے پردہ کیا، انھوں نے فرمایا تو مجھ سے پردہ کرتی ہے حالانکہ میں تیرا چچا ہوں، میں نے کہا یہ کہاں سے؟ تو فرمایا کہ میرے بھائی کی بی بی نے تجھے دودھ پلایا تو میں نے کہا مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے حال بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ وہ تیرا چچا ہے تیرے یہاں آویگا

ف - یعنی بغیر پردہ کے تو اسکے سامنے ہو سکتی ہے (عینی الہدایہ ص ۱۳۰ ج ۲ کتاب الرضاع ہدایہ اولین ص ۳۴۱ حاشیہ ۵)

والمتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا تکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک (فتاوی عالمگیری ص ۳۴۱ ج ۲ فصل فی النکاح الفاسد)

صورت مسئولہ میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منہ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ خلافا لھما بناءً علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ باطل عندھما کذا فی الظہیریۃ - یعنی ایک مسلمان شخص نے اپنے محارم میں سے کسی سے نکاح کرلیا پھر اس سے اولاد پیدا ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ثابت نہ ہوگا، اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۳۶ ج ۱ کتاب الطلاق باب ۱۵ فی ثبوت النسب)

ہدایہ اولین میں ہے۔ واذا فرق القاضی بین الزوجین فی النکاح الفاسد قبل الدخول (الی قولہ) وعلیھا العدۃ وبعد ابتداؤھا من وقت التفریق لا من آخر الوطیات. ویثبت نسب ولدھا لان النسب یحتاط فی اثباتہ احیاءً للولد فیترتب علی الثابت من وجہ (ہدایہ اولین ص ۳۱۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

بیوی سے کبھی صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے؟ اور قسم کا کفارہ

سوال (۱۹۲۳) ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا اور انگوٹھی و گجراتی میں قسم نامہ لکھ کر اپنی بیوی کو دیا اس بات کو ایک سال کا عرصہ ہوگیا ہے

اور اس درمیان وہ شخص اپنی بیوی سے بالکل الگ رہا ہے تو اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا عورت پر کوئی طلاق ہو گی؟ اور اس پر عدت لازم ہو گی؟ اگر وہ شخص اس درمیان صحبت کر لیتا تو کیا حکم ہوتا؟ جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔ (از افریقہ)

الجواب :- شوہر نے یہ قسم کھائی کہ میں کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا اور اس کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے، اور اس درمیان دونوں بالکل الگ رہے ہیں تو قسم کھانے کے وقت سے چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور اسی وقت سے اس کی عدت شروع ہو گئی، اگر وہ دونوں باہم نکاح کرنے پر راضی ہوں تو نکاح ہو سکتا ہے، عدت پوری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اور اگر اس شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونا ضروری ہے، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح صحیح نہ ہو گا۔

عورت سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں، ایلاء کے تحقق کے لئے یہ ضروری ہے کہ چار مہینے یا اس سے زیادہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے، اگر چار مہینے سے کم مدت صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے تو ایلاء کا تحقق نہ ہو گا لیکن صحبت کرنے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑیگا جب ایلاء کا تحقق ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت :- چار مہینے تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ گذرنے سے پہلے صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے گا تو چار ماہ بعد ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اس کے بعد اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرنا ہو گا، نکاح

کرنے کے بعد اگر اس سے صحبت نہ کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی (اسلئے کہ قسم صرف چار ماہ صحبت نہ کرنے کی کھائی ہے، اس کو ایلاء مؤقت کہتے ہیں)

دوسری صورت یہ ہے کہ ہمیشہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے، یعنی یوں کہا کہ خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے) تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو ۴ ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائن پڑجائے گی اسکے بعد اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا (اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضامند نہ ہوں تو عدت پوری ہونے کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے) اگر دونوں نے باہمی رضامندی سے نکاح کرلیا، نکاح کے بعد اگر صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا (اسلئے کہ قسم علیٰ حالہٖ باقی ہے) اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کریگا تو چار ماہ گذرنے پر دوسری طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اور حسب سابق ساتھ رہنا ہو تو نکاح کرنا ہوگا، اگر پھر اسی سے نکاح کرلیا اگر صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جانے کی بنا پر کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے گا تو چار ماہ گذرنے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی، اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے نکاح نہ ہو سکے گا، شرعی حلالہ کے بعد اگر اس سے نکاح کرے تو اب صحبت نہ کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی. ہاں قسم باقی ہے لہذا جب بھی صحبت کرے گا تو حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ دینا ہوگا (شرعی حلالہ کا طریقہ فتاویٰ رحیمیہ $\frac{۳۳۲}{۵ج}$ پر ہے) (اس دوسری صورت کو ایلاء مؤبد کہتے ہیں)

ہدایہ اولین میں ہے واذا قال الرجل لامرأتہ واللہ لا اقربک او قال لا اقربک اربعۃ اشہر فھو مولٍ لقولہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر فان وطیہا فی الاربعۃ الاشہر حنث فی یمینہ

ولزمته الكفارة لان الكفارة موجب الحنث وسقط الايلاء لان اليمين ترتفع بالحنث وان لم يقربها حتى مضت اربعة اشهر بانت منه بتطليقة — الى قوله — فان كان حلف على اربعة اشهر فقد سقطت اليمين لانها كانت موقتة به وان كان حلف على الابد فاليمين باقية — الى قوله — فان عاد فتزوجها عاد الايلاء فان وطيها (فيها) والا وقعت بمضي اربعة اشهر تطليقة اخرى — الى قوله — فان تزوجها ثالثًا عاد الايلاء ووقعت بمضي اربعة اشهر اخرى ان لم يقربها لما بينا فان تزوجها بعد زوج اخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق. واليمين باقية لاطلاقها وعدم الحنث فان وطيها كفر عن يمينه لوجود الحنث، فان حلف على اقل من اربعة اشهر لم يكن موليًا لقول ابن عباس رضي الله عنه لا ايلاء فيما دون اربعة اشهر۔

(هدايه اولين ج۲ ص۳۸۲ باب الايلاء)

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح وشام کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر گیہوں یا اس کی قیمت دیدے یا ہر مسکین کو ایک ایک جوڑا کپڑا پہنائے، اور اگر ان میں سے کسی چیز کی طاقت نہ ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ ہدایہ اولین میں ہے: كفارة اليمين عتق رقبة يجزئ فيها ما يجزئ في الظهار وان شاء كسا عشرة مساكين كل واحد ثوبا فما زاد وادناه ما يجوز فيه الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساكين — الى قوله — فان لم يقدر على احد الاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات. (هدايه اولين ص[illegible] كتاب الايمان، فصل في الكفارة) فقط والله اعلم بالصواب۔

سوال (۱۳۴۲) قسم کا کفارہ صرف ایک مسکین کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ | قسم کے کفارہ میں گیہوں

یا اس کی قیمت دس مسکینوں کے بجائے ایک ہی مسکین کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ایک شخص کو ایک ہی دن میں پورا کفارہ دینا صحیح نہیں ہے ہاں ایک مسکین کو دس دن تک صدقۂ فطر کے برابر گیہوں یا اس کی قیمت دیتا رہے یا ایک ہی مسکین کو صبح و شام دس دن تک کھلاتا رہے تو یہ صحیح ہے کفارہ ادا ہو جائے گا، شامی میں ہے (قوله عشرة مساكين) اى تحقيقاً او تقديراً حتى لو اعطى مسكيناً واحداً فى عشرة ايام كل يوم نصف صاع يجوز و لو اعطاه فى يوم واحد بدفعات فى عشر ساعات قيل يجزئ وقيل لا وهو الصحيح لأنه انما جاز اعطاؤه فى اليوم الثانى تنزيلاً له منزلة مسكين آخر لتجدد الحاجة من حاشية السيد ابى السعود (شامى ص ۸۲ ج ۳ مطلب كفارة اليمين) فقط والله اعلم بالصواب۔

مکڑی مارنا اور اس کے جالے صاف کرنا ، چھپکلی مارنا

سوال (۱۴۲۵) کہتے ہیں کہ مکڑی کو نہیں مارنا چاہیے، کیونکہ اس نے غار ثور پر جالا تن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی، گاہے گاہے گھر میں ان کی وجہ سے بہت جالے ہو جاتے ہیں جسے نحوست کہتے ہیں، تو شرعاً ان کے مارنے کی اجازت ہے ؟ اسی طرح چھپکلی کے مارنے کے متعلق کچھ ممانعت ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

الجواب :۔ مکڑی کی مختلف قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زمین میں گھر بناتی ہے وہ موذی ہے، اس کو مارنے کی اجازت ہے، روح المعانی میں ہے النوع الآخر الذی یحفر بیته فی الارض ویخرج فی اللیل کسائر الهوام وهی علی ما ذکره غیر واحد من ذوات السموم فیسن قتلها (روح المعانی ص ۱۶۲ ج ۲۰)

سورۂ عنکبوت) اور جو گھروں میں جالا تنتی ہے وہ موذی جانور نہیں ہے، بلا ضرورت اسے تکلیف پہنچانے اور مارنے سے، خصوصاً جبکہ مذکورہ واقعہ مشہور ہے، احتراز کرنا چاہئے۔ روح المعانی میں ہے وقیل لایسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال. قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن ذکر هذا الخبر جلال الدین السیوطی فی الدر المنثور والله اعلم بصحته وکونه مما یصلح للاحتجاج به (روح المعانی ۱۶۱/۲۰ سورۂ عنکبوت)

یعنی مکڑی کو مارنا نہ چاہئے، خطیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو مکڑیوں نے جمع ہو کر فوراً جالا بن دیا اس لئے تم ان کو قتل مت کرو۔

گھر میں اگر مکڑی کے جالے ہو گئے ہوں تو صاف کر سکتے ہیں، وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت، لما اسند الثعلبی وابن عطیة وغیرهما عن علی کرم الله وجهه انه قال طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم الله وجهه فذاك والا فحسن الازالة لما فیها من النظافة ولا شك بندبها- یعنی- ثعلبی اور ابن عطیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے، مکڑی کے جالوں سے اپنے گھروں کو صاف رکھا کرو کیونکہ اس کے چھوڑ دینے سے فقر پیدا ہوتا ہے، اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس اثر کا ثبوت ہو تو یہی دلیل ہے، ورنہ جالے صاف کرنا مستحب تو ہے اس لئے کہ اس میں نظافت ہے (روح المعانی ۱۶۱/۲۰)

چھپکلی موذی جانور ہے گھر میں وہ کھانے پینے کی چیزوں میں اپنے منھ کا لعاب ڈالدیتی ہے تو اس میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور اسکے کھانے سے

طبیعت پر بہت برا اثر پڑتا ہے، ہمارے علم میں ایسے واقعات ہیں کہ ایسا کھانا کھانے کی وجہ سے پورے گھر والوں کو ایک دم ہسپتال جانا پڑا۔ اور حدیث میں وزغ کو مارنے کا حکم ہے (مسلم شریف ص ۲۳۵ ج ۲ باب فی قتل الوزغ) (ترمذی شریف ص ۱۷۹ ج ۱ باب فی قتل الوزغ) وَزَغٌ وَزَغَۃٌ کی جمع ہے اور وَزَغ کا مصداق جس طرح گرگٹ ہے اسی طرح چھپکلی بھی ہے، مصباح اللغات اور المنجد اردو میں تو وَزَغَۃٌ کا ترجمہ چھپکلی کیا گیا ہے، چنانچہ مصباح اللغات میں ہے

اَلْوَزَغَۃُ چھپکلی ج وَزَغٌ وِزَاغٌ وَاَوْزَاغٌ وِزْغَانٌ (مصباح اللغات)

المنجد مترجم اردو میں ہے۔

اَلْوَزَغَۃُ: چھپکلی ج وَزَغٌ وَوِزَاغٌ وَاَوْزَاغٌ وَوِزْغَانٌ (المنجد)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوجوان لڑکیوں کا کار ڈرائیونگ سیکھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۹۳۶) نوجوان لڑکیوں کا کار ڈرائیونگ سیکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نوجوان لڑکیوں کا ڈرائیونگ سیکھنا فی نفسہ مباح ہے مگر سخت ناپسندیدہ ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ بے پردگی اور نامحرم مردوں سے اختلاط اور ان سے سیکھنا نہ پڑتا ہو مگر یہ ناممکن سا ہی ہے کیونکہ ان مراحل کو طے کئے بغیر لائسنس ملنا مشکل ہے، لائسنس کے حصول کیلئے نامحرم مرد سے سیکھنا اس کے پہلو میں بیٹھنا اور اس سے بات چیت کرنیکا موقع یقیناً آئیگا، بے پردگی گویا لازمی ہے، اور اسکے علاوہ بہت سے مفاسد ہیں، لہٰذا عورتوں کو اس سے محفوظ ہی رکھا جائے، قرآنی ہدایت تو یہ ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو

اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق علانیہ نہ پھرتی رہو (قرآن مجید پارہ ۲۲ رکوع ۱ سورۂ احزاب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرمت مصاہرت کی ایک مشتبہ صورت

سوال (۱۹۲۷) انگلینڈ میں ایک لڑکی رہتی ہے اور اس کی بیوہ والدہ یہاں ہندوستان میں تنہا رہتی ہے، اس لڑکی کے ساتھ یہاں کے ایک لڑکے کا رشتہ طے ہوا ہے اور اب وہ اس لڑکی سے شادی کرنے کے لئے انگلینڈ جانے کی تیاری کر رہا ہے اس درمیان لڑکی کے سرپرستوں کو کئی خطوط بغیر نام کے موصول ہوئے ان سب کا مضمون یہ ہے کہ جس لڑکے کا رشتہ طے ہوا ہے اس لڑکے کا اس لڑکی کی والدہ کے ساتھ غلط تعلقات ہیں، لہٰذا یہ نکاح نہیں ہو سکتا، وہ لڑکی اس لڑکے پر حرام ہے، لڑکی کے سرپرستوں نے اس بات کی تحقیق کے لئے یہاں ایک شخص پر خط لکھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے، ہاں یہ محقق ہے کہ اس لڑکے کے مدت سے اس عورت کے ساتھ تعلقات ہیں، وہ اس عورت کے گھر (جو تنہا رہتی ہے) بکثرت آمد و رفت رکھتا ہے، وہاں کھاتا پیتا بھی ہے اور گاہے سوتا بھی ہے، دونوں میں بے تکلفی بہت ہے، عورت جو کہتی ہے، لڑکا اس کے موافق کام کرتا ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے لوگوں کو اس پر شبہ ہے اور یہ بات مشہور بھی ہو گئی ہے۔ لڑکا قسم کھا کر کہتا ہے کہ کبھی بھی میں نے اس عورت سے غلط حرکت نہیں کی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا ان خطوط کی بنا پر اس نکاح کو حرام کہا جا سکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ بے شک بغیر نام کے خطوط شرعی شہادت نہیں ہیں، لہٰذا محض ان خطوط کی بنا پر حرمت ثابت نہیں ہو سکتی اور اس سے نکاح کو ناجائز اور

حرام نہیں کہا جاسکتا۔

لیکن جب حقیقت یہ ہے کہ عورت یہاں تنہا رہتی ہے اور لڑکا اسکے یہاں مدت سے آمد و رفت رکھتا ہے، کھاتا پیتا بھی ہے اور کبھی کبھی سوتا بھی ہے اور تمام کام عورت کے کہنے کے موافق کرتا ہے ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کا جو شبہ اور وہم ہے اس کو بلا دلیل نہیں کہا جاسکتا، ان قرائن کی بنا پر اس کو صحیح سمجھا جاسکتا ہے بالکل نظر انداز نہیں کرسکتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واجب الاذعان ہے لایخلون رجلٌ بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی۔ یعنی جب کوئی شخص کسی عورت سے خلوت میں ملتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے (وہ دونوں کو گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے پوری کوشش کرنے لگتا ہے) (مشکوٰۃ شریف ص۲۶۹ کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ)

دوسری حدیث میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورتوں کے پاس مت جاؤ جن کے محرم ان کے ساتھ نہ ہوں، کیونکہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص۲۶۹)

حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف صحبت اور ہمبستری پر منحصر نہیں ہے بلکہ حالت شہوت میں بلا حائل ایک دوسرے کے بدن کو مس کرنے، چومنے، بوسہ لینے، اور شرمگاہ کو دیکھنے سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، یہ افعال قصداً ہوں یا نسیاناً۔ راضی خوشی سے ہوں یا کسی کے مجبور کرنے سے (در مختار ص۳۸۲-۳۸۷ ج۲)

لہذا لوگوں میں جو باتیں مشہور ہوگئی ہیں ان کو بالکل نظر انداز کرکے نکاح کرا دینا

کرانا تقویٰ اور احتیاط کے خلاف ہوگا اور اس میں بدنامی بھی ہے جس سے بچنا ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتقوا مواضع التہمۃ تہمت کی جگہوں سے بچو، ہر غیر محرم سے پردہ کتنا ضروری ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے ،

حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی جوان کے والد زمعہ کی باندی کے بطن سے تھے، غالباً اس بنا پر ان سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا کہ ان کے متعلق عتبہ کا یہ دعویٰ کہ وہ میرے نطفہ سے ہے اور وہ لڑکا عتبہ کے مشابہ تھا۔ اگرچہ شرعی قانون " الولد للفراش و للعاہر الحجر " کی بنا پر عتبہ کا لڑکا ہونے کا دعویٰ رد کر دیا گیا تھا اور زمعہ کا (جو حضرت سودہؓ کے والد ہیں) بیٹا قرار دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے فرمایا " احتجبی منہ " اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس سے پردہ کیا اور مرتے دم تک اس لڑکے نے اپنی بہن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا فمارآہا حتی لقی اللہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان۔ الفصل الاول)

غور کیجئے! شریعت میں پردہ کا کتنا سخت حکم ہے، شریعت کی اس ہدایت کو بالائے طاق رکھ کر تنہائی میں غیر محرم عورت کے ساتھ ملنے، بات چیت کرنے، کھانے پینے اور سونے کو کس طرح صحیح کہا جا سکتا ہے؟ اور لوگوں کو ان پا توں کی وجہ سے شبہ ہو تو کس طرح اس کو بلا دلیل کہا جا سکتا ہے؟ اس لئے بہتر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح کسی اور سے کر دیا جائے، اسی میں احتیاط اور تقویٰ ہے بدنامی سے حفاظت رہے گی۔

مزید وضاحت کے طور پر مندرجہ ذیل واقعہ غور سے پڑھیے

حدیث میں ہے۔ عقبہؓ نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا تھا ایک عورت نے

اگر بیان کیا " میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے " اور جس عورت سے عقبہ نے نکاح کیا ہے اس کو بھی دودھ پلایا ہے، عقبہ نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہے اور نہ اس سے قبل تو نے کبھی اس کا تذکرہ کیا ہے پھر ابواہاب کے خاندان والوں سے اس کی تحقیق کی ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم بھی نہیں جانتے کہ اس عورت نے تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے، تب عقبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ گئے اور یہ مسئلہ پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، " کیف وقد قیل " جبکہ یہ بات کہی جا رہی ہے (کہ تو اس کا رضاعی بھائی ہے) تو اب وہ تیرے نکاح میں کیونکر رہ سکتی ہے؟ ففارقہا ونکحت زوجاً غیرہ" اسکے بعد عقبہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کرلیا۔ (بخاری شریف ص۳۶۴ ج۱، ص۴۷۵ ج۲ باب شہادۃ المرضعۃ) (مشکوٰۃ شریف ص۲۷۳-۲۷۴ باب المحرمات)

ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی لیکن تقویٰ، احتیاط اور بدنامی کے خیال سے تفریق کو پسند کیا گیا۔ التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ قولہ کیف وقد قیل ای کیف تباشرھا وتفضی الیہا والحال انہ قد قیل انک اخوھا من الرضاعۃ وذلک بعید من ذوی المروۃ والورع وفیہ ان الواجب علی المرء ان یجتنب مواقف التہم والریبۃ وان کان بری الساحۃ — الی قولہ — قال القاضی ھذا محمول عند الاکثرین علی الاخذ بالاحتیاط والحث علی التورع عن مظان الشبہ لا الحکم بثبوت الرضاع وفساد النکاح بمجرد شہادۃ المرضعۃ (کذا فی شرح الطیبی) وفی فتاویٰ قاضی خان رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ او امرأۃ انہما ارتضعا من امرأۃ واحدۃ قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ

فیطلقها و یعطیها نصف المهران لم یدخل بها ولا تثبت الحرمة بخبر الواحد عند نا ما لم یشهد به رجلان او رجل وامرأتان وقال لتورلیشتی وجه ذلك عند اکثر العلماء ان قوله کیف وقد قیل حث علی التورع لمکان الشبهة۔

(التعلیق الصبیح ص ۳۰ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

استاذ کی جگہ پر بیٹھنا

سوال (۱۹۲۸) استاد کی عدم موجودگی میں ان کی جائے نشست پر بیٹھنے میں کوئی قباحت ہے؟ معتبر حوالہ سے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شاگرد کیلئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ استاد کی جگہ پر بیٹھے چاہے استاد موجود نہ ہوں، ادب واحترام کے خلاف ہے۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے ولا یجلس مکانه ان غاب عنه (ج ۴ ص ۳۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیبل کرسی پر اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانا

سوال (۱۹۲۹) ٹیبل کرسی پر اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ الگ الگ پلیٹوں میں کھانے سے کھانا ضائع اور برباد نہیں ہوتا، اور ایک ساتھ بڑے خوانچے میں یا بڑی پلیٹ میں کھانے سے جو کھانا بچتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زمین پر دسترخوان بچھا کر بیٹھ کر کھانا سنت ہے، ٹیبل کرسی پر کھانے کا طریقہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، یہ طریقہ متکبروں اور فیشن پرستوں کا ہے لہٰذا قابل ترک ہے۔ مالابد منہ میں ہے: تشبہ رانشبہ بکفار و فساق حرام است۔ مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالابد منہ ص ۱۳۱)

اسی طرح ایک ساتھ مل کر ایک برتن میں کھانا بھی مسنون اور باعث برکت ہے الگ الگ پلیٹوں میں کھانا اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ غیر قوم کا طریقہ ہے کہ وہ دعوتوں اور گھروں میں ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں مگر سب کی پلیٹیں الگ الگ ہوتی ہیں اگر مسلمان بھی یہی طریقہ اختیار کریں تو پھر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی؟ نیز یہ توہم پرستوں کا طریقہ ہے جو امراض کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، حدیث میں ہے عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب ساتھ مل کر کھاؤ الگ الگ مت کھاؤ، ساتھ مل کر کھانے میں برکت ہے (مشکوۃ شریف ص۳۷۰ باب الضیافۃ)

دوسری حدیث میں ہے:۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا:۔ انا نأکل ولا نشبع "ہم کھاتے ہیں لیکن شکم سیری نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فلعلکم تفترقون" شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، قالوا نعم صحابہ نے کہا جی ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللّٰہ یبارک لکم فیہ، رواہ ابوداؤد سب ایک ساتھ مل کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ تمہارے کھانے میں برکت ہوگی (ابوداؤد شریف ص۱۷۱ ج۲ باب فی الاجتماع علی الطعام) (مشکوۃ شریف ص۳۶۹ باب الضیافۃ) (حصن حصین ص۱۰۱ منزل نمبر۳)

نیز حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس میں سب ایک ساتھ مل کر کھاتے تھے، عن عبد اللّٰہ بن بسرؓ قال کان للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قصعۃ یحملھا اربعۃ رجال یقال لھا

الغراء فلما اضحوا وسجدوا الضحی اُتی بتلک وقد ثرد فیہا فالتفوا علیہا (ای اجتمعوا حولہا) الخ (مشکوٰۃ شریف ص۳۶۸ باب الضیافۃ) (جمع الفوائد)

نیز حدیث میں ہے ، خدا کا پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں بہت سے ہاتھ ہوں (جمع الفوائد جلد اول)

یہ ہے اسلامی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مبارک طریقہ اس مبارک طریقہ کو چھوڑ کر متکبروں اور غیر قوموں کے طریقہ کو اختیار کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے ۔؟

رہا یہ سوال کہ ساتھ کھانے میں کھانا برباد ہوتا ہے تو یہ درحقیقت ایک شیطانی وسوسہ ہے ، اگر کھانے والوں کی تعداد کے مطابق کھانا نکالا جائے اور ضرورت پڑنے پر دوسرا کھانا لیا جائے تو کھانا کسی طرح ضائع نہ ہوگا ، اور اگر اس کے باوجود بھی کھانا بچ جائے تو اس میں کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ، مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے ، لہٰذا اس کھانے کو ضائع نہ کیا جائے

آیت قرآنی لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا (یعنی تم پر یہ بھی) تمہیر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ) (پارہ ۱۸ سورۂ نور) سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا کھاؤ دونوں جائز ہیں کسی میں کچھ حرج اور گناہ نہیں تو پھر ساتھ مل کر کھانے پر اتنا اصرار کیوں ہے ؟ تو جواب یہ ہے کہ آیت میں نفس جواز کو بیان کیا گیا ہے کہ دونوں طرح کھانا جائز ہے ، ساتھ مل کر کھاؤ یہ بھی جائز ہے اور کسی وقت تنہا کھانے کا اتفاق ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے ، اس میں گناہ نہیں ہے مگر ان دونوں میں افضل طریقہ یہ ہے کہ سب ساتھ مل کر کھائیں اس میں برکت ہے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے ، اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض حضرات

رضی اللہ عنہم اجمعین کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب تک ان کے ساتھ کوئی مہمان نہ ہو تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ مہمان کی موجودگی میں مہمان ہی کے ساتھ کھانے کو ضروری سمجھتے تھے تو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا سب جائز ہے، اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوائد عثمانی میں ہے (تنبیہ) آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا، بعض حضرات کو دیکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے، معلوم ہوا یہ غلو ہے، البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے، کما ورد فی الحدیث (سورۂ نور پارہ ۱۸ رکوع ۱۳)

معارف القرآن ادریسی میں ہے: نیز بعض انصار پر جود وکرم کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ لوگ بے مہمان کے تنہا کھانا گوارہ نہیں کرتے تھے اور اپنی جان پر مشقت گوارہ کرتے تھے اور مہمان کا انتظار کرتے تھے، ان کے بارہ میں آئندہ آیت اتری، تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ایک جگہ جمع ہو کر اور مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ، اور اکیلے اکیلے کھاؤ، اور دل میں یہ خیال نہ کرو کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ، اکیلے اکیلے کھانا بھی جائز ہے مگر مل کر کھانے میں برکت زیادہ ہے (معارف القرآن ادریسی ص ۲۴۲/۱۸۲، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی ص ۲۱۱/۱۸۲ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند۔ اور تفسیر مواہب الرحمن ص ۲۴۲، ص ۲۴۷/۱۸۲ پارہ ۱۸۔ و تفسیر روح البیان ۱۸۱/۶ ص ۱۸۲/۱۸)

تنہا کھانے کا رواج آجکل عام ہوتا جا رہا ہے، غیر اقوام اور فیشن پرستوں نے اسے اپنایا ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے خصوصاً اہل علم حضرات کو۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مہما صارت السنۃ شعاراً لاھل البدعۃ قلنا بترکھا خوفاً من التشبہ

بلاعذر۔ یعنی جب کوئی سنت مبتدعین کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم اس میں ان کے مشابہ بن جانے کے خوف سے اس کے بھی ترک کا فتوی دیں گے (احیاء العلوم ج۲ ص۲۷ بحوالہ التشبہ فی الاسلام ص۱۹۲ ج۱) اللہ تعالیٰ سنت کی عظمت اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دینی تعلیم کے وقت سلام کرنا

سوال (۱۹۳۰) مسجد میں تعلیم ہو رہی ہے یا مدرسہ میں یا درس ہو رہا ہے تو ایسے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں سلام نہ کرنا چاہئے مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص سلام کرے تو صحیح قول یہ ہے کہ جواب نہ دے، فتاوی عالمگیری میں ہے یکرہ السلام عند قراءۃ القرآن جھرًا وکذا عند مذاکرۃ العلم وعند الاذان والاقامۃ والصحیح انہ لایرد فی ھذہ المواضع ایضا کذا فی الغیاثیۃ۔ یعنی کوئی شخص جہراً قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو اس وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح علمی مذاکرہ کے وقت اور اذان واقامت کے وقت، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان مواقع میں جواب بھی نہ دے۔ (فتاوی عالمگیری ص۳۲۵ ج۵ کتاب الکراہیۃ باب ۷) فقط واللہ اعلم بالصواب)

رضاخانی علماء کی کفر سازی کا نمونہ

سوال (۱۹۳۱) ہمارے یہاں بریلوی مکتب فکر کے کچھ لوگ ہیں اور وہ لوگ گاہے گاہے اپنے علماء کو بلاتے ہیں، ان کے علماء اپنی تقریروں میں علماء دیوبند کو بہت برا بھلا کہتے ہیں، بعض مرتبہ تو کافر و مرتد تک کہہ دیتے ہیں، ان کی تقاریر کی وجہ سے ہمارے یہاں بہت انتشار ہو رہا ہے، ہم کیا کریں؟ امید ہے کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

الجواب :- بریلوی مکتب فکر کے بانی مولوی احمد رضا خاں اور ان کے ہمنواؤں کی کفر سازی صرف علماء دیوبند تک محدود نہیں ہے، فاضل بریلوی احمد رضا خاں اور ان کے حواریین و متبعین کا سوائے اپنے معدودے چند معتقدین کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور مرتد قرار دینا ایک ایسی بیّن حقیقت ہے کہ جس کا کوئی صاحب بصیرت شخص اور ان کی کتابوں اور فتاوی سے واقف کار انسان انکار نہیں کر سکتا، فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خاں بہت تیز مزاج اور شدت پسند طبیعت رکھتے تھے، ان کا جب بھی اپنے کسی ہمعصر سے ٹکراؤ ہوا (چاہے وہ ان کا ہمنوا اور ان کا ہم مشرب ہو) تو وہ ان کے کلام کو غلط معنی پہنا کر تکفیر مسلمین کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر محض اپنی من گھڑت اور ایجاد کردہ تشریح کی بنا پر کفر کا فتوی لگا دیتے تھے اور فتوی کفر بھی ایسا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور مرتد، معاذ اللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون، بات بات پر بریلوی حضرات کے تکفیری فتووں کو دیکھ کر مرحوم مولانا ظفر علی خان (متوفی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء) فرماتے ہیں۔

جب سے بھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے اس کا انعکاس وانعطاف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند
ہے وہ کافر جس کو ہوا ان سے ذرا بھی اختلاف
(مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۱۰۱ مطبوعہ پاکستان)

آج اسی طریقہ پر ان کے اخلاف گامزن ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان کا محبوب مشغلہ ہی تفریق مسلمانان و تکفیر علماء و بزرگان دین و مومنین ہے
فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی کفر سازی کی ایک مختصر فہرست ان کی

کتابوں کے حوالوں سے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، اسے غور سے پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر سازی کس قدر حدود کو تجاوز کئے ہوئے ہے، اور پھر فیصلہ کیجئے کہ دنیا میں کتنے مسلمان باقی رہے اور خود آپ بھی ان کے فتاوی کی رو سے مسلمان رہے یا نہیں؟

علماء رضاخانی کی کفر سازی انہیں کے الفاظ میں

(۱) مرتد گنگوہی (تجانب اہل السنہ عن اہل الفتنہ ص۲۱۹ مصنفہ ابو الطاہر عبید البرکات محمد طیب صدیقی قادری برکاتی داناپوری؛ اس کتاب پر مولوی حشمت علی اور بریلوی علماء کبار کے تصدیقی دستخط ہیں)

(۲) مرتد تھانوی (تجانب اہل السنہ ص۲۳۶)

(۳) مرتد نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند (تجانب اہل السنہ ص۱۴۳)

(۴) مرتد دیوبندی محمود حسن (شیخ الہند) (استر باادب ص۵۶ مصنفہ مولوی حشمت علی)

(۵) مرتد خلیل احمد انبیٹھوی (مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی) (تجانب اہل السنہ ص[illegible])

(۶) مرتد حسین احمد مدنی (مجلّہ ذوالفقار ص۲۹ مصنفہ مولوی حشمت علی)

(۷) مرتد شبیر احمد دیوبندی (استر باادب ص۵۶)

(۸) مرتد عبدالشکور ایڈیٹر النجم (تجانب ص[illegible])

(۹) مرتد ابو الکلام (تجانب ص[illegible])

(۱۰) مرتد عبد الماجد دریابادی (تجانب ص۱۳۷)

(۱۱) مرتد حسن نظامی (تجانب ص[illegible])

(۱۲) مرتد ثناء اللہ امرتسری (تجانب ص[illegible])

(۱۳) مرتد مرتضیٰ حسن دربھنگی (تجانب ص۲۳۶)
(۱۴) مرتد محمد علی ایم، اے (تجانب ص۲۲۵)
(۱۵) مرتد عنایت اللہ (تجانب ص۱۷۶)
(۱۶) مرتد قائد اعظم (تجانب ص۱۱۹) (استر باادب ص۱۱۰)
(۱۷) ابن سعود مرتد (استر باادب ص۳۳)
(۱۸) مرتد خسر احمد تھانوی (استر باادب ص۱۰۱)
(۱۹) منظور الدین کا کفر واضح (مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری ص۵ مصنفہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی)

(۲۰) غیر مقلدوں کا پیشوا ابراہیم سیالکوٹی (استر باادب ص۳۰)
(۲۱) مرتد اکفر سر سید احمد خاں (تجانب ص۵۸)

" ہر سوال جو شخص نیچر پیر نیچر (یعنی سر سید احمد خاں) کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک بھی کفر قطعی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابد ہے "

(تجانب اہل السنہ ص۸۶)

سر سید احمد کے مشیروں کے متعلق لکھا ہے۔

" جس طرح بیدین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور ہمنشین زندیقیت تھے جن کے نام یہ ہیں۔ نواب محسن الملک مہدی علی خاں، نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں، نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین، مولوی الطاف حسین

حالی، شمس العلماء مولوی ذکار اللہ، مولوی مہدی حسن، سید محمود خان، شبلی نعمانی اعظم گڑھی، ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔

مسٹر جناح کے متعلق لکھا ہے۔

" بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شرالانام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنتِ عزیز دعلام۔ (تجانب اہل السنہ ص۱۲۲)

احراریوں کے متعلق لکھا ہے۔

" فرقہ احرار اشرار بھی فرقۂ نیچریہ کی ایک شاخ ہے اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے مکلبین ہیں، ملکی شیخ جی امام الخوارج مبلغ وہابیہ ایڈیٹر انجم عبدالشکور کاکوروی۔ صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیا باشی، شبیر احمد دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، نائی غنی الاسلام کفایت اللہ شاہجہاں پوری، عبدالغفار سرحدی گاندھی، اس فرقہ کا سرغنہ مسٹر ابوالکلام آزاد ہے، جو امام الاحرار کہلاتا ہے۔" (تجانب ص۱۲۶) اور ص۱۲۸ پر لکھا ہے۔

" بہر حال جو شخص احراریوں کے ان ناپاک اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کے قائلین کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت قطعی کافر مرتد ہے۔ (تجانب اہل السنہ ص۱۲۸)

خواجہ حسن نظامی کے متعلق لکھا ہے۔

" خواجگی کے دعویدار کفر کی تبلیغ کے ٹھیکیدار، اسلام کی مخالفت کے علمبردار کرشن کنہیا کے امتی مسٹر جٹا دھاری خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ (تجانب ص۱۳۰)

مولوی حشمت علی نے اپنی کتاب "قہرالقہار علی اصول الکاندھویۃ الکفار" میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، اور مولانا عبدالباری لکھنوی کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"قطعاً یقیناً گمراہ اور بددین بلکہ علی العموم کفار مرتدین"

اور اسی کتاب کے ص۶۳ ص۶۴ پر حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، سیٹھ چھوٹانی، مرحوم مسٹر محمد کھتری اور خلافت کمیٹی کے ممبروں کو تقریباً بیس وجوہات سے کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔

اور مولوی عبدالقدیر بدایونی، مولوی عبدالماجد بدایونی، مولوی آزاد سبحانی مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کو بھی "بددین" بنایا ہے۔

(ظفر الاسلام ص۱۲ ص۱۳ ص۱۵ حصہ دوم)

سب ہی کافر و مرتد۔ تمام کے تمام ایک صف میں

نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، رافضیوں، چکڑالویوں، قادیانیوں، گاندھویوں، صلح کلیوں، کانگریسیوں، لیگیوں خارجیوں، بابیوں، بہائیوں، احراریوں اور کفار اور مشرکین و مرتدین اور اسلام کے جملہ نئے اور پرانے مخالفین کی صحبت سے بچائیں

(فتاوی اہل السنن لہدم الفتن ص۱۲ مرتب، ناظم جماعت اہل سنت مارہرا)

"مرتدین دیوبندیہ، و ملحدین چکڑالویہ، و زنادقہ خاکساریہ، و بے دینان لیگیہ، وغیرہم کفار اشرار" (تجانب ص۲۸۰)

"لیگ مسلمانوں کو ملحد و بے دین بنانا چاہتی ہے"

(الجوابات السنیہ ص۲۱ مصنفہ مولوی حشمت علی)

" لیگ کا نمرودی آتشکدہ کتنے مسلمانوں کو بھسم کر چکا اور کتنوں کو خاکستر کر رہا ہے "۔ (اشک رواں ص ۹۳ ۔ مصنفہ محمد شریف الحق امجدی)

مندرجہ ذیل جماعتوں اور کمیٹیوں کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ ان کے بانی غدار اور نیچری ہیں :-

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۔ ندوۃ العلماء ۔ خلافت کمیٹی ، جمعیۃ علماء ہند ، خدام الحرمین ، مجلس احرار ، مسلم لیگ ، اتحاد کانفرنس مسلم آزاد کانفرنس ، نوجوان کانفرنس ، نازی فوج ، جمعیت تبلیغ الاسلام انبالہ ، سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور ، امارت شرعیہ بہار شریف ، وآل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اس مقصد کے لئے انھیں کفر نیا چہرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد ...... الی قولہ ...... گڑھی ہیں (تجانب اہل السنہ ص ۹)

بہت سے وہ مسلمان جو رضا خانی علماء کے معتقد اور ان کے محب ہیں ، انھیں اپنا دینی مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہیں ، وہ خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ وغیرہ کے قائدین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود بھی ان کمیٹیوں کے ممبر رہ چکے ہیں ، اب وہ اپنے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے ؟ کیا بریلوی علماء کے فتاویٰ کی رو سے تجدید ایمان و تجدید نکاح کریں گے ، اور آج تک جو نمازیں پڑھیں ، روزے رکھے زکوٰۃ دی ، قربانی کی ، حج کیا ، صدقہ خیرات کیا ، اور ان کے علاوہ جو اعمال صالحہ کئے ان کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے ؟ نکاح کیا ، اللہ نے اولاد عطا کی کیا اس نکاح اور اولاد کو حالت کفر پر مانیں گے ؟

پیارے مسلمانو ! غور کرو ، یہ رضا خانی علماء تمہارے ایمان کے محافظ ہیں یا تمہارے ایمان کے دشمن ؟ تم کو سنی مسلمان بنانا چاہتے ہیں یا کافر و مرتد ؟

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (م ۱۳۸۷ھ) پر احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور بریلویوں کے امام المحدثین مولوی دیدار علی صاحب (م ۱۳۵۴ھ) سابق خطیب مسجد وزیر خان، لاہور نے کفر کا فتویٰ لگایا اور اس میں ارشاد فرمایا۔

"لہٰذا جب تک ان کفریات سے تائب اشعار مذکور توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گنہگار رہیں گے"

(ذکر اقبال ص ۱۲۹، وسرگذشت اقبال ص ۱۹)

چونکہ مفتی مذکور ریاست "الور" کے رہنے والے تھے اس لئے علامہ اقبال مرحوم نے بعنوان "الور" مفتی مذکور کے خلاف درج ذیل چار اشعار تحریر فرمائے اور اس مفتی کو آدمیت سے عاری اور اسکی اس حرکت کو "گدھا پن" قرار دیا ؎

گر فلک در "الور" اندازد ترا	اے کہ می داری تمیز خوب وزشت
گویمت در مصرعۂ برجستہ	آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت
آدمیت در زمین او مجو	آسماں ایں دانہ در "الور" نہ کشت
کشت گر ز آب وہوا خر رستہ است	زانکہ خاکش را خرے آمد سرشت

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے اچھے اور برے کی تمیز رکھنے والے! اگر آسمان تجھے ریاست "الور" میں ڈال دے تو میں تجھے ایک برجستہ شعر میں نصیحت کرتا ہوں جسے لوحِ قلب پر نقش کر لینا چاہیئے، اور وہ یہ ہے کہ انسانیت اس سرزمین میں تلاش نہ کرنا کیونکہ آسمان نے یہ تخم اس سرزمین میں ڈالا ہی نہیں ہے، اور اگر ڈالا ہوگا تو اس کی آب وہوا کی تاثیر سے بجائے انسان پیدا ہونے کے اس سرزمین میں "گدھے" پیدا ہوئے ہیں"

(بحوالہ مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۲۵-۲۶ از جناب نواز احمد ایم کام۔ ناشر مجمع ارشاد المسلمین لاہور)

علامہ اقبال کے متعلق "تجانب اہل السنۃ" میں لکھا ہے۔

"اسی طرح فلسفی نیچریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی واردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈا کیا ہے (تجانب ص ۳۲۲)

مولانا ظفر علی خان صاحبؒ (م ۱۳۷۶ھ) پر احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے اور بریلویوں کے "مفتی اعظم ہند" جناب محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب نے کفر کا فتویٰ لگایا، جسے بریلویوں کے "مفتی اعظم پاکستان" جناب ابو البرکات صاحب (م ۱۳۹۸ھ) مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے کتابی صورت میں شائع کیا اور اس کا نام رکھا

"سیف الجبار علی کفر زمیندار معروف بہ "القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ"

گویا مولانا ظفر علی خاں صاحب کو کافر تو بنایا ہی تھا ساتھ ہی انھیں "گدھا" ہونے کا لقب بھی مرحمت فرمادیا، اسی فتویٰ کفر پر مولانا مرحوم ومغفور نے یہ رباعی کہی تھی۔

کوئی ٹرکی لے گیا اور کوئی ایران لے گیا کوئی دامن لے گیا کوئی گریباں لے گیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا وہ بھی ہم سے چھین کر احمد رضا خان لے گیا

(نگارستان: ص ۶۵ بحوالہ مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۱۲ مطبوعہ پاکستان)

مولانا حالی کی "مسدس" کے متعلق فیصلہ ہے۔

"مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسیوں کفر کے انبار اور ہزاروں ضلالات کے طومار (تجانب اہل السنۃ ص ۳۳۲)

یہ ہے رضا خانی علماء کی کفر سازی کا ایک نمونہ۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بھی بے شمار حضرات ہیں جو ان کے خنجر تکفیر کا نشانہ بن چکے ہیں۔ اس فہرست پر نظر ڈالئے، یہ تمام دیوبندی نہیں ہیں لیکن وہ

مولوی احمد رضا خان اور ان کے متبعین و ذریت کی نظر میں کافر و مرتد ہیں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو " مقدمہ الشہاب الثاقب مطبوعہ پاکستان از ص ۱۰۲ تا ص ۱۲۲ - اور تکفیری افسانے مصنفہ مولانا نور محمد ٹانڈوی رح -

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان پر استقامت عطا فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور ایمان کے لیٹروں سے محفوظ رکھے آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم - فقط واللہ اعلم بالصواب -

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دے تو مہر اور عدت لازم ہے یا نہیں؟

سوال (۱۹۳۲) دلہن رخصت ہو گئی اور دلہا کے ساتھ تنہائی اور خلوت صحیحہ بھی ہوئی مگر ہمبستری سے پہلے ہی کسی وجہ سے دلہانے طلاق دیدی تو مہر اور عدت لازم ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا -

الجواب :- جب خلوت صحیحہ (کامل خلوت) ہو گئی جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو پورا مہر واجب ہو گیا اور عدت بھی لازم ہوگی - فقط واللہ اعلم بالصواب

روزہ کا فدیہ کب دے سکتا ہے؟

سوال (۱۹۳۳) روزہ کا فدیہ کون ادا کرے ، بینوا توجروا

الجواب :- جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ، نہ فی الحال نہ آئندہ ، وہ فدیہ دے - فقط واللہ اعلم بالصواب -

مہر فاطمی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۱۹۳۴) مہر فاطمی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار کیا ہے؟ تولے کے اعتبار سے کتنے تولے ہوتے ہیں؟ اگر روپے مقرر کرنا چاہے تو کتنے روپے مقرر کرے؟ اسی طرح اگر بیرون ملک پونڈ ڈالر وغیرہ مقرر کرنا چاہے تو کتنے مقرر کرے؟ ایک سو ساڑھے ستائیس روپیوں کو مہر فاطمی سمجھا جاتا ہے

کیا یہ صحیح ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں، وہ چار سو مثقال چاندی تھی، ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا چار سو مثقال چاندی کی مقدار ایک سو پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے۔

مظاہر حق میں ہے " اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو مثقال چاندی کا ہے جس کے ڈیڑھ سو روپیہ (یعنی تولہ) ہوئے"۔ (مظاہر حق ج ۳ ص ۱۲۵ کتاب النکاح باب الصداق)

(اس زمانہ میں روپیہ چاندی کا ہوتا تھا اور اس کا وزن تقریباً ایک تولہ ہوتا تھا اس لئے ڈیڑھ سو روپیہ یعنی ڈیڑھ سو تولہ ہوا)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہم کا فتویٰ

سوال، حضرت فاطمہؓ کا مہر کتنا تھا جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں ؟

جواب :۔ ۴۰۰ مثقال جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے۔

(ماہنامہ نظام جولائی ۱۹۶۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۸۵ھ ص ۴۰ باب الاستفسار)

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں

" مہر فاطمی کی مقدار چار سو مثقال وارد ہے، مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے لہٰذا کل وزن ۱۵۰ تولہ ہوا، اور اتنی چاندی کی قیمت ہر وقت دیکھنی چاہئے "

(انوار الباری شرح صحیح بخاری اردو ج ۱۴ ص ۹۱)

حضرت مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں

" حضرت فاطمہؓ کا مہر ڈیڑھ سو تولہ چاندی تھی" (فضائل نکاح ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ تھوڑہ ضلع باندہ)

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت فاطمہؓ کے مہر کی صحیح مقدار:۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر۔ راجح یہ ہے کہ۔ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا تھا، جس کا وزن تقریباً ۱۵۰ تولہ ہوتے ہیں۔"

(موضوعاتی شرعی مسائل دین فطرت کی روشنی میں ص۴۲ مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ)

مہر فاطمی کی مقدار میں (تولہ کے اعتبار سے) دیگر اقوال بھی ہیں، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"اور مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم (کما فی عامۃ روایات الحدیث) اس کی مقدار تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ ہوتی ہے۔"

(اوزان شرعیہ ص۱۸ (جواہر الفقہ ص$\frac{422}{1}$)

اور آپ ہی کا دوسرا فتویٰ یہ ہے

"مہر فاطمی کی مقدار پانسو درہم ہے جس کا وزن رائج الوقت ایک سو ستائیس تولہ دس ماشہ ہوا۔"

(فتاوی دارالعلوم، امداد المفتین ص$\frac{201}{434}$ خیر الامور فی مقدار المہور) مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند

یہ تین اقوال ہیں ان میں سے جس پر عمل کرنا چاہے کرسکتا ہے مگر بہتر اور احتیاط اس میں ہے کہ ایک سو پچاس تولہ چاندی مہر مقرر کی جائے (اور آجکل کے نئے تول کے اعتبار سے ایک تولہ ۱۱ گرام ۶۶۴ ملی گرام کا ہوتا ہے تو ۱۵۰ تولہ کے تقریباً ۱۷۴۹ گرام ۶۰۰ ملی گرام ہوتے ہیں، کسر نہ دی کر کے ۱۷۵۰ گرام شمار کئے جائیں) اگر مہر میں ۱۵۰ تولہ چاندی (یا آج کے نئے تول کے اعتبار سے ۱۷۵۰ گرام چاندی)

مقرر کی جائے یہی بہتر ہے، اور اگر مہر میں روپے مقرر کرنا چاہے تو چونکہ چاندی کے دام بازار میں کم و بیش ہوتے رہتے ہیں لہذا جس روز مہر مقرر کی جائے اس روز بازار میں چاندی کے جو دام ہوں اس کا حساب کرکے ایک سو پچاس تولہ (یا ۱۷۵۰ گرام) چاندی کی جتنی قیمت ہو اتنے روپے مقرر کئے جائیں تا کہ ادا کرتے وقت اختلاف نہ ہو، ہر ملک کے سکہ کا یہی حکم ہے، پونڈ ہو یا ڈالر یا اور کوئی سکہ۔

(نوٹ: مہر میں اگر چاندی کا حساب کرکے روپے مقرر کئے ہیں تو فی الحال مہر ادا کرے یا بعد میں ادا کرے، چونکہ روپے متعین کردیئے ہیں لہذا جب بھی ادا کرے مقرر شدہ روپے ادا کرے اور اگر ۱۵۰ تولہ چاندی مقرر کی ہے تو جس وقت مہر ادا کرے اس وقت ۱۵۰ تولہ چاندی ادا کرے یا اس وقت چاندی کے جو دام ہوں اس کے حساب سے روپے ادا کرے۔)

ایک سو ساڑھے ستائیس روپیوں کو مہر فاطمی سمجھنا صحیح نہیں ہے، غالباً کسی زمانہ میں ۱۵۰ تولہ چاندی ایک سو ساڑھے ستائیس روپے میں آتی ہوگی، تو اس وقت ایک سو ساڑھے ستائیس روپے مہر فاطمی ہوگی، مگر آج کسی صورت میں نہیں

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تسبیحات فاطمی کے عدد کی تحقیق اور اس میں اضافہ کرنا

سوال (۱۹۳۵) تسبیحات فاطمی کی مقدار کیا ہے؟ کیا روایات سے مختلف اعداد ثابت ہیں؟ دوسری بات یہ کہ جو اعداد احادیث میں وارد ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ مستحق ہوگا، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ جو اعداد منقول ہیں ان کا لحاظ کیا جائے تب ہی باعث برکت ہے، دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تسبیحات فاطمی یہ ہیں، سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ

۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ۔ اور آخر میں ۱۰۰ کا عدد پورا کرنے کے لئے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔۔۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم شریف روایت ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سبّح اللہ فی دبر کل صلوٰۃ ثلٰثا وثلٰثین فتلک تسعۃ وتسعون وقال تمام المائۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر غفرت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۸۸ باب الذکر بعد الصلوٰۃ) یہی عدد مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔

اس کے علاوہ اور عدد بھی احادیث میں منقول ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسلم شریف روایت ہے۔ عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معقبات لا یخیب قائلھن او فاعلھن دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ثلٰث وثلٰثون تسبیحۃ وثلٰث وثلٰثون تحمیدۃ واربع وثلٰثون تکبیرۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۸۸)

مشکوٰۃ شریف میں ایک اور روایت بحوالہ بخاری شریف ہے وفی روایۃ للبخاری تسبحون فی دبر کل صلوٰۃ عشرًا وتحمدون عشرًا وتکبرون عشرًا بدل ثلٰثا وثلٰثین (مشکوٰۃ شریف ص۸۹)

اس کے علاوہ اور بھی اعداد منقول ہیں جن کو علامہ حافظ ابن حجرؒ نے ایک جگہ جمع فرمایا ہے چنانچہ التعلیق الصبیح میں ہے قال ابن حجر واعلم ان فی کل من تلک الکلمات الثلاث روایات مختلفۃ نذکر بعضھا ونذکر باقیھا۔ ورد التسبیح ثلٰثًا وثلٰثین وخمسًا وعشرین واحدیٰ عشرۃ وعشرۃ وثلٰثًا ومرۃ واحدۃ وسبعین ومائۃ وورد التحمید ثلٰثا وثلٰثین وخمسًا وعشرین واحدیٰ عشرۃ وعشرۃ ومائۃ وورد التھلیل عشرۃ وخمسًا وعشرین

ومائة (التعلیق الصبیح ص۲۲)

جو اعداد وارد ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھے تو اس میں برکت زیادہ ہے غفلت میں زیادہ پڑھ لے ابتداء سے زیادہ پڑھنے کی نیت نہ ہو تو انشاء اللہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اگر شروع ہی سے زیادہ پڑھنے کی نیت ہے تو ممکن ہے کہ جس مخصوص فضیلت کا وعدہ ہے وہ فضیلت حاصل نہ ہو، جیسے کسی دوا میں ایک خاص مقدار میں شکر ڈالا ہو اگر کوئی مقدار معینہ سے زیادہ شکر ڈالدے تو دوا کا جو مخصوص اثر اور فائدہ ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ التعلیق الصبیح میں ہے

قال بعض العلماء الاعداد الواردة فی الاذکار کالذکر عقب الصلوٰة اذا رتب علیها ثواب مخصوص فزاد الآتی بها علی العدد لا یحصل له ذلک الثواب المخصوص لاحتمال ان لتلک الاعداد حکمة وخاصیة تفوت بمجاوزة العدد ونظر فیه الحافظ العراقی بانه اتی بالقدر الذی رتب الثواب علی الاتیان به فحصل له ثواب فاذا زاد علیه من جنسه کیف تزیل الزیادة ذلک الثواب بعد حصوله قال الحافظ یمکن ان یفترق الحال فیه بالنیة فاذا نوی عند الانتهاء الیه امتثال الامر الوارد ثم اتی بالزیادة لم یضر وان نوی الزیادة ابتداءً بان یکون الثواب رتب علی عشرة مثلاً فذکرها مائة فیتجه القول الماضی وشبهه بعضهم بالدواء یکون فیه مثلاً اوقیة سکر فلو زید فیه اوقیة اخری تخلف الانتفاع به فلو اقتصر علی الاوقیة فی الدواء ثم استعمل من السکر بعد ذلک ما شاء لم یتخلف الانتفاع اھ (التعلیق الصبیح ص۲۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد کی چھت پر جماعت کرنا

سوال (۱۹۳۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب

سے ماہ رمضان المبارک موسم گرما میں آنے لگا ہے ضلع بھروچ میں متعدد جگہ تراویح اور بعض جگہ تو عشاء کی جماعت بھی مسجد کی چھت (دھابہ) پر ہوتی ہے ابھی ایک صاحب نے راندیر سے فتویٰ منگوایا تو کراہت کا حکم آیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری طرف گرمیوں میں گرمی کی شدت کی وجہ سے تراویح کی جماعت اور کہیں کہیں عشاء کی جماعت بھی مسجد کے دھابہ پر ہوتی ہے، جماعت خانہ میں نہیں پڑھتے تو اس میں کوئی قباحت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے دھابہ پر جماعت کرنا مکروہ ہے اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے نیچے جگہ نہ ہو تو زائد نمازی اوپر جا سکتے ہیں، اس صورت میں کراہت نہ ہوگی کیونکہ مجبوری ہے، نصاب الاحتساب میں ہے ویکرہ الصلوٰۃ فوق الکعبۃ وکذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجۃ اصلاح ونحوہ وکذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد ثم لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ واما شدۃ الحر فانہا لا توجب الضرورۃ وانما یحصل بہ زیادۃ المشقۃ وبہا یزداد الاجر کذا من المحیط وغیرہ (الباب الخامس عشر فیما یحتسب فی المسجد۔ قلمی ص۳۳) اور فتاوی عالمگیری میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب (ج۵ ص۳۲۲) اسی طرح مجموعہ فتاوی سعدیہ ص۱۲۸ از نفع المفتی والسائل ص۱۳۱ اور امداد الفتاوی مطبوعہ کراچی ج۲ ص۲۷۶ میں بھی ہے۔ صحن مسجد میں جماعت کی جاسکتی

ہے اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو مسلم جماعت کے جملہ افراد متفق ہو کر اس جگہ کو داخل مسجد ٹھہرا سکتے ہیں، اس طرح وہ جگہ داخل مسجد ہو جائے گی، اور وہاں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے کے برابر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ السید عبدالرحیم لاجپوری غفراللہ لہٗ ولوالدیہ
راندیر ۱۵ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح
(مولانا مفتی) سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم	(مولانا مفتی) سعید احمد غفرلہ
دیوبند ۲۷/۷/۱۳۸۰ھ	مفتی مظاہر علوم سہارنپور
نزیل سورت گجرات	۲۰ شعبان ۱۳۸۰ھ

زنا کی حرمت اور اس کے نقصانات

سوال (۱۲۳۷) ہمارے یہاں نوجوانوں کی عادت خراب ہوتی جارہی ہے، بہت سے نوجوان بلکہ بعض شادی شدہ بھی زنا میں مبتلا ہیں، اگرچہ سب جانتے ہیں کہ زنا بہت بڑا گناہ ہے مگر اس سے اجتناب نہیں کرتے آپ تفصیل سے اس کی وعیدیں اور اس کے نقصانات تحریر فرمائیں، خدا کرے آپ کا فتویٰ ان کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شریعت اسلامیہ میں زنا بالکل حرام قرار دیا گیا ہے اور شرک و قتل کے بعد کبرالکبائر سمجھا گیا ہے، قرآن مجید میں اس کے متعلق ارشاد ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے، اور بری راہ ہے (قرآن مجید پارہ ۱۵ رکوع ۴) اس آیت میں زنا کے حرام ہونے کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں، اول یہ کہ یہ بے حیائی

ہے اور انسان میں جب صفت حیا نہ رہی تو وہ انسانیت ہی سے محروم ہوجاتا ہے پھر اس کے لئے کسی اچھے برے کام کا امتیاز باقی نہیں رہتا، حدیث میں ارشاد ہے اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت جب تیرے اندر حیا باقی نہ رہی تو کسی برائی سے رکاوٹ کا کوئی پردہ نہیں رہا تو جو چاہو کرو گے - دوسری وجہ معاشرتی فساد ہے جو زنا کی وجہ سے اتنا پھیلتا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں اور اسکے نتائج بد بعض اوقات پورے خاندان اور پوری قوم کو برباد کر دیتے ہیں، آج دنیا میں قتل و غارتگری جنگ و جدال کے جتنے واقعات رونما ہوتے ہیں. ان میں سے بیشتر کا سبب یہی زنا یا اسکے مبادی (چھیڑ چھاڑ، نظربازی وغیرہ) ہوتے ہیں - اسی لئے شریعت نے اس جرم کو تمام جرائم سے اشد قرار دیا ہے، اور اس کی سزا بھی تمام جرائم کی سزاؤں سے زیادہ سخت ہے، ارشاد خداوندی ہے. اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ - زانی عورت اور زانی مرد سو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو - اور اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو سنگسار کرنے کا حکم ہے -

احادیث میں بھی زنا کے متعلق بہت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں شادی شدہ زناکار پر لعنت کرتی ہیں اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرمگاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہونگے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی جہنم میں بھی ہوتی رہے گی (رواہ البزار عن بریدۃ مظہری - بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب ج ۶ ص ۳۲۳ ج ۶)
(الترغیب والترہیب ص ۳۴۴ ج ۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے :- حضرت ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخ زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت مؤمن نہیں رہتا، چوری کرنے چوری کرنے کے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ اور شراب پینے والا شراب پینے کے وقت مومن نہیں رہتا۔
(مشکوۃ شریف ص۱۷)

ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں۔ اذا زنی العبد خرج منہ الایمان وکان فوقہ کالظُلَّۃِ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان۔ یعنی بندہ جب زنا کرتا ہے تو ایمان اسکے قلب سے نکل جاتا ہے اور سائبان کی طرح اس کے سر پر آجاتا ہے اور جب اس عمل بد سے فارغ ہوجاتا ہے تب ایمان لوٹ آتا ہے۔
(مشکوۃ شریف ص۱۸ باب الکبائر)

ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سورہا تھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھ کو ایک بہت سخت پہاڑ پر لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھو ...... الی قولہ ...... پھر فرماتے ہیں ثم انطلق بی فاذا انا بقوم اشد انتفاخًا وانتنہ ریحًا کان ریحھم المراحیض قلت من ھؤلاء قال ھؤلاء الزانون فرماتے ہیں پھر مجھ کو آگے لے چلے تو دیکھتا ہوں کہ ایک قوم ہے جن کا بدن بہت پھولا ہوا ہے اور پاخانہ کی بدبو کی طرح ان سے بدبو پھوٹ رہی ہے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے کہا یہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔ (الترغیب والترہیب ص۲۶۱ ج۳)

حضرت عبداللہ بن عباس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اذا ظھر الزنا والربا فی قریۃٍ فقد احلّوا بانفسھم عذاب اللہ۔ جب کسی بستی میں زنا اور سودی لین دین ظاہر ہوتا ہے تو انھوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال

کرلیا (یعنی اللہ کے عذاب کا مستحق بنالیا) (الترغیب والترہیب ۳۱۶/۲)

زنا کی ایک دنیوی مضرت یہ بھی ہے کہ جب کسی قوم میں زنا پھیلتا ہے تو ان پر قحط نازل ہوتا ہے، امام احمدؒ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من قوم یظہر فیہم الزنا الا اُخِذوا بالسنۃ وما من قوم یظہر فیہم الرشا الا اُخذوا بالرعب۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں بھی زنا پھیلتا ہے ان کو قحط میں مبتلا کردیا جاتا ہے، اور جس قوم میں رشوت خوری شائع ہوتی ہے ان پر مرعوبیت ڈالدی جاتی ہے (یعنی دوسروں کا رعب ان کے دلوں میں پیدا ہوجاتا ہے) (بحوالہ البصائر فی تذکیر العشائر ص ۸۴۵ عربی مع ترجمہ ناشر کفلیتہ ضلع سورت)

اور زنا کا ایک بڑا نتیجہ یہ بھی ہے کہ زنا سے فقر پیدا ہوتا ہے، بزار نے روایت کی ہے اذا ظہر الزنا ظہر الفقر والمسکنۃ جب زنا ظاہر ہوتا ہے تو فقر اور مسکنت اس کو گھیر لیتی ہے۔ (بحوالہ البصائر فی تذکیر العشائر ص ۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں المقیم علی الزنا کعابد وثن۔ زنا کا عادی بت پرست کی طرح ہے۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۱۶/۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعو للہ ندا وھو خلقک۔ یعنی۔ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ فرمایا تو اللہ کے ساتھ شرک کرے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ سائل نے دریافت کیا: اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟

فرمایا اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ تو اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگا، سائل نے پوچھا پھر کون سا گناہ؟ فرمایا ان تزنی بحلیلۃ جارک تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ۔ الآیۃ۔ یعنی اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس نفس کو حق تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے،

(مشکوۃ شریف ص ۱۶، ۱۷۔ باب الکبائر)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زلزلہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: زنا، شراب، رقص و سرود (گانا بجانا) لوگوں کا مذاق بن جائیں تو غیرت حق کو بھی جوش آتا ہے، اگر معمولی تنبیہ پر توبہ کرلیں، تو فبہا ورنہ عمارتیں منہدم، اور عالیشان تعمیرات، خاک کے تودے کردیئے جاتے ہیں۔

پوچھا گیا کہ کیا زلزلہ عذاب ہے؟ فرمایا مومن کے حق میں رحمت اور کافر کے لئے عذاب (معاذ اللہ) (اخبار زلزلہ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۲۰۱)

زنا کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے نسب برباد ہوتے ہیں اور جو بچے زنا سے پیدا ہوتے ہیں وہ حرامی کہلاتے ہیں، ان کی صحیح تربیت نہیں ہوتی سماج اور معاشرہ میں ان کو اچھا مقام حاصل نہیں ہوتا، ولد الزنا کے لقب سے ملقب ہوجاتے ہیں۔

نیز زنا کا ایک برا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جس طرح زانی دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کرتا ہے اسی طرح زانی کی اولاد اس کے اہل و عیال اور اعزا کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ پیش آتا ہے، چنانچہ البصائر میں ایک واقعہ ہے۔

" مدینہ منورہ میں ایک سقہ دیانت میں مشہور تھا، اس کا گذر ایک عورت پر ہوا وہ عورت بھی دیانت میں بہت مشہور تھی، عورت نے اس سے پانی مانگا، عورت کا دامن جھکا ہوا تھا، سقہ نے کہا دامن اوپر اٹھالو، پس وہ اس کو اٹھانے کے لئے جھکی تو سقے نے اپنا ہاتھ اس کی سرین پر رکھ دیا، عورت کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسے دیندار شخص نے ایسی حرکت کی جس کی دس برس سے کوئی خیانت نہیں سنی گئی تھی،
الغرض وہ خاموش ہوگئی، یہاں تک کہ اس کا شوہر آیا، اس نے شوہر سے کہا کہ آج جو کچھ تم سے وقوع میں آیا ہے مجھ سے بیان کرو، شوہر نے کہا کچھ بھی وقوع میں نہیں آیا بجز اسکے کہ میں لکڑیاں چن رہا تھا کہ ایک عربی عورت میرے سامنے آگئی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے سرین پر رکھدیا، تب عورت نے کہا لا الٰہ الا اللہ دستک کے بدلہ دستک اور اگر تم اس سے زیادہ کرتے تو سقہ بھی اسپر زیادتی کرتا (البصائر فی تذکیر العشائر ج ۱ ص ۸۳-۸۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کن حالات میں سودی قرض لینے کی گنجائش ہے؟

سوال (۱۹۳۰) بمبئی شہر میں کرایہ کے مکانات ملنا اب دشوار ہو گیا ہے، جھونپڑ پٹی میں نہ تو مراقی زندگی میسر ہیں، نہ تعلیم کا معقول انتظام، بچے بھی وقت جھونپڑے اکھاڑے جا سکتے ہیں، نیز مخلوط آبادی کی وجہ سے مسلم بچے غیر اسلامی اثرات سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتے، اس لئے مسلمانوں کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ وہ سوسائٹی بنا کر رہیں، چنانچہ مومن گجرات ایسوسی ایشن ۲۴۴ ممبران کی سوسائٹی بنا کر بمبئی شہر میں ایک کالونی بنانے جا رہی ہے۔
شہری قوانین کی سختی اور حکام کی رشوت ستانی کی وجہ سے سوسائٹی کو قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، سب سے پہلے ۱۹۷۱ء میں ۵۵ لاکھ روپے میں زمین خریدی گئی پھر این او سی (اجازت) حاصل کرنے کیلئے مرکز تک سعی کی گئی اور

لاکھوں روپے ضائع کئے گئے تب ۱۹۸۴ء میں جاکر اجازت ملی۔

اب تعمیر کا سلسلہ شروع ہوگا، قانون کے مطابق این او سی ملنے کے بعد ایک سال میں تعمیر شروع ہونا چاہئے اور پانچ سال میں مکمل ہونی چاہئے۔ ادھر میونسپلٹی سے پلان منظور کرانے کے چکر میں کافی وقت ضائع ہوچکا ہے اور صرف ساڑھے تین سال تعمیر کے باقی رہ گئے ہیں۔

سوسائٹی کے ممبروں میں مندرجہ ذیل قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) تاجر - جن کے پاس دو نمبر کی رقم ہے (یعنی سرکاری ٹیکس نہ دی ہوئی) ایک نمبر کی رقم نہیں ہے (یعنی ٹیکس ادا کی ہوئی) ——— دو نمبر کی رقم استعمال کرنے سے ٹیکس چوری کی بھاری پینلٹی لگتی ہے، اور ٹیکس بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔

(۲) مالی حیثیت سے کمزور افراد۔

(۳) چھوٹا کاروبار کرنے والے ——— یہ لوگ اگر اپنا کاروبار محفوظ رکھنا چاہیں تو سوسائٹی کے مکان کے بغیر رہنا ہوگا اور مکان بنانا چاہیں تو کاروبار سے ہاتھ دھونا پڑے گا (ان کے اہل وعیال وطن میں رہتے ہیں اور وہ سال میں ایک مرتبہ وطن جاتے ہیں)

(۴) وہ لوگ جن کے پاس وطن میں گھر اور کاشتکاری کیلئے کچھ زمین بھی ہے مگر وہ گذر بسر کے لئے ناکافی ہے، شہری کاروبار کے بغیر وہ عزت کی زندگی بسر نہیں کرسکتے ؛

(۵) وہ لوگ جو اپنی کوئی جائیداد بیچ کر کالونی میں مکان بنانے کیلئے رقم مہیا کرسکتے ہیں، مگر ایسے ہر شخص کو انکم ٹیکس فارم 37.EE بھرنا پڑتا ہے اور ٹیکس دینا پڑتا ہے (رقم کا اندراج غلط کیا جائے تو سرکار ۱۵ فیصد نفع دیکر مکان خود خرید لیتی ہے) ایسے لوگ اگر بینک سے لون لے لیں تو وہ ٹیکس سے بچ جاتے ہیں اور ان کی

جائداد بھی محفوظ رہتی ہے۔

الغرض اینوسی کی مدت کم رہ گئی ہے، اس مختصر مدت میں کمزور لوگ اپنے مکان کی پوری رقم ادا نہیں کر سکتے، ادھر مرکزی سرکار کا شعبہ (HUDCO) کم فیصد سود سے بیس سال کی قسطوں پر لون (سودی قرض) دیتا ہے، تو کس قسم کے لوگوں کے لئے اس کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(نوٹ) لون لینے میں ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ اسٹرالیان کے شہری ضوابط کی رو سے حکومت کالونی کے تیار شدہ مکانات میں سے دس فیصد مکانات سرکاری شرح سے خرید لیتی ہے سرکاری قیمت تعمیر کے مصارف سے کم ہوتی ہے جس کا نقصان تمام ممبران کو برداشت کرنا پڑتا ہے، لون لینے کی صورت میں ہم سرکار سے درخواست کر سکتے ہیں کہ یہ غرباء کی کالونی ہے، قرض نے کر بنائی گئی ہے ان کو سہولت دی جائے اور دس فیصد مکانات نہ لئے جائیں، ممکن ہے درخواست منظور ہو جائے اور معافی مل جائے، اور مسلم قوم کا اصل راس المال محفوظ رہ جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سودی معاملہ اور سودی لین دین بنص قطعی حرام ہے، قرآن واحادیث میں اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، ارشاد خداوندی ہے

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۂ بقرہ پارہ ۳)	اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربوا (سود) کو حرام کیا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ (سورۂ بقرہ پارہ ۳)	اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

تو جس چیز کو اللہ مٹاتا ہے اس کو اختیار کرنا کیا یہ اللہ سے بغاوت اور مقابلہ

نہیں ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ کا ارشاد ہے۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (سورۂ بقرہ پارہ ۳)

اگر سودی معاملہ سے باز نہ آؤ گے تو اللہ جل جلالہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔

جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا اعلان دیں اور وہ باز نہ آئے تو اس کا خاتمہ بخیر ہو سکتا ہے؟

احادیث میں بھی سودی لین دین پر بہت ہی سخت وعیدیں آئی ہیں ایک حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مسلم شریف ج۲) (مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والے اور سودی معاملہ لکھنے والے اور سودی معاملہ کے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ سب برابر کے گنہگار اور ملعون ہیں۔

دوسری حدیث ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو، عرض کیا یا رسول اللہ (وہ سات چیزیں) کون سی ہیں؟ فرمایا شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کا قتل کرنا، سودی معاملہ کرنا، یتیم کا

واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنت المؤمنات الغافلات متفق علیہ۔

مال ناحق کھانا، جہاد سے بھاگنا، پاک دامن خواتین پر زنا کی تہمت لگانا (مشکوٰۃ ص۱۷ باب الکبائر)

نیز حدیث میں ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربوا سبعون جزءًا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ (مشکوٰۃ شریف ص۲۴۶ باب المنھی عنہا من البیوع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سودی معاملہ کرنے والے کو ستّر قسم کے گناہ لاحق ہوتے ہیں ان میں سے ادنیٰ درجہ کا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے۔

نیز حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (غسیل الملائکہ) سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ و ثلثین زنیۃ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۴۶)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سودی درہم کا کھانا (یعنی اپنے استعمال میں لانا) جانتے ہوئے کہ یہ سود کا ہے اللہ کے یہاں چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔

نیز حدیث میں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار آدمی ایسے ہیں جن کے بارہ میں اللہ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے اور جنت کی نعمت ان کو نہ چکھائیں گے، وہ چار یہ ہیں، شراب پینے کا عادی، اور سود کھانے والا، اور یتیم کا مال ناحق کھانے والا، اور اپنے والدین

کی نافرمانی کرنے والا (یہ روایت مستدرک حاکم میں ہے۔)
(بحوالہ معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ج ۱ ص ۶۸۱ سورہ بقرہ)

نیز حدیث میں ہے :۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم میں سودی لین دین کا رواج ہو جاتا ہے تو اللہ ان پر ضروریات زندگی کی گرانی مسلط کر دیتے ہیں، اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہو جاتی ہے تو ان پر دشمنوں کا رعب و غلبہ چھا جاتا ہے (یہ روایت مسند احمد میں ہے) (بحوالہ معارف القرآن ج ۱ ص ۶۱۰)

نیز حدیث میں ہے :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس بستی میں زنا اور سودی لین دین پھیل جاتا ہے اس بستی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دیدی (یہ روایت مستدرک حاکم میں ہے) (بحوالہ معارف القرآن ج ۱ ص ۶۱۱)

مندرجہ بالا ارشادات خداوندی اور احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ سودی معاملہ قطعاً حرام ہے، اس کا مرتکب سخت گنہگار فاسق، باغی و سرکش ہے اور اسکے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

ان نصوص کے پیش نظر شرعاً سودی معاملہ کی قطعاً اجازت نہیں ہے، دار الحرب میں بھی امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلثہ کا مذہب عدم جواز کا ہے، اور علماء محققین اور محتاط حضرات نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1]

البتہ اضطرار اور حد درجہ کی مجبوری کی حالت میں جب کہ ہلاکت نفس کا خوف ہو جس طرح بقدر ضرورت مردار کھا کر اپنی جان بچانے کی اجازت ہے، اسی طرح فقہاء نے اضطرار اور حد درجہ کی احتیاج اور شدید مجبوری کی صورت میں جبکہ قرض وغیرہ ملنے کی بھی امید نہ ہو بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی اجازت دی ہے

---

[1] اختلاف دار الحرب میں ربوی معاملات کر کے سود لینے میں ہے مگر وہاں کے حربی کو سود دینا بالاتفاق مباح نہیں ہے (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۳ و فتاویٰ دار العلوم قدیم ج ۶ ص ۳۶) ۱۲ سعید احمد پالنپوری

ضرورت سے زیادہ لینا درست نہیں ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے وفی القنیۃ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر ص ۱۱۰) (البحر الرائق ص ۱۲۶ ج ۶ باب الربوا۔)

اس موقع پر یہ بات مکمل طور پر پیش نظر رہنا چاہیئے کہ سودی قرض لینے کی اجازت حد درجہ کی مجبوری اور شدید احتیاج کی صورت میں ہے، زیب وزینت اور اپنی خواہش پوری کرنے کو "ضرورت اور احتیاج" کا عنوان دینا سخت دھوکہ دہی اور بے ہودہ تاویل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "ضرورت" اور "حاجت" وغیرہ کی شرعی تعریف نقل کر دی جائے۔

جواہر الفقہ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ میں ہے

یہاں پانچ درجے ہیں۔ ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول

(۱) ضرورت: کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا قریب الموت ہو جائیگا، یہی صورت اضطرار کی ہے اسی حالت میں حرام ممنوع چیز کا استعمال (بچند شرائط) جائز ہو جاتا ہے۔

(۲) حاجت: کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی، یہ صورت اضطرار کی نہیں اس لئے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں تو دی گئی ہیں مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآنی کے تحت حلال نہیں ہوں گی۔

(۳) منفعت: یہ ہے کہ کسی چیز کے استعمال کرنے سے اسکے بدن کو فائدہ پہنچے گا لیکن نہ کرنے سے کوئی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں جیسے عمدہ قسم کے کھانے اور مقوی غذائیں، اس حالت کے لئے نہ کوئی حرام حلال ہوتا ہے، نہ

روزہ کا افطار جائز ہوتا ہے، مباح اور جائز طریقوں سے یہ چیزیں حاصل ہوسکیں تو استعمال کرے اور نہ حاصل ہوسکیں تو صبر کرے۔

(۴) زینت :- جس سے بدن کی کوئی خاص تقویت بھی نہیں، محض تفریح خواہش ہے، ظاہر ہے اس کام کے لئے کسی ناجائز چیز کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

(۵) فضول :- وہ ہے جو زینت مباح کے دائرہ سے بھی آگے محض ہوس ہو اس کا حکم بھی ظاہر ہے کہ اس کے لئے احکام میں کوئی رعایت ہونے کے بجائے اس فضول کی مخالفت احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ (جواہر الفقہ ص ۲۷ ، ۲۸ جلد دوم)

لغات القرآن میں ہے۔ اَلْمُضْطَرّ اسم فاعل واحد مذکر (اسکے معنی) بے قرار بے کس بے بس (ص ۲۴۳ مؤلف مولانا محمد عبدالرشید نعمانی)

مندرجہ بالا ضرورت وحاجت وغیرہ کی تعریف سے یہ ثابت ہوا کہ حرام چیز ضرورت اور اضطرار ہی کی حالت میں بقدر ضرورت جائز الاستعمال ہوتی ہے لہذا سود جو بنص قطعی حرام ہے اضطرار اور مجبوری ہی کی حالت میں بقدر ضرورت جائز الاستعمال ہوگا۔ اور یہ بھی شخصی وانفرادی حالت میں، اس لئے کہ انفرادی صورت میں ضرورت متحقق ہونا سہل ہے کہ جو شخص اضطرار اور ضرورت میں مبتلا ہو وہ اپنی شخصی حالت کسی مفتی یا ماہر عالم کے سامنے پیش کرے اور اجازت ملنے پر بقدر ضرورت استعمال کرے، لیکن اجتماعی صورت میں اضطرار واحتیاج کا تحقق مشکل ہے

جس جماعت نے اتنا بڑا کام اٹھایا ہے، کیا وہ سب مساکین ہیں اور زکوٰۃ کے مستحق ہیں؟ کیا اس جماعت میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو رمضان میں زکوٰۃ دینے والے، صدقہ فطر ادا کرنے والے، قیمتی جانوروں کی قربانی کرنے والے اور ولیمہ میں عمدہ اور لذیذ کھانا کھلانے والے نہیں ہیں؟ ضرور ہوں گے، اگر وہ اپنے کو مضطر، ضرورت مند اور محتاج سمجھتے تب تو کیا ان کو زکوٰۃ وفطرہ کی رقم دیتا؟

تو وہ قبول کریں گے؟ ظاہر ہے کہ وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے تو ان کے لئے سودی قرض لینا کس طرح جائز ہو جائے گا؟

یہ بھی پیش نظر رہے کہ ایک انفرادی عمل ہے اور ایک اجتماعی، انفرادی عمل اس قدر مشہور نہیں ہوتا جتنا اجتماعی عمل شہرت حاصل کر لیتا ہے، اور متعدی بنجاتا ہے۔ انفرادی عمل کو چھپانا آسان ہے اجتماعی عمل چھپایا نہیں جا سکتا اور جب اتنی بڑی جماعت سودی قرض میں مبتلا ہوگی، تو لوگوں کے دلوں میں سود کی حرمت اور نفرت باقی نہیں رہے گی، خصوصاً آپ حضرات کی جماعت اور برادری جو تعلیم میں، تبلیغ میں، دینداری میں، اتحاد و اتفاق میں، اور ایک دوسرے کی ہمدردی و خیرخواہی میں اس حدیث کی مصداق سمجھی جاتی ہے المؤمن للمؤمن کالبنیان المشید یشد بعضہ بعضاً (ایک مومن دوسرے مومن کے لئے مثل عمارت کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے) ایسی جماعت اجتماعی حیثیت سے سودی معاملہ میں ملوث ہو جائے کس قدر افسوس کی بات ہے۔

سودی معاملہ سے بچنے میں ہی مسلمانوں کی ترقی ہے گو بظاہر تنزلی ہو جو قوم بے ہودہ اور نامعقول تاویلوں سے حرام کو حلال اور ناجائز کو جائز کرنے میں کوشاں ہو وہ کسی صورت میں ترقی نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کی عزت اور بلندی عمدہ معیار زندگی میں نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے۔ خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس وقت سرزمین بیت المقدس پر پیوند دار لباس کے ساتھ اپنا قدم رکھا تو عمال کو شرم محسوس ہوئی اور ایک قیمتی پوشاک زیب تن کرنے کے لئے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو جو عزت عطا کی ہے وہ اسلام کی وجہ سے ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے، لہٰذا ہماری عزت اور ترقی اسلامی احکام پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔

اسلامی احکام میں سے ایک یہ ہے کہ ہم سود سے اور جس میں سود کا شبہ ہو اس سے بھی اپنے آپ کو بچائے رکھیں، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دعوا الربوا والریبۃ ربوا اور شبہ ربوا کو بھی چھوڑ دو (مشکوۃ شریف ص۲۴۶) نیز فرمایا ترکنا تسعۃ اعشار الحلال خشیۃ الربوا یعنی حلال کے دس حصوں میں سے محض ایک کو ہی لیتے ہیں جس میں سود کا ذرہ برابر بھی شائبہ ہو اسے ہم چھوڑ دیتے ہیں۔

دنیا فانی ہے یہاں جو کچھ کرنا ہے حلال اور جائز طریقہ سے کرنا چاہئے اور اپنی عاقبت درست کرنے کی فکر رہنی چاہئے، دنیا کی فکر کرنا اور آخرت سے غافل رہنا مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا

ان معروضات کے بعد عرض ہے کہ سوال میں سودی قرض لینے کی جو ضرورتیں اور مجبوریاں بتائی گئی ہیں وہ اضطرار اور احتیاج شدید کی نہیں ہیں، صحیح اور جائز طریقہ سے ان کا حل نکالا جاسکتا ہے اور اگر اس میں کچھ خسارہ ہو تو شریعت کے پیش نظر برداشت کریں انشاء اللہ اسی میں فلاح ہے، لہذا آپ حضرات جس چیز کی اجازت چاہتے ہیں اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا —— بے شک آپ حضرات کا یہ خیال کہ ہم سب مل کر ایک جگہ رہیں بہت مبارک اور اچھا خیال ہے مگر اس کی وجہ سے پوری قوم کو سود کی نحوست میں مبتلا کر دینا کسی طرح مناسب نہیں، اس لئے یہ کام جائز اور صحیح طریقہ سے شریعت کے حدود کے اندر رہ کر ہی کیا جائے، انشاء اللہ غیبی مدد آپ کے شامل حال رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں شریعت کی عظمت پیدا فرمائے، اور آپ حضرات کی بھی مدد فرمائے۔ حرام سے بچ کر حلال طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا

عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفرلہٗ

راندیر مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ یوم عاشوراء۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب
ناچیز اسمٰعیل وادی والا غفرلہ
خادم افتاء جامعہ حسینیہ راندیر
گیارہ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

اصاب المجیب وللہ درہ
عبدالغنی کاوی کان اللہ لہ
خادم اشرفیہ راندیر

باسمہ تعالیٰ
قد اصاب من اجاب
العبد اسمٰعیل کچھولوی غفرلہ
خادم دارالافتاء جامعہ ڈابھیل سملک

باسمہ تعالیٰ
قد اصاب من اجاب
احقر عبداللہ ولی کاوی عفی عنہ
دارالافتاء کنتھاریہ ضلع بھروچ
۱۲ / ۱ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح
محمد ابوالحسن عفی عنہ (دارالعلوم ٹلی والا بھروچ)
۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۸۵ء

باسمہ الکریم
سود کی حرمت پر جس کثرۃ کے ساتھ محکم دلائل موجود ہیں اسکے مقابل چند جزوی معاملات میں فقہاء کرام نے جو رخصت دی ہے اسکا سہارا نہ لینا ہی ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے

العبد محمد ابراہیم ٹنی عفی عنہ
(دارالعلوم ٹلی والا شہر بھروچ)
۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

مرکز العلوم، دار العلوم دیوبند کا جواب

الجواب وباللہ التوفیق

سود لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے بلکہ دینے کا معاملہ زیادہ سنگین ہے، دار الحرب میں ربوی معاملات کر کے مسلمانوں کو سود سے فائدہ اٹھانا مباح ہے مگر وہاں بھی کفار کو سود دینا مباح نہیں ہے (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۳۲، فتاوی دار العلوم قدیم ج ۶ ص ۴۷) البتہ سخت مجبوری اور اضطرار کی حالت میں جبکہ نوبت ہلاکتِ نفس یا عزت وآبرو تک پہنچ جائے تو بقدر حاجت سود پر قرض لینے کی گنجائش ہے، جبکہ اور کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

مثلاً قرض حسنہ بھی نہ مل سکتا ہو اور زکوۃ وصدقات کی رقم سے بھی کوئی تعاون نہ مل سکتا ہو، الاشباہ والنظائر میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے احتیاج کی تفسیر اضطرار سے فرمائی ہے (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۰۵، ۱۰۶) اور نظام الفتاوی میں احتیاج کی تعبیر "شدید مجبوری اور ضرورتِ شدیدہ" سے کی ہے (نظام الفتاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ مسلمانوں کی علیحدہ بستی بسانا تو امر مستحسن ہے مگر سوال میں اس مقصد کے لئے لون لینے کی جو مجبوریاں بیان کی گئی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ سوسائٹی کے تمام افراد کے لئے اضطرار اور شدید مجبوری کی حالت پیدا ہو جاتی ہو، جو سوسائٹی ۵۰ لاکھ کی خطیر رقم سے زمین خرید سکتی ہے اس کے لئے مکانات کی تعمیر کا مسئلہ کچھ زیادہ دشوار نہیں رہ جاتا — اور ایک نمبر کی رقم کا مسئلہ تو کسی طرح بھی ضرورت کے دائرہ میں نہیں آتا جس طرح لوگ اپنے دوسرے کاروبار کے لئے مختلف عنوانات سے ایک نمبر کی رقم کا مظاہرہ کرتے ہیں اسی طرح

مکانات بنانے کیلئے بھی وہ ایسا مظاہرہ آسانی سے کرسکتے ہیں، پس اس کو ضرورت کیسے کہا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ سوسائٹی کے کچھ ممبران واقعی مجبور ہوں مگر چونکہ مسئلہ اجتماعی ہے اس لئے سوسائٹی کو ایسے افراد کیلئے تعاون کی جائز شکلیں سوچنی چاہئیں، تاکہ پوری سوسائٹی کا دامن سود کی لعنت سے پاک رہے اور سوسائٹی بنانے کا فائدہ بھی یہی ہے، ورنہ پھر سوسائٹی کا حاصل کیا رہ جاتا ہے؛

اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ ناداروں کی آڑ میں باحیثیت لوگ بھی اس گندگی میں ملوث ہوجائیں ——— اور ماسٹر پلان کے شہری قوانین کے بموجب جو دس فیصد مکانات گورنمنٹ کو دینے ہوتے ہیں اس سے گلوخلاصی اول تو محتمل ہے کیونکہ معافی کی کوشش میں کامیابی بھی ہوسکتی ہے اور ناکامی بھی ہوسکتی ہے پھر حکومت وہ مکانات قیمتہً لیتی ہے۔ اگرچہ قیمت کم دیتی ہے۔ اس لئے اس سے بھی اضطراری حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا فرمائیں اور احکامات اسلامی کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

الجواب صحیح — کتبہ العبد نظام الدین
حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ — مفتی دارالعلوم دیوبند ۳ ؍ ۱ ؍ ۱۴۰۴ھ
مفتی دارالعلوم دیوبند — الجواب صحیح
۳ ؍ محرم ۱۴۰۴ھ — کفیل الرحمٰن نشاط، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۳ ؍ ۱ ؍ ۱۴۰۴ھ

جوابات سب صحیح اور درست ہیں، قرآن پاک میں سود لینے اور دینے کی حرمت صراحۃً مذکور ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ کیا گیا ہے۔ احادیث شریف میں سود لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے بلکہ گواہوں اور محرروں پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ (متفق علیہ)

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ سود میں بہت قسم کے گناہ ہیں جن میں سے ادنیٰ گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے (مشکوۃ شریف باب الربوا) اسلئے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور ائمہ اسلام نے اس بارے میں ہمیشہ احتیاط کی جانب کو اختیار کیا ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے فدعوا الربوا والريبة یعنی سود کو بھی چھوڑ دو اور اسکے شبہ کو بھی۔ البتہ مجبوری کی حالت میں جس طرح جان بچانے کے لئے مردار کھانے کی گنجائش ہے سودی قرض لینے کی بھی گنجائش ہے، مگر یہ گنجائش اسی صورت میں ہے کہ جائز صورت کوئی ممکن نہ ہو اور معاملہ ہلاکت نفس یا عزت و آبرو کا آپڑے، ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں ایسی مجبوری نہیں ہے۔ فتاوی رحیمیہ جلد دوم ص ۱۹۳ میں درج ذیل سوال وجواب ہیں۔

سوال :- زید کے پاس اپنی ملکیت کی زمین ہے اس پر ایک مکان باندھنا چاہتا ہے لیکن تعمیر کیلئے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں تو ایسے وقت میں حکومت یا بینک سے لون (سودی قرض) لے کر یہ مکان باندھ سکتا ہے ؟

جواب :- سودی رقم لے کر مکان بنانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

خادم دار العلوم دیوبند
۳ محرم ۱۴۰۲ھ

حضرت مفتی نظام الدین صاحب کا جواب اور مفتی سعید احمد سلمہ کی تصویب بالکل صحیح ہے۔ ہمارے دار الافتاء سے ایسے سوال کا یہی جواب لکھا جاتا ہے
العبد یحییٰ غفرلہ
مفتی مظاہر علوم سہارنپور
۳/۱/۱۴۰۲ھ

جوابات صحیح ہیں
عبد الرحمٰن غفرلہ
مفتی مدرسہ امینیہ دہلی
۴ محرم ۱۴۰۲ھ

کتاب الفرائض

ورثاء میں ایک نواسہ اور چار نواسیاں ہیں۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا

سوال (۱۹۳۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں، ہندہ نے اپنے پیچھے ایک نواسہ اور چار نواسیاں چھوڑیں، ان وارثوں میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث، (تجہیز وتکفین قرض وغیرہ) کی ادائے گی کے بعد مرحومہ ہندہ کے ترکے چھ حصے ہوں گے، دو حصے نواسے کو اور ایک ایک حصہ ہر نواسی کو ملیگا للذکر مثل حظ الانثیین، کے اصول پر۔ فتاوی عالمگیری میں ہے وان استووا فی القرب، ولیس فیہم ولد الوارث فالمال یقسم بینہم علی السواء ان کانوا ذکورا کلہم او اناثا کلہن فان کانوا مختلطین فللذکر مثل حظ الانثیین وھذا بلا خلاف ان اتفقت صفۃ الاصول ای الآباء والامہات فی الذکورۃ والانوثۃ (فتاوی عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۲ الباب السابع فی ذوی الارحام) شامی میں ہے فان اتفقت (ای صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ) فالقسمۃ علی ابدان الفروع اتفاقا بالتسویۃ ان کانوا ذکورا فقط او اناثا فقط کابن بنت ابن مع مثلہ ای مع ابن بنت ابن آخر وکبنت بنت بنت مع مثلہا وللذکر کالانثیین

ان کانوا مختلطین کابن بنت و بنت بنت بنت (شامی ج۵ ص۴۹۶) (مفید الوارثین ص۱۵۵) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

اپنے مال میں تصرف کرنا، نافرمان اولاد کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۱۹۴۰) زید کے پاس جو کچھ مال و اسباب ہے وہ اس کا بلا شرکت غیر مالک و مختار ہے اس کے لڑکے اپنا کاروبار الگ کرتے ہیں اور وہ سب زید کے نافرمان ہیں، زید کی ایک لڑکی ہے اور وہ غیر شادی شدہ ہے، زید اپنی مال و ملکیت اپنی بیٹی کو دینا چاہتا ہے، لڑکوں کو یہ گوارہ نہیں ہے وہ اپنے والد کو طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں ان حالات میں زید اپنی ملک میں سے لڑکی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور لڑکوں کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ زید اپنے مال کا مالک و مختار ہے، زندگی میں جس کو چاہے دے سکتا ہے، فروخت کر سکتا ہے، لڑکی کو دے سکتا ہے مگر نیت لڑکوں کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی نہ ہو ورنہ گنہگار ہوگا، لڑکے بہرحال لڑکے ہیں، نافرمان ہونے کی وجہ سے عاق کرنے کی اجازت نہیں، باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ اس نے چھوڑا ہوگا اس میں نافرمان لڑکوں کو بھی ان کا حصہ ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں بھتیجا، بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد ہیں

سوال (۱۹۴۱) ایک شخص کی وفات ہو چکی ہے جن کا نام عبدالغنی ہے، ان کی زوجہ، اولاد، والدین اور بھائی بہن میں سے کوئی نہیں ہے۔ صرف ایک بھتیجہ محمد حنیف اور ایک بھتیجی رابعہ بی بی ہے اور مرحوم کی دو اخیافی بہنوں کی اولاد ہیں ایک بہن جس کا نام حلیمہ ہے اس کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، دوسری بہن جس کا نام عائشہ ہے اسکے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، دونوں اخیافی بہنوں

کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہو چکا ہے. ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں مرحوم عبدالغنی کا بھتیجہ محمد حنیف عصبہ ہے، بھتیجی اور اخیانی بہنوں کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہیں، اس لئے پورا ترکہ محمد حنیف کو ملے گا، بھتیجی اور اخیانی بہنوں کی اولاد محروم ہیں (مغید الوارثین ص۲۱۔۲۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مفقود بیٹا وارث ہے یا نہیں ؟

سوال (۱۹۴۲) جناب قاسم صاحب کا انتقال ہو گیا ان کے وارثوں میں صرف ان کی ایک بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی مسماۃ خدیجہ ہے ان کے علاوہ اور کوئی وارث ذوی الفروض یا عصبات میں سے موجود نہیں ہے، لڑکا اپنے والد کا نافرمان تھا اس وجہ سے وہ کہتے تھے کہ میرے ترکہ میں سے اس کو کچھ نہ دیا جائے، مزید برآں وہ لڑکا اپنے والد کی زندگی میں کہیں چلا گیا تھا، آجتک اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، خدیجہ اپنے مفقود بھائی کو کچھ دینے یا اس کا حصہ بطریقہ امانت رکھنے کیلئے تیار نہیں ہے. جواب عنایت فرمائیں . بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں مرحوم قاسم صاحب کی کل مال وملکیت کے حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین قرض وغیرہ) کی ادائے گی کے بعد ۲۴ حصے ہونگے ان میں ان کی بیوی کو تین حصے (یعنی مال کا آٹھواں حصہ) لڑکے کو چودہ حصے اور لڑکی خدیجہ کو سات حصے ملیں گے، لڑکا اگرچہ نافرمان تھا اور باپ نے لڑکے کو حق وراثت سے محروم کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا، تاہم وہ حق وراثت سے محروم نہ ہوگا، وہ اپنا حصہ پائیگا، وہ لڑکا اس وقت مفقود (لاپتہ) ہے تو اس کا حصہ کسی معتبر اور امانتدار کے پاس رکھدیا جائے اگر آجائے تو اس کو سپرد کر دیا جائے اور اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ مرحوم قاسم کے مرنے سے پہلے وہ انتقال کر گیا تھا یا اس کی عمر ۹۰ برس

ہو اس وقت تک واپس نہ آئے تو یہ چودہ حصے بہن خوبجہ کو ملیں گے اگر خدیجہ اس وقت زندہ نہ ہو تو اس کے ورثہ حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(نوٹ) مفقود بھائی کا حصہ بطور امانت رکھنا ضروری ہے بہن کی ناراضگی کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا۔

(۱) مفقود کو کسی سے ترکہ ملے اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) مفقود کے ذاتی مال کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۴۴۲) ایک عورت کا انتقال ہو گیا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ شوہر کا انتقال اس کی زندگی میں ہو گیا، والدین میں سے بھی کوئی نہیں صرف اس کے چار بھائی ہیں اور ان میں سے ایک بھائی لاپتہ ہے، تو مرحومہ کا ترکہ پورا جو بھائی موجود ہیں ان میں تقسیم کیا جائے یا لاپتہ بھائی کا بھی اس میں حق ہے؟ اگر اس کا حق لگتا ہو تو جو اس کے حصہ میں آئے اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اسکے وارثوں کو دیدیں؟

نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جو بھائی لاپتہ ہے اس کا اپنا ذاتی مال و ملکیت ہے کیا اس کی ملکیت اس کے وارثوں میں تقسیم کر دی جائے؟ اس کا ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک بیوی ہے، مدلل و مفصل واضح جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- (۱) اس مرحومہ عورت کے صرف چار بھائی ہی ہوں ان کے علاوہ اور کوئی نہ ہو تو مرحومہ کے ترکہ کے چار حصے ہوں گے اور ہر بھائی کو ایک ایک حصہ ملیگا۔

مرحومہ کا ایک بھائی مفقود (لاپتہ) ہے اسکے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک زندہ مانا جائے گا جب تک اسکے ہم عمر زندہ ہیں، جب اس کے ہم عمر مر جائیں تب اس کو متوفی اور مردہ سمجھا جائے گا، اور نوے سال کی عمر ایسی مانی گئی ہے کہ اسکے ہم عمر عموماً اتنی مدت میں انتقال کر جاتے ہیں لہٰذا بعض

صورتوں میں جیسے کہ جنگ میں گم ہو گیا ہو یا ٹی بی یا کینسر وغیرہ مرض مہلک میں غائب ہو گیا ہو یا دریا میں کام کرتے ہوئے لاپتہ ہو گیا ہو اور شرعی قاضی کو یا اس کے قائم مقام شرعی پنچایت کو اس کی موت کا غالب گمان ہو جائے تو وہ موت کا حکم دے سکتا ہے، یا شہادت شرعیہ سے اس کی موت کا ثبوت ہو جائے تو اس کو مردہ تسلیم کیا جائے گا)

مفقود کا اپنا جو ذاتی مال و جائیداد ہے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے، جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا، اس وقت اس کے جو وارث زندہ ہوں گے ان میں وہ مال شرعی طور پر تقسیم کیا جائیگا اس کی موت کے حکم سے پہلے جن کا انتقال ہو گیا وہ محروم ہوں گے۔ یہ تو خود اس کے ذاتی مال کا حکم ہے۔

اور دوسروں سے اس کو جو مال بطور وراثت ملتا ہے وہ بطور امانت محفوظ رکھا جائے، اگر وہ آجائے تو وہ مال اس کو سپرد کر دیا جائے، اور اگر واپس نہ آئے تو جب مندرجہ بالا اصول کے مطابق اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت وہ مال جو بطور امانت محفوظ رکھا تھا جس مورث سے اس کو وہ مال ملا تھا وہ مال اسی مورث کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے (مفقود کے وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے) لیکن اس وقت کے وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو مورث کے انتقال کے وقت موجود تھے، ان وارثوں میں جو زندہ ہوں گے وہ خود اس مال کو لیں گے اور جو انتقال کر گئے ہوں وہ حصہ ان کے وارثوں میں تقسیم ہو گا (سراجی و مفید الوارثین وغیرہ)

صورت مسئولہ میں مفقود کو اپنی بہن سے جو ایک حصہ ملا ہے وہ کسی امانت دار کے پاس محفوظ رکھا جائے اگر وہ آجائے تو اس کو وہ حصہ دیدیا جائے اور اگر نہ آئے تو جس وقت اس کی موت کا حکم لگایا جائے یہ ایک حصہ اس کی مرحومہ بہن

کے جو تین بھائی اسکے انتقال کے وقت زندہ تھے، ان میں مساوی طور پر تقسیم کردیا جائے، اگر ان میں سے کسی بھائی کا انتقال ہوجائے تو اس کے حصہ میں جو مال آتا ہے وہ اسکے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے۔

اور جو مفقود کا ذاتی مال ہے اس کو بھی محفوظ رکھا جائے، وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت اگر یہ وارث یعنی بیوی، لڑکا، لڑکی زندہ ہوں تو مفقود کے ترکہ کے چوبیس (۲۴) سہام ہوں گے، آٹھ (۳) سہام بیوی کو، چودہ (۱۴) سہام لڑکے کو، سات (۷) سہام لڑکی کو ملیں گے۔ اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو جو زندہ ہوں گے ان میں مفقود کا ترکہ تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتنا مال وقف کرنا جائز ہے؟

سوال (۱۱۴۴) ایک بیوہ خاتون کے پاس پچیس ہزار کی زمین، ایک گھر اور پندرہ تولہ سونے کا زیور ہے، ان میں سے وہ خاتون شرع کے مطابق اپنی زندگی میں اپنے مرحومین اور خود اپنے لئے ثواب جاریہ کرنا چاہے تو کتنا مال وقف کرسکتی ہے۔ خاتون کی کوئی اولاد نہیں ہے، بھائی وغیرہ ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ورثاء کو محروم کرنا بڑا گناہ ہے، ویسے اس خاتون کو اختیار ہے کہ اپنے ثواب کے لئے اور خویش واقارب کے ایصال ثواب کیلئے خیر خیرات کرے بشرطیکہ ورثاء کو محروم کرنا یا نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔ وقف کرنے کی صورت یہ ہے کہ پوری ملکیت کا تیسرا حصہ وقف کردیا جائے، اور اگر ضرورت اور حاجت ہو تو یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ میں اپنے انتقال تک اس سے فائدہ اٹھاؤں گی اس کے بعد وقف کے متولی (ٹرسٹی) اپنے قبضہ میں لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں کو محروم کرنے کا گناہ

سوال (۱۱۴۵) میرے پاس الحمد للہ کچھ جائداد اور سونا اور نقد روپے ہیں، میری تین لڑکیاں ہیں

بیوی کا انتقال ہوگیا ہے تین بھائی ہیں مگر ان میں کوئی کام کا نہیں، میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے لئے بقدر گذران رکھ کر بقیہ اپنی تین لڑکیوں کو بخشش کردوں تاکہ بعد میں بھائیوں کو کچھ نہ ملے یا کم ملے تو اسطرح کرسکتا ہوں یا نہیں بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

الجواب:- دوسرے وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے اپنی ملکیت صرف لڑکیوں کو بخشش کرنا غلط اور موجب گناہ ہے، حدیث میں ہے کہ بعض لوگ تمام عمر خدا کی فرمانبرداری میں گذارتے ہیں لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کرجاتے ہیں، ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا، مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے عن ابی ھریرۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللّٰہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرأ ابوھریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین غیر مضار الی قولہ تعالیٰ وذلک الفوز العظیم (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵ ج ۱ باب الوصایا) (حاشیہ میں ہے قولہ فیضاران. من المضارۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر الثلث اوبان یھب جمیع مالہ لواحد من الورثۃ کیلا یرث وارث آخر من مالہ شیئاً فھذا مکروہ وفرار عن حکم اللّٰہ تعالیٰ ۱۲ مرقات) (التعلیق الصبیح ص ۳۵۸ ج ۳)

دوسری حدیث میں ہے۔ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللّٰہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کردے گا، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن انس رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶ ج ۱)

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی ملکیت اپنے پاس رکھیں، آپ کے انتقال کے بعد لڑکیوں کو بطور میراث ثلثان (دو حصے) ملجائیں گے اور ایک حصہ دوسرے

وارثوں (بھائیوں) کو ملے گا وہ بھی حقدار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حق دار بنایا ہے اس لئے دل تنگ، نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ورثار میں پانچ لڑکے دو لڑکیاں شوہر اور ایک بہن ہے (۲) وصیت کے بغیر نماز روزہ کا فدیہ نکالنا (۳) ایک مسکین کو متعدد فدیہ دینا، یا ایک فدیہ متعدد مساکین کو دینا:-

سوال (۱۴۶۲) ہماری والدہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثار حسب ذیل ہیں پانچ لڑکے، دو لڑکیاں، شوہر اور ایک حقیقی بہن، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، نیز۔

(۱) ایک شخص کے پاس مرحومہ کے بیس بائیس ہزار روپے جمع ہیں، کیا اس رقم سے مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرا سکتے ہیں؟ مرحومہ کی حج کی بہت تمنا تھی

(۲) بیماری کی وجہ سے تقریباً ۴ ماہ کی نماز فوت ہوئی ہے اور اسی طرح ایک ماہ کے روزے فوت ہوئے تو نماز روزوں کا فدیہ نکال سکتے ہیں؟ ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ کتنا ہے؟ مرحومہ نے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب مرحومہ کے کل ترکہ کے ۴۸ حصے ہوں گے، اس میں سے شوہر کو ۱۲ حصے (چوتھا حصہ) اور ہر لڑکے کو ۶-۶ حصے اور ہر لڑکی کو ۳-۳ حصے ملیں گے بہن محروم ہے۔

اگر تمام ورثار بالغ ہوں اور وہ سب اپنی مرضی سے مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں، ان پر حج کرانا واجب نہیں ہے، اگر ورثار میں نابالغ بھی ہوں تو ان کی رضامندی معتبر نہیں ہے، لہذا ان کے حصہ میں سے کچھ نہ لیا جائے

اسی طرح نماز روزہ کے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے، لہذا فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر بالغ ورثار تبرعاً اپنی مرضی سے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو

ادا کر سکتے ہیں (مالابد منہ ص ۹۹ ص ۱۰۰) نابالغ ورثاء ہوں تو ان کی رضامندی معتبر نہ ہوگی اور ان کے حصہ سے فدیہ ادا کرنا جائز نہ ہوگا ۔)

ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت ہے ، ایک دن کی وتر کے ساتھ چھ نمازوں کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے

ایک مسکین کو چند نمازوں یا چند روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے ، صاحب درمختار اور صاحب الجوہرة النیرة اور صاحب طحطاوی علی مراقی الفلاح نے جائز لکھا ہے ، حضرت تھانوی اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ صاحب احسن الفتاوی نے اسی پر فتوی دیا ہے ، اسی طرح ایک فدیہ کو چند مساکین کے درمیان تقسیم کرنا بھی امام ابو یوسف کے قول کے مطابق جائز ہے (یہ فتوی فتاوی رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۹۸ ، ۱۹۹ میں چھپ چکا ہے)

درمختار میں ہے ۔ ویفدی وجوبا ولو فی اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة (درمختار) (قوله وبلا تعدد فقير) ای بخلاف نحو كفارة اليمين للنص فيها على التعدد فلو اعطى هنا مسكينا صاعا عن يومين جاز لكن فی البحر عن القنية ان عن ابی یوسف فيه روايتين وعند ابی حنيفة لا يجزيه كما فی كفارة اليمين ، وعن ابی يوسف لو اعطى نصف صاع من بر عن يوم واحد لمساكين يجوز قال الحسن وبه ناخذ اه ومثله فی القهستانی (درمختار مع الشامی ص ۱۲۳ ، ص ۱۲۴ فصل فی العوارض)

الجوهرة النيرة میں ہے ۔ فاعطوا فقيرا واحدا جملة ذلك جاز بخلاف كفارة اليمين (الجوهرة ص ۱۷۲ کتاب الصوم)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله ويلزمهما الفدية) ثم ان شاء اعطى فی اول رمضان وان شاء اعطى فی آخره ولا يشترط فی الفدية فوع الية

العدد (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۷۶ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مسئلہ: ایک روزے کے فدیہ کو دو آدمیوں میں تقسیم کرنا یا چند روزوں کے فدیہ کو ایک ہی شخص کو ایک تاریخ میں دینا درست نہیں جیسا کہ شامی نے بحر الرائق از قنیہ نقل کیا ہے اور بیان القرآن میں اسی کو نقل کیا گیا ہے مگر حضرتؒ نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ اس پر نقل کیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، شامی نے بھی فتویٰ اس پر نقل کیا ہے، البتہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک تاریخ میں ایک کو نہ دے، لیکن دیدینے میں بھی گنجائش ہے۔ یہ فتویٰ مورخہ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۴۲ میں منقول ہے (معارف القرآن ج۱ ص۴۴۲ سورۂ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۷) (امداد الفتاویٰ ج۲ ص۱۴۲ مطبوعہ پاکستان۔ ج۲ ص۱۲۱ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: وہ گیہوں (یعنی فدیہ کے گیہوں) اگر تھوڑے تھوڑے کئی مسکینوں کو بانٹ دیوے تو بھی صحیح ہے (بہشتی زیور ص۱۲ حصہ تیسرا، فدیہ کا بیان)

احسن الفتاویٰ میں ہے

سوال (۱۰۱) پانچ چھ روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ الجواب ومنہ الصدق والصواب: اس میں اختلاف ہے، درمختار میں جائز لکھا ہے، اور شامیہ میں بحر سے نقل کیا ہے کہ عند الامام جائز نہیں، امام ابو یوسفؒ سے جواز کی روایت ہے، شامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فدیہ متعدد اشخاص پر تقسیم کرنے کے بارہ میں امام ابو یوسفؒ کا قول جواز ماخوذ بہ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حکم فدیہ کا کفارہ نہیں بلکہ کصدقۃ الفطر ہے۔ لہٰذا متعدد روزوں کا ایک فدیہ ایک مسکین کو دینے میں بھی امام ابو یوسفؒ کا قول ہی راجح ہوگا یعنی یہی قول ماخوذ بہ ہے

(اس کے بعد درمختار و شامی کی عبارت ہے) (احسن الفتاوی ص ۳۶۶ کتاب الصوم والاعتکاف)

مرض الموت میں شوہر طلاق دیدے تو بیوی کو ترکہ ملیگا یا نہیں؟

سوال (۱۹۴۷) ایک شخص بہت بیمار تھا، اسی بیماری میں اس کا انتقال بھی ہوگیا یعنی وہ مرض الموت میں مبتلا تھا، اسی درمیان اس نے اپنے انتقال کے دس پندرہ روز پہلے اپنی عورت کو تین طلاقیں بائنہ دیں، اس کی نیت کیا تھی وہ تو اللہ ہی جانتا ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد محض اپنی بیوی کو میراث سے محروم کرنا تھا، دونوں کے تعلقات خراب تھے تو اس مطلقہ عورت کو اس شخص کے ترکہ سے میراث ملے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب):۔ شوہر نے مرض الموت میں عورت کو بغیر اسکے مطالبہ کے تین طلاقیں دیدیں اور عدت میں شوہر کا انتقال ہوگیا تو عورت میراث سے محروم نہ ہوگی اس کا جتنا حصہ شرعاً مقرر ہے وہ اس کو ملے گا۔ اور اگر عورت کے مطالبہ پر شوہر نے طلاق دی ہے تو وہ وارث نہ ہوگی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ولو طلقہا بائنا او ثلثا ثم مات وھی فی العدۃ فکذلک عندنا ترث ولو انقضت عدتہا ثم مات لم ترث وھذا اذا طلقہا من غیر سوالہا فاما اذا طلقہا بسوالہا فلا میراث لہا کذا فی المحیط (عالمگیری ص ۱۳۷ ج ۲ باب طلاق المریض)

مفید الوارثین میں ہے۔ اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدے تو واقع ہوجائے گی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مرگیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی (ص ۳۰) (بہشتی زیور ص ۳۲ حصہ چہارم بیمار کی طلاق دینے کا بیان)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دو شادی شدہ اخیافی بھائی بہن میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۹۴۸) ایک

شخص کا انتقال ہوگیا، ان کے وارثوں میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے (اخیافی یعنی ماں ایک ہو باپ الگ الگ ہوں ان کو ماں شریک بھائی کہتے ہیں) ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مرحوم کے انتقال کے وقت ان کے وارثوں میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے، ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہ ہو نہ مرحوم کے باپ، دادا، پردادا، لڑکا لڑکی، پوتا، پوتی ہو اور نہ عصبات و ذوالفروض میں سے کوئی ہو تو ان کی کل مال و ملکت کے دو حصے ہوں گے ایک حصہ اخیافی بھائی کو اور ایک حصہ اخیافی بہن کو ملیگا۔ قاعدہ کے اعتبار سے ان دونوں کو مرحوم کے کل مال کا ثلث تہائی حصہ ملتا ہے مگر چونکہ کوئی دوسرا وارث موجود نہیں ہے اس لئے بقیہ دو حصے بھی ان دونوں پر رَدّ ہوں گے۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ اخیافی بھائی بہنوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ نہیں ہے، اخیافی بھائی بہنوں کو برابر ملتا ہے۔ ہکذا فی کتب الفرائض۔

(نوٹ) اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض میں داخل ہیں، عصبات میں ان کا شمار نہیں، ان کی تین حالتیں ہیں (۱) جب یہ ایک ہو اور میت کا بیٹا یا لڑکا لڑکی پوتا، پوتی موجود نہ ہوں تو اسکو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا (۲) جب یہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو کل مال کا ثلث ملے گا (۳) جب میت کا باپ دادا، لڑکا لڑکی، پوتا پوتی میں سے کوئی بھی موجود ہو تو اخیافی بہن محروم ہوتی ہیں، سراجی میں ہے واما لاولاد الام فاحوال ثلث السدس للواحد والثلث للاثنین فصاعداً ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ویسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق (سراجی ص)

فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ شرعاً ثابت نہیں ہے

سوال (۱۹۴۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کا نفقہ عدت کے بعد تاحیات یا نکاح ثانی شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ سپریم کورٹ نے محمد احمد بنام شاہ بانو کیس میں وجوب کا فیصلہ کیا ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت ۲۴۱ وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقا علی المتقین سے استدلال کیا ہے۔ کیا یہ استدلال صحیح ہے؟ اور یہ نفقہ شرعاً واجب ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب سے نوازیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اسلامی شریعت کا قانون یہ ہے کہ جس عورت کو اس کا شوہر وطی یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدے ایسی عورت پر عدت گذارنا ضروری نہیں ہے وہ آزاد ہے شوہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا وہ فوراً ہی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔ اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دیدو تو تمہاری ان پر کوئی عدت واجب نہیں ہے جس کو تم شمار کرنے لگو۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۹ پارہ ۲۲)

(۲) جس عورت کو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد شوہر طلاق دیدے تو اگر اس عورت کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے۔ قرآن میں ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک

(سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸ پارہ ۲)

(۳) اور جس عورت کو (بڑی عمر ہونے کی وجہ سے) حیض آنا موقوف ہوگیا ہو وہ

عورت جس کو حیض آیا ہی نہیں ایسی عورتوں کے لئے عدت کی مدت تین مہینے ہیں قرآن میں ہے وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ (تمہاری مطلقہ بیبیوں میں سے جو عورتیں (زیادت عمر کے) حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کے تعین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور اسی طرح جن عورتوں کو اب تک (بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا (ان کی عدت بھی تین مہینے ہے) (سورہ طلاق آیت ۴ پارہ ۲۸)

(۴) اور وہ مطلقہ عورتیں جو حمل سے ہیں ان کے لئے عدت کی مدت وضع حمل ہے (بچہ پیدا ہونے تک ہے) قرآن میں ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہو جانا ہے (سورہ طلاق آیت ۴ پارہ ۲۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو صحبت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ملی ہے اس عورت کیلئے عدت لازم نہیں ہے، جب عدت نہیں ہے، تو نان و نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے — اور جس عورت کو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہے اس پر رحم کی صفائی اور شوہر کے نطفہ کی حفاظت کے خاطر عدت لازم ہے۔ اگر عورت کو حیض آتا ہو تو تین حیض آنے تک کی مدت عدت کی ہے۔ اور جس عورت کو کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آتا اور جس عورت کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، موقوف ہو گیا ہو، ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ اور جس کو حمل ہے اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، اور ان تینوں قسم کی عورتوں کو عدت کے زمانہ کا خرچ ملے گا۔ چنانچہ قرآن نے عدت کے بیان کے ختم ہونے پر نفقہ کی بھی صراحت فرما دی وَاِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَھُنَّ اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں

ہیں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو (سورہ طلاق) آیت ۶ پارہ ۲۸)

قرآن فیصلہ کررہا ہے کہ حاملہ عورتوں کو وضع حمل تک (جو ان کی عدت کا زمانہ ہے) نفقہ دینا ہے۔ اسکے بعد دینا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ لفظ "حتی" حکم کو محدود وقت تک متعین کرنے کیلئے آتا ہے۔ لہذا وضع حمل تک وہ نفقہ کی حقدار ہے اس کے بعد وہ حقدار نہیں ہے۔ اس سے صراحۃً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن مطلقہ عورتوں پر عدت لازم ہے وہ بھی صرف عدت کے زمانہ کے نفقہ کی حقدار ہے عدت کے بعد حقدار نہیں۔

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ نے حضرت عمر رضی اللہ سے حدیث نقل فرمائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمطلقۃ الثلث النفقۃ والسکنیٰ ما دامت فی العدۃ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں اسکے واسطے نفقہ وسکنیٰ واجب ہے، جب تک کہ وہ عدت میں ہے (ہدایہ اولین ص ۴۲۳ جلد ثانی) صاحب نصب الرایہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور "ما دامت فی العدۃ" پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے

ہدایہ میں ہے واذا طلق الرجل امرأتہ فلہا النفقۃ والسکنیٰ فی عدتہا رجعیا کان او بائنا۔ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کے لئے۔ عدت کے زمانہ تک۔ نفقہ اور سکنیٰ ہے۔ طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن (ہدایہ اولین ص ۴۲۳ ج ۲)

شرح الوقایہ میں ہے والمطلقۃ الرجعی والبائن .... النفقۃ والسکنیٰ ای ما دامت فی العدۃ۔ اور وہ عورت جس کو طلاق رجعی یا طلاق بائن دی گئی ہو (اس کیلئے) نفقہ اور سکنیٰ ہے جب تک وہ عدت میں ہو (شرح الوقایہ ص ۱۳۱ ج ۲ باب النفقہ)

قدوری میں ہے واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنی فی عدتها رجعیا کان او بائنا۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے، وہ طلاق رجعی ہو یا طلاق بائنہ، عدت کے زمانہ تک اس کے لئے نفقہ اور سکنیٰ ہے (قدوری ص۱۹۰ کتاب النفقات) (الجوہرۃ النیرۃ ص۱۶۶ جلد ثانی)

قرآن و حدیث اور کتب فقہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ عدت کے زمانہ تک نفقہ کی حقدار ہے، عدت کے گذر جانے پر اس کا کسی قسم کا تعلق شوہر سے باقی نہیں رہتا بالکل اجنبیہ بن جاتی ہے، دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس لئے اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر نہیں رہا وہ اپنی مرضی سے کچھ دیدے یا دیتا رہے وہ ممنوع نہیں ہے، بلا مرضی زبردستی نفقہ کا ذمہ دار بنانا دینا نہ دینے پر سزا کا مستحق قرار دینا شدید ظلم اور زیادتی ہے ایسا حکم قرآن حدیث میں نہیں ہے کسی آیت قرآنی کو توڑ مروڑ کر شوہر کو نفقہ کا ذمہ دار بنانا قرآن میں تحریف اور قانون شریعت میں دخل اندازی ہے جسے کوئی مسلمان مرد یا عورت بشرطیکہ وہ واقعی اور حقیقتاً سچا مسلمان ہو، قبول نہیں کر سکتا۔

قرآن و حدیث میں کسی جگہ بھی ہدایت موجود نہیں ہے کہ مطلقہ کو اس کی حیات یا دوسری شادی تک نفقہ دینا شوہر پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں وَإِنْ يَتَفَرَّقَا (اور اگر دونوں میاں بیوی میں جدائی ہو جائے (تو) يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ بے نیاز بنا دے گا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو (عورت کو بھی اور مرد کو بھی) اپنی وسعت سے (یعنی ایک کو دوسرے سے مستغنی کر دے گا، عورت کو کوئی دوسرا ٹھکانہ اور نفقہ کا ذریعہ مل جائے گا اور مرد کو کوئی دوسری بیوی مل جائے گی۔ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا اللہ بڑی وسعت والا اور بہت حکمت والا ہے۔

(سورۂ نساء آیت ۱۳۰ پارہ ۵)

اور خاص سورۂ طلاق میں "جس میں طلاق، عدت طلاق، اور نفقہ مطلقہ کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کی (اصلاح جہات کے لئے) کافی ہے۔

(سورۂ طلاق آیت ۲-۳ پارہ ۲۸)

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اگر جو آپ لوگ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے جیسا کہ اس کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے طریقے پر روزی پہنچائیں گے جیسا کہ پرندوں کو روزی پہنچاتے ہیں کہ وہ علی الصبح بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور سر شام شکم سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں (مشکوۃ شریف باب التوکل والصبر ص ۴۵۲)

کسی خدا پرست شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

غم روزی مخور بر ہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

روزی کا غم مت کھا اور پریشان حال مت رہ تو نہیں دیکھتا کہ بچہ دنیا میں قدم رکھے اس سے قبل رزاق عالم بچہ کی ماں کے پستان (چھاتیاں) دودھ سے بھر دیتا ہے۔ لہٰذا روزی کی بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اسکے باوجود بھی شریعت نے عورت کو بے سہارا نہیں چھوڑا ہے، عدت کے بعد ظاہری طور پر اسکے گزران کی کیا صورت ہوگی اسکا حل یہ ہے

"عورت دوسرا نکاح کرے، نکاح ثانی اسلام میں معیوب نہیں ہے بلکہ فضیلت کی چیز ہے، قرآن کریم میں ہے وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ اور نکاح کردو رانڈوں کا اپنے اندر (سورۂ نور آیت نمبر ۳۲ پارہ نمبر ۱۸) مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

"اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے (مطلقہ) ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اس کا کفو مل جائے" جو قوم رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔"

(فوائد عثمانی سورۂ نور پارہ ۱۸) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا نکاح نہ ہو سکے تو پھر اگر عورت صاحب حیثیت ہے تو اپنے مال سے اپنا گذران چلائے، اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر عورت کا باپ یا اولاد ہو تو اس کا بیٹا اس کے نفقہ کا انتظام کرے اس کے بعد اس کے اعزا و اقرباء پر اس کا نفقہ لازم ہوگا (اگر شوہر اس کے اعزا میں سے ہے تو رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس پر بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہوگا) اگر اس کے اعزا و اقرباء بھی نہیں ہیں، یا وہ خود محتاج ہیں تو اس کی برادری والے (جماعت والے) اس کے نفقہ کا بندوبست کریں، ورنہ عام مسلمانوں پر اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۴۱)

اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ مطلقہ عورتوں کے لئے دوسرا نکاح کرنے یا موت تک کیلئے نفقہ ہے کسی طرح درست نہیں ہے، یہ مطلب قرآن و حدیث اور تمام کتب فقہ کے خلاف ہے، کسی مفسر یا کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا ہے، اور

قرآن میں بھی لفظ "متاع" متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا ہے، لیکن کسی جگہ بھی یہ مفہوم مراد نہیں ہے، لہذا یہ معنی لینا کہ "دوسرا نکاح یا موت تک مطلقہ عورت کے لئے نفقہ ہے" قرآن میں تحریف اور شریعت میں دخل اندازی ہے جو کسی بھی صورت میں ایک سچے اور پکے مسلمان کے لئے قابل برداشت نہیں۔

لغات القرآن مؤلفہ مولانا سید عبد الدائم جلالیؒ میں ہے

مَتَاعًا۔ اسم مفرد منصوب نکرہ پ۲ اسم مصدر بمعنی مصدر متعدی یعنی کام میں آنے والی چیز دینا: کپڑا جوتا یا اور کوئی چیز جو حاکم مناسب سمجھے (شافعی) شوہر کے حال کے مناسب کرتہ چادر دوپٹہ دینا (حنفیہ) (تفسیر احمدیہ) پ۴ تم کو فائدہ پہنچانے کے لئے اس جگہ بھی مَتَاعًا کا معنی تمتیعًا ہے پ۱۴ خانگی سامان پ۲۴ ضرورت کی کوئی چیز پ۲۳ فائدہ: مدد زندگی پر قائم رکھنے کے لئے پ۱۵ کام کی چیز پ۳۰ فائدہ کے لئے یا فائدہ پہنچانے کے لئے۔ محلی۔ (لغات القرآن صفحہ ۲۸ جلد پنجم)

غور فرمائیں۔ کسی بھی جگہ جو مفہوم اور مطلب بیان کیا جاتا ہے، مراد نہیں ہے

عربی کی مشہور ڈکشنری المنجد میں ہے۔

المتعة: اسم للتمتع . الزاد القليل . متعة المرأة ما وصلت به بعد الطلاق من نحو القميص والازار والملحفة وهي متعة الطلاق. متعة: یعنی فائدہ پہنچانا۔ زاد قلیل

متعة المرأة ۔ عورت کا متعہ، قمیص، ازار اور چادر جو مطلقہ عورت کو دیئے جاتے ہیں۔ یہی متعۃ الطلاق ہے۔ (المنجد ص ۷۹۹)

لہذا متعہ یا متاع کا مفہوم یہ ہوگا۔ ایسی چیز دینا جس کا فائدہ وقتی ہو، جلد ختم ہو جانے والا ہو، جس کا مصداق فقہاء نے یہ قرار دیا ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ایک جوڑا دیدے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "امتعتھا" کیا تم نے اس عورت کو متعہ دیدیا، تو اس شخص نے کہا "لم یکن عندی شیٔ" میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "متعھا بقلنسوتک" اس کو متعہ دو چاہے تمھاری ٹوپی ہی ہو۔ (روح المعانی ص ۱۵۲ ج ۲۲) معلوم ہوا کہ معمولی چیز پر بھی متعہ صادق آتا ہے۔

حضرت مولانا ابو الکلام آزاد نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے " اور (یاد رکھو) جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو تو چاہئے کہ انھیں مناسب طریقہ پر فائدہ پہنچایا جائے (یعنی ان کے ساتھ جسقدر حسن سلوک کیا جاسکتا ہے کیا جائے) متقی انسانوں کیلئے ایسا کرنا لازمی ہے" (ترجمان القرآن سورۂ بقرہ)

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی نے اسطرح ترجمہ کیا ہے — "اور طلاقنوں کے حق میں بھی نفع پہنچانا دستور کے موافق مقرر ہے (یہ) پرہیزگاروں پر واجب ہے" (تفسیر ماجدی سورۂ بقرہ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اسطرح ترجمہ فرمایا ہے — "اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کیلئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق، یہ مقرر ہوا ہے ان پر جو (کفر و شرک سے) پرہیز کرتے ہیں (بیان القرآن)

ملاحظہ فرمائیں! کسی نے بھی متاع کا ترجمہ اور مصداق یہ نہیں بتایا کہ عورت کو دوسرا نکاح یا موت تک کا نفقہ دیا جائے یا کوئی بڑی رقم دیجائے، اسلئے متاع کا مصداق دوسرا نکاح کرنے یا موت تک کا نفقہ قرار دینا یا کوئی بڑی رقم شوہر کے ذمہ لازم قرار دینا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے بڑی رقم دیدے یا اپنی مرضی سے کچھ دیتا رہے تو وہ ممنوع نہیں ہے مگر اسکو قانونی شکل دینا اور زبردستی شوہر کو نفقہ کا ذمہ دار بنانا اور نہ دینے پر اسکو مستحق سزا قرار دینا کسی حال میں صحیح نہیں ہے، اور جن حضرات سے بڑی رقم دینا منقول ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ انھوں نے بطور تبرع و احسان دیا یہ عام قانون نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر سید عبد الرحیم لاجپوری ثم راندیری غفرلہ ۲۳ محرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء

تمت بالخیر